

اٹھارہ سال سے کم عمر لڑکیوں کی شادی کی روک تھام اور شادی کی عمر
متعین کرنے کے لیے قانون سازی کی شرعی حیثیت

کم عمری کی شادی

شریعت اسلامیہ اور بین الاقوامی قانون کی روشنی میں ایک تجزیاتی مطالعہ



تالیف

ترجمہ: پروفیسر حافظ عبدالحمید حفظہ اللہ
فاضلہ مکاتیب، یونیورسٹی رابٹ

فزیلہ ایچ، عبدالرحمن بن عبدالشکور بن عبد
نظر ثانی

تقدیم: حافظہ ابتسام الہی ظہیر

فزیلہ ایچ، علامہ عبدالرحمن بن ناصر البرک حفظہ اللہ

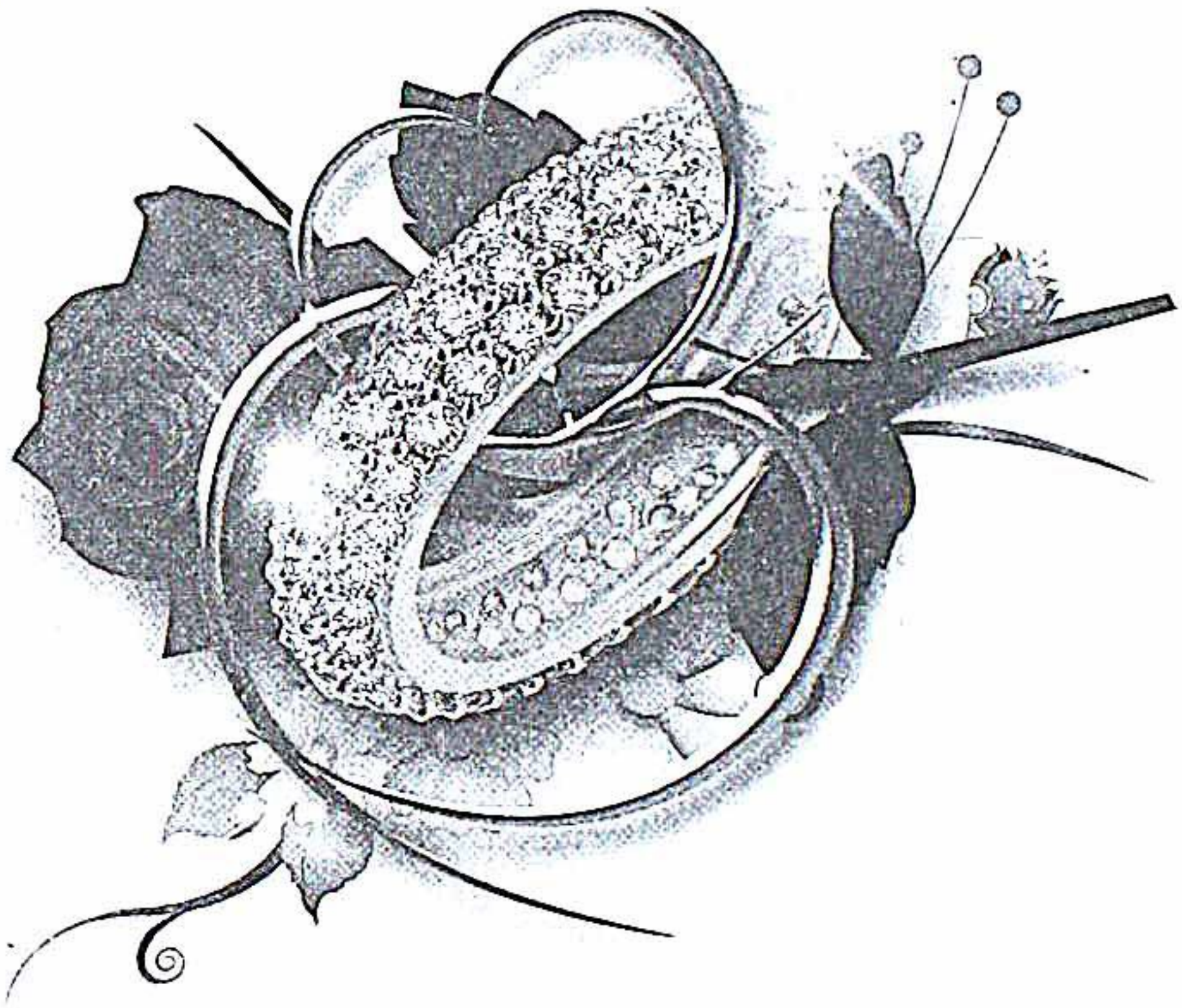
مکتبہ بیت السلام

لاہور/ریاض

اٹھارہ سال سے کم عمر لڑکیوں کی شادی کی روک تھام اور شادی کی عمر
متعین کرنے کے لیے قانون سازی کی شرعی حیثیت

کم عمری کی شادی

شرعیّت اسلامیہ اور بین الاقوامی قانون کی روشنی میں ایک تجزیاتی مطالعہ



تالیف

ترجمہ: پروفیسر حافظ عبدالحکیم حفظہ اللہ
ناصر کنگڑہ، یونیورسٹی ریاض

فصلیہ لایف، شیخ عبدالرحمن بن سعید الشیشی حفظہ اللہ

نظر ثانی

تقدیم: حافظ ابنتام الہی ظہیر

فصلیہ لایف، علامہ عبدالرحمن بن ناصر البراک حفظہ اللہ



لاہور، رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
کتاب خانہ اسلامیہ لاہور
ریاض
Tel: 042-37361371 Mob: 0321-9350001

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں



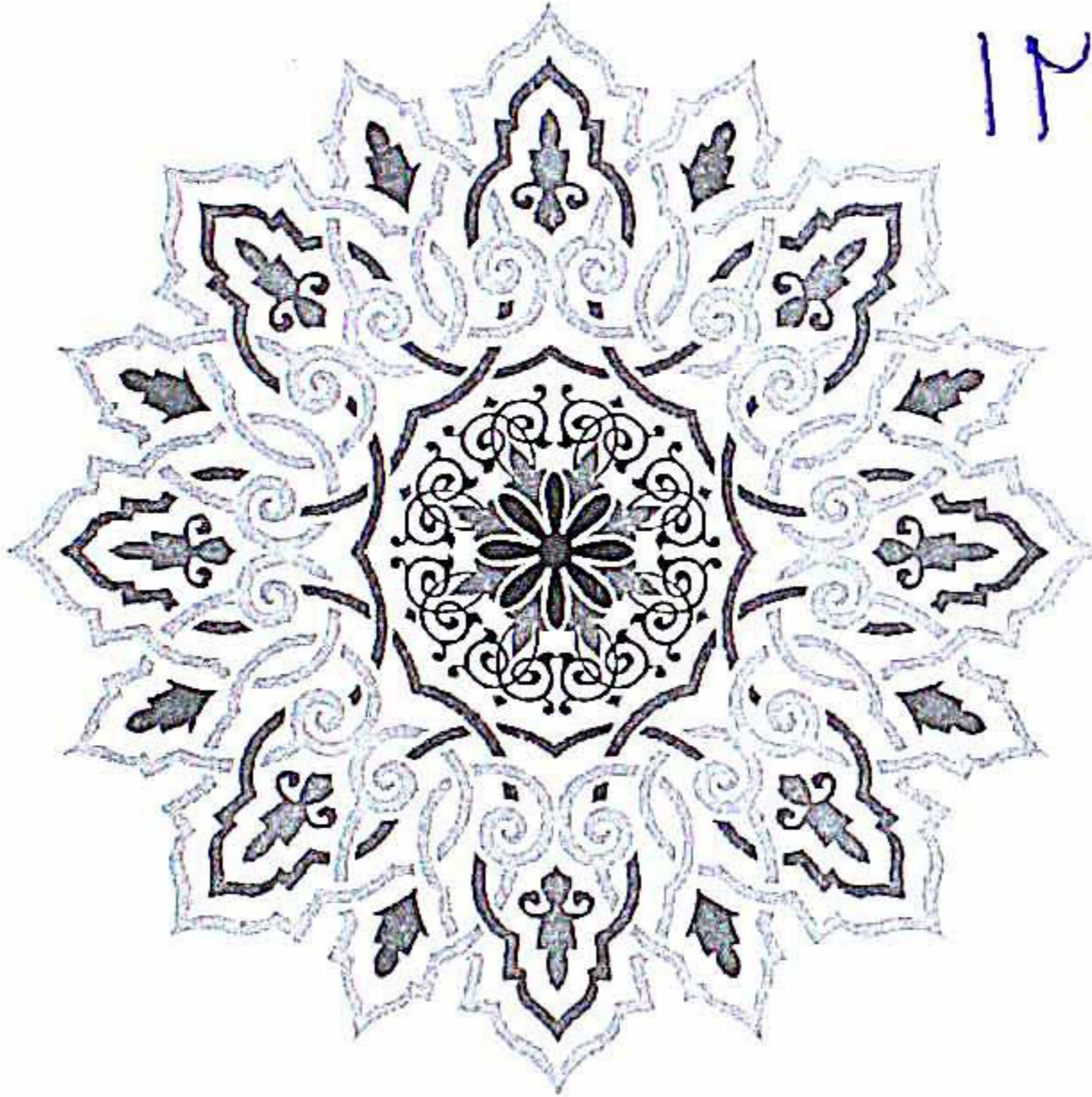
کتاب وسنت کی اشاعت کا معیاری ادارہ

297-577

ع 34 ک

۱۲۷۸۲

ک



نومبر 2014

اشاعت

کتاب وسنت کی اشاعت کا معیاری ادارہ
Tel: +966114381155 - +966114381122 Fax: +966114385991
Mob: +966542666646, +966566661236, +966532666640

لاہور
ریاض
مکتبہ بیت السلام

Email: bait.us.salam1@gmail.com

Tel: 042-37361371

Web: baitussalam.exai.com

Mob: 0321-9350001

Facebook page : Baitussalam book store

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا
 قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ
 لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ
 اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا

”اور کبھی نہ کسی مومن مرد کا حق ہے اور نہ کسی مومن عورت کا کہ جب
 اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں کہ ان کے لیے ان کے
 معاملے میں اختیار ہو اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی
 کرے، سو یقیناً وہ گمراہ ہو گیا، واضح گمراہ ہونا۔“ [الأحزاب: ۳۶]

✿ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”حاکم کو لوگوں کو اس سے منع کرنے کا اختیار نہیں، جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز قرار دیا ہے، مثلاً: وہ عورت کے ولی کو اس کی شادی کرنے سے منع کر دے یا وہ گواہوں یا دوسروں کو اس کا مہر لکھنے سے روک دے یا کسی خرید و فروخت، اجارے (کرائے) یا اقرار وغیرہ کے لیے عقد (معاہدے) کو لکھنے سے روک دے، اگر لکھنے والے کو اس کی وجہ سے تنخواہ ملتی ہو اور قاضی اس سے منع کر دے، تاکہ ان امور کے فوائد اس تک پہنچ جائیں تو یہ مکس (ٹیکس) میں شمار ہوگا، اس شخص کی طرح جو بستی میں اس بنیاد پر کوئی دکان کرائے پر لیتا ہے کہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں بیچے گا۔

”اگر وہ (حاکم) جاہل کو روکتا ہے، تاکہ وہ عقدِ فاسد کو نہ کرے تو پھر اس کا راستہ یہ ہے کہ وہ اس طرح کرے جس طرح خلفائے راشدین نے کیا تھا کہ انھوں نے نکاحِ فاسد کرنے والے پر تعزیر لگائی تھی اور جس طرح حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے بغیر ولی کے نکاح کرنے والے اور عدت میں نکاح کرنے والے پر تعزیر لگائی۔“ (المستدرک علی الفتاوی: ۱۶۴/۵)

✿ علامہ احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ اس شخص کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں، جو یہ سمجھتا

ہے کہ ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا مباح ہے، لہذا اس پر قید لگانا جائز ہے:

”پھر انھوں نے الفاظ اور بعض اصولی قواعد کے ساتھ کھیلنا شروع کر دیا،

لہذا ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کو مباح قرار دے دیا اور یہ کہ صاحبِ اقتدار

کو حق حاصل ہے کہ اگر وہ تحدید و تعیین میں کوئی مصلحت دیکھے تو بعض

مباحات کو محدود و متعین کر دے۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس تمام موقف میں وہ خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں۔

”تعددِ زوجات (ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا) پر دقیق اور علمی معنوں میں مباح کا لفظ استعمال نہیں ہوتا، یعنی مسکوت عنہ مسئلہ، جس کے بارے میں شریعت خاموش ہو، اس کی حلت یا حرمت کی کوئی نص ذکر نہ ہوئی ہو، اسی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

”جو اللہ تعالیٰ نے حلال کر دیا ہے وہ حلال ہے اور جو حرام کر دیا ہے

وہ حرام، لیکن جس کے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے وہ معاف ہے۔“

اس مسئلے کی حلت پر قرآن کریم کی صریح نص موجود ہے، بلکہ اس کی حلت کا تذکرہ امر کے لفظ اور صیغے کے ساتھ ہوا ہے، جو اصل میں وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾ [النساء: ۳]

”تو عورتوں سے جو تمہیں پسند ہوں نکاح کرو۔“

یہاں ﴿مَا طَابَ﴾ کا لفظ قرینہ صارفہ ہے جو وجوب کے معنی کو حلت کے معنی میں پھیر رہا ہے۔ پھر یہ لوگ یقینی طور پر جانتے ہیں کہ یہ لفظ ”حلال“ کے مکمل مفہوم کے ساتھ قرآن کریم کی نص، عہدِ نبوی اور عہدِ صحابہ سے لے کر آج کے دن تک یقینی اور واضح متواتر عمل کے ذریعے حلال ہے، لیکن یہ افتراء پرداز لوگ ہیں۔“ (عمدة التفسیر: ۱/۴۶۹)

✽ علامہ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ اس آدمی کے اعتراض کا جواب دیتے

ہوئے کہتے ہیں جو یہ گمان کرتا ہے کہ نسل بڑھانا مباح ہے، لہذا اس کی

تعیین اور منصوبہ بندی جائز ہے:

”یہ قول انتہا درجے کا ساقط، گھٹیا، بلکہ اس کا باطل ہونا بالکل عیاں ہے، کیونکہ حکومت کی اطاعت نیکی اور معروف میں ہے، اس میں نہیں جو امت کے لیے ضرر رساں ہو اور شریعتِ مطہرہ کے خلاف۔ نسل کی حد بندی (جسے عرفِ عام میں خاندانی منصوبہ بندی کہا جاتا ہے) شریعت کے مخالف اور امت کی مصلحت کی دشمن ہے، اس لیے اس کام میں حکومت کی اطاعت کیوں کر لازم ہے؟ اللہ تعالیٰ تو اپنے نبی محترم ﷺ کے بارے میں کہتے ہیں:

﴿وَلَا يَعْصِيَنَّكَ فِي مَعْرُوفٍ﴾ [المتحنة: ۱۲]

”اور نہ کسی نیک کام میں تیری نافرمانی کریں گی۔“

”حالانکہ آپ ﷺ نیکی کے علاوہ کسی کام کا حکم نہیں دیتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے امت کو بتانا چاہا اور تعلیم دینا چاہی کہ صاحبانِ اقتدار کی فرمانبرداری صرف نیکی میں ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے صحیح ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: ((إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ)) ”فرماں برداری صرف نیکی میں ہے۔“ دوسرے موقع پر فرمایا:

((لَا طَاعَةَ لِلْمَخْلُوقِ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ))

”خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی قطعاً فرمانبرداری نہیں۔“

”اس مفہوم کی احادیث بہت زیادہ ہیں۔ یہ مختصر سی بات ہم نے اس مسئلے میں اپنے علم کے مطابق شبہ دور کرنے، حق کا اظہار کرنے اور مسلمانوں کی راہنمائی کرنے کی خاطر کہی ہے۔ (مجموعۃ الفتاویٰ: ۳/۳۳۳-۳۳۲)

فہرست

- 12 ----- ❁ عرضِ ناشر
- 14 ----- ❁ مقدمہ حافظ ابنتسام الہی ظہیر
- 21 ----- ❁ عرضِ مولف

پہلی فصل

- 27 ----- ❁ شادی بلندی اخلاق کا تاج ہے
- 30 ----- ❁ شادی کی حکمتیں
- 30 ----- ❶ نسل کی حفاظت
- 32 ----- ❷ عزت و ناموس کا تحفظ
- 33 ----- ❸ شادی کے دیگر مقاصد کا حصول
- 33 ----- ❹ شادی تو نگری کا باعث ہے
- 35 ----- ❁ شادی سے اعراض کے بنیادی اسباب
- 35 ----- ❁ شادی سے بے رغبتی کے خاتمے کے لیے اقدامات

دوسری فصل

- شادی کی عمر متعین کرنے اور کم عمری کی شادی سے روکنے کے لیے
- 37 ----- قوانین سازی کی تاریخ

تیسری فصل

- 57 ----- ❁ کم عمر لڑکی کی شادی..... قرآن کی روشنی میں

- 57 ----- پہلی دلیل ❁
- 58 ----- اس آیت کی تفسیر میں علما کے اقوال ❁
- 61 ----- دوسری دلیل ❁
- 64 ----- تیسری دلیل ❁

چوتھی فصل

- 67 ----- کم عمر لڑکی کی شادی حدیث کی روشنی میں ❁
- 67 ----- پہلی دلیل ❁
- 69 ----- دوسری دلیل ❁
- 71 ----- تیسری دلیل ❁
- 73 ----- چوتھی دلیل ❁

پانچویں فصل

- 74 ----- کم عمری کی شادی اور صحابہ و تابعین کا عمل ❁

چھٹی فصل

- 77 ----- صحابہ کرام اور بعد والے علما کا کم عمر کی شادی کے جواز پر اجماع ❁

ساتویں فصل

- 87 ----- جلد شادی کے شرعی اور طبی فوائد ❁
- 91 ----- لڑکی کی اٹھارہ سال سے کم عمر میں شادی کے طبی فوائد ❁
- 95 ----- تربیت کی مدت ❁
- 96 ----- کم عمر بالغ لڑکیوں کی شادی کے دیگر فوائد ❁
- 98 ----- بار آوری (حمل کا امکان) ❁

- 99 ورم ❀
- 99 رحم کے باہر حمل ❀
- 99 إسقاط ❀
- 99 سیزیرین کینسر ❀
- 99 ابتدائی عمر کی شادی سے متنفر کرنے میں صحافتی اسالیب ❀
- 101 اور مقاصد

آٹھویں فصل

- ❀ کم عمر لڑکیوں کی شادی پر پابندی لگانے اور شادی کی عمر متعین کرنے کے بارے میں قانون جاری کرنے کی حرمت کے متعلق عالم اسلام کے معاصر علمائے کرام کے فتویٰ جات اور بیانات
- 104 ❀ ۱ مجلس علمائے کبار کا فیصلہ
- 106 ❀ ۲ سعودی عرب کی مجلس علمائے کبار کا بیان
- 114 ❀ کانفرنس کا ہدف
- 115 ❀ ۳ مفتی عام سعودی عرب، صدر مجلس علمائے کبار الشیخ الامام عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمۃ اللہ علیہ کا بیان
- 120 ❀ ۴ علامہ عبدالعزیز بن باز کا ایک دوسرا بیان
- 123 ❀ ۵ علامہ محمد بخیت مطبعی
- 129 ❀ کم عمر لڑکی اور لڑکے کی شادی
- 129 ❀ عدلیہ کی تخصیص کا مسئلہ
- 148 ❀ ۶ علامہ احمد بن محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان
- 155 ❀

- 158 ----- علامہ محمد شاذلی حنفی ❖
- 160 ----- علامہ عطیہ محمد عطیہ صقر رحمۃ اللہ علیہا ❖
- 162 ----- الشیخ علامہ صالح بن فوزان الفوزان رحمۃ اللہ علیہ ❖
- 162 ----- قرآن کریم ❖
- 163 ----- سنت نبویہ ❖
- 164 ----- اجماع ❖
- 167 ----- الشیخ العلامة عبدالرحمن بن ناصر البراک رحمۃ اللہ علیہ ❖
- 174 ----- الشیخ العلامة عبدالحسن بن حمد العباد البدر رحمۃ اللہ علیہ ❖
- 179 ----- احتلام یا حیض کی وجہ سے جلدی بالغ ہونے کی چند مثالیں ❖
- 184 ----- باپ کے اپنی چھوٹی عمر کی بیٹی کا نکاح کرنے پر اجماع ❖
- 186 ----- شادی کی عمر متعین کرنے کے نقصانات ❖
- 191 ----- علامہ عبدالحسن بن حمد العباد البدر کا ایک دوسرا بیان ❖
- ❖ کم عمر بچیوں کی شادی سے روکنے اور شادی کی عمر مقرر کرنے کے لیے قانون جاری کرنے کے حکم کے بارے میں
- 196 ----- علمائے یمن کا بیان ❖
- 197 ----- اول ❖
- 199 ----- دوم ❖
- 200 ----- قرآن کریم ❖
- 201 ----- سنت ❖
- 201 ----- اجماع ❖

- 202 ----- عمل صحابہ ❁
- 206 ----- ❁ ۱۳ ڈاکٹر عمر بن سلیمان اشقر اردنی کا بیان
- 208 ----- ❁ ۱۵ ڈاکٹر عبدالملک بن حسین تاج یمنی
- 211 ----- اول ❁
- 212 ----- دوم ❁
- 215 ----- سوم ❁
- 222 ----- ❁ ۱۶ پروفیسر ڈاکٹر عدنان بن حسن باحارث کا بیان
- ❁ ۱۷ سعودی عرب کی فتویٰ کمیٹی کا کم عمر لڑکی کی شادی کے
- 235 ----- جواز کا فتویٰ
- 237 ----- خاتمہ ❁

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرضِ ناشر

شریعتِ اسلامی کی بنیاد وحیِ الہی پر مبنی ہے، جو قرآن مجید اور حدیثِ نبوی کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے۔ صرف اسی کی روشنی میں ہم اپنے ہر طرح کے معاشرتی اور سماجی مسائل کی اصلاح کر سکتے ہیں کہ جس کے بعد کسی نقصان اور خطرے کا اندیشہ قطعاً باقی نہیں رہتا ہے۔ بلا خوف و خطر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اگر ہم آج کے دور میں پیدا ہونے والے گونا گوں معاشرتی مسائل و مصائب کو حل کرنا چاہتے ہیں تو اس کا واحد طریق یہی ہے کہ ہم اللہ رب العزت کے ان ابدی قوانین کو مضبوطی سے تھام لیں جو اس ذاتِ بابرکات نے ہماری دنیاوی اصلاح اور اخروی فوز و فلاح کے لیے نازل فرمائے ہیں۔

عصرِ حاضر میں بہت سے مسلمانوں کی فکری گمراہیوں اور عملی لغزشوں کا ایک بنیادی سبب یہ بھی ہے کہ وہ اپنے منبعِ ہدایت کو چھوڑ کر راہِ حق سے بہت دور جا چکے ہیں، چنانچہ وہ اپنی زندگی میں ترقی و کامیابی کے لیے اغیار کی تقلید کو آئیڈیل خیال کرتے ہیں، جب کہ اس کائنات کو جس نے پیدا کیا ہے اسی نے ہماری ترقی اور کامیابی کے راہ نما اصول بھی نازل فرمائے ہیں اور ہم صرف انہی کی روشنی میں حقیقی ترقی کی منازل طے کر سکتے ہیں۔

غیر اسلامی افکار و نظریات سے متاثر ہونے ہی کا نتیجہ ہے کہ ہمارے ہاں ایسے نئے نئے خیالات اور افکار پیدا ہوتے رہتے ہیں جو مغرب زدہ اور یہود و نصاریٰ

کی اندھی تقلید کا نتیجہ ہیں۔ ایسے حالات میں ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے اخلاق و کردار کو سنوارنے کے ساتھ ساتھ اپنی فکری اور ذہنی اصلاح کی طرف بھی توجہ کریں اور ایسے تمام غیر اسلامی نظریات سے اپنا دامن بچا کر رکھیں جو ہمارے دین و دنیا کے لیے تباہ کن اثرات کے حامل ہیں، انہی مسائل میں ایک بات کم عمر میں شادی کرنے کی بھی ہے کہ جس کی اسلام تو اجازت دیتا ہے، لیکن بعض لوگ مغربی افکار سے متاثر ہو کر سر عام اس کی مخالفت کرنے لگ جاتے ہیں، بلکہ اس نوعیت کے قوانین مسلمان معاشروں میں مسلط کیے گئے ہیں جو قرآن و حدیث صریحاً متصادم ہیں۔

زیر نظر کتاب میں مولف نے قرآن و حدیث کی روشنی میں اس مسئلے پر سیر حاصل بحث کی ہے اور قرآن مجید، حدیث نبوی، آثار صحابہ و تابعین اور علمائے امت کے نصوص و اقوال کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے، جسے پڑھ کر ہر اس مسئلے کے متعلق حقیقتِ حال واضح ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کے مولف اور مترجم کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس عمل کی تکمیل میں حصہ لینے والے تمام حضرات کے لیے اسے بلندی درجات کا سبب بنائے۔ آمین یا رب العالمین

والسلام

ابو میمون حافظ عابد الہی (ایم۔ اے)

مدیر مکتبہ بیت السلام لاہور۔ ریاض

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

نکاح بنیادی طور پر صنفِ مخالف کے دو افراد کے درمیان ایک مذہبی اور

سماجی بندھن ہے، جس کے اہم مقاصد درج ذیل ہیں:

- ۱ جنسی بے راہ روی اور بد کرداری کا خاتمہ۔
- ۲ نسلِ انسانی کی بقا اور نشوونما۔
- ۳ شریکِ زندگی کا حصول جس کے ساتھ مل کر حالات کے مد و جزر کا مقابلہ کیا جاسکے۔

ان تمام اہداف کو جہی حاصل کیا جاسکتا ہے، اگر اس بندھن میں دلہا، دلہن اور ان کے اہل خانہ کی رضا مندی شامل ہو۔ بہت سے لوگوں کو اس بندھن کے حوالے سے دلہا اور دلہن کی عمر سے بہت دلچسپی ہوتی ہے اور وہ اس بندھن کے لیے عمر کی کم از کم حد کا تعین بھی کرنا چاہتے ہیں۔

اسلام گو نکاح کے حوالے سے تو کسی خاص عمر کا قائل نہیں، لیکن شادی یا رخصتی کے حوالے سے جسمانی اور فکری بلوغت کو ضروری سمجھتا ہے۔ اسلام کسی بھی بالغ لڑکے یا لڑکی کو ولی کی رضا مندی کے ساتھ شادی کی اجازت دیتا ہے، بشرطیکہ لڑکا، لڑکی یا ان کے سرپرست شادی کے بعد کی ذمے داریاں نبھانے کے اہل ہوں۔ وہ مخصوص طبقہ جو کم عمری کی شادی کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی سمجھتا ہے، اس سے تعلق رکھنے والے بہت سے افراد اس حد تک آزاد خیال ہیں

کہ ہم جنس پرستی تک کو جائز قرار دیتے ہیں اور سکولوں کی سطح پر جنسی تعلیمات کی وکالت کرتے ہوئے بھی نظر آتے ہیں!!

اسلام بنیادی طور ہر طرح کی بے راہ روی اور مرد و زن کے آزادانہ اختلاط کا مخالف ہے اور صنفی جذبات کے اظہار کو صرف شوہر اور بیوی کے درمیان ہی جائز قرار دیتا ہے۔ اسلام بے راہ روی پر قابو پانے کے لیے کم عمری کی شادی کو بھی درست سمجھتا ہے۔

بااعتماد اور مصدقہ ذرائع سے حاصل ہونے والے اعداد و شمار کی روشنی میں اس حقیقت کو پہچاننا کچھ مشکل نہیں کہ کم عمر لڑکے اور لڑکیوں کی ایک بڑی تعداد غیر اخلاقی سرگرمیوں میں ملوث ہے، جن میں سے سرفہرست خود لذتیت ہے۔ خود لذتیت کی لعنت کی وجہ سے بہت سی جسمانی اور روحانی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں، جن سے جان چھڑانا کئی مرتبہ بہت مشکل اور بعض صورتوں میں ناممکن ہو جاتا ہے۔ احساسِ جرم، ندامت اور ذہنی انتشار کی وجہ سے کم عمر لڑکے لڑکیوں کی تعلیمی سرگرمیاں بری طرح متاثر ہوتی ہیں۔

یہ اعداد و شمار اور مشاہدات بلوغت کے فوراً بعد ہونے والی شادی کی اہمیت و افادیت کو اجاگر کرتے ہیں اور اس امر کی اہمیت کو واضح کرتے ہیں کہ اگر لڑکا اور لڑکی اپنے اہل خانہ کی مدد یا ان کے تعاون کے بغیر شادی کے بعد کی ذمہ داریوں کو نبھاسکتے ہیں تو ان کو فی الفور ایسا کرنا چاہیے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ
إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾

[النور: ۳۲]

”اور شادیاں کرو اپنے درمیان موجود بغیر نکاح کے رہنے والے لوگوں کی اور اپنے نیکو کار غلاموں اور لونڈیوں کی بھی۔ اگر وہ فقیر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو غنی فرمادے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا وسعت رکھنے والا بڑا با علم ہے۔“

آیت مذکورہ بالا واضح کرتی ہے کہ مرد و زن معاشی طور پر مستحکم نہ بھی ہوں تو ان کی شادی کرنی چاہیے۔ گویا اسلام میں کردار کی اہمیت معیشت کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے۔

نبی کریم ﷺ، صحابہ و تابعین اور قرون اولیٰ کے مسلمانوں میں کم عمری کی شادی کا تصور عام تھا، جس کا منطقی نتیجہ ایک صحت مند اور انتہائی صاف ستھرے معاشرے کی شکل میں ظاہر ہوا۔ قرون اولیٰ کی بعض ممتاز صحابیات، جن کی کم عمری میں شادی ہوئی، درج ذیل ہیں:

۱] اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

۲] اُم المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا۔

۳] حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا۔

۴] حضرت ام کلثوم بنت سیدنا علی رضی اللہ عنہا۔

اگر قرون اولیٰ کے مسلمان اس شادی کو جائز اور درست سمجھتے اور اس پر عمل پیرا تھے تو آج کے مسلمان کم عمری کی شادی کو اپنے لیے عیب کیوں سمجھتے ہیں؟ کم عمری کی شادی کی مخالفت کے پس منظر میں اسلام مخالف قوتوں کی ایک سازش بھی شامل ہے، جو اس حقیقت سے پوری طرح آگاہ ہیں کہ فحش مواد، گندے لٹریچر، انٹرنیٹ اور کیبل کے پھیلاؤ کے باوجود جب تک چھوٹی عمر کی شادی نہیں رُکے

گی، معاشرے میں اخلاقی جرائم کی نشوونما کے لیے مطلوبہ ماحول میسر نہیں آسکتا۔
 مشرقی معاشرے عام طور پر یورپ کی ترقی سے مرعوب ہیں، لیکن جب
 یورپی معاشروں میں شادی کی قانونی عمر کا جائزہ لیا جاتا ہے تو انسان حیران رہ
 جاتا ہے کہ بہت سے یورپی معاشروں میں کم عمری کی شادی کو قانونی تحفظ حاصل
 ہے۔ وکی پیڈیا سے حاصل ہونے والی معلومات کے مطابق یونان، سکاٹ لینڈ،
 آسٹریا، بلغاریہ، کروشیا اور چیک ریپبلک سمیت بہت سے ممالک میں لڑکی کے
 لیے شادی کی عمر 16 برس، جب کہ ڈنمارک، ایستونیا، جارجیا، لیتھوانیا میں شادی
 کی عمر کم از کم 15 برس ہے، اسی طرح جنوبی امریکہ کے ممالک بولیویا اور
 پاراگائے میں شادی کی کم از کم عمر 14 برس ہے۔ ویٹی کن سے شائع ہونے والی
 کیتھولک چرچ کی معروف قانونی دستاویز ”ڈیری منٹ ایمپیڈیمنٹ“ کے مطابق
 لڑکا 16 برس اور لڑکی 14 برس کی عمر میں شادی کر سکتے ہیں۔

یورپی اور کیتھولک قوانین کے مطالعہ کے بعد مسلمان ممالک کے دانشوروں
 کو بھی اپنی رائے پر نظر ثانی کرنی چاہیے کہ اگر سیکولر اور مسیحی معاشرے کم عمری کی
 شادی کو قبول کر سکتے ہیں تو مسلمان معاشروں میں اس پر تنقید کیوں کی جاتی ہے؟!
 اگر ہم طبی اعتبار سے بھی اس معاملے کا جائزہ لیں تو حیرت انگیز حقائق
 سامنے آتے ہیں کہ بعض لڑکیوں کو بلوغت کے بعد چھوٹی ہی عمر میں ”مینو پاز“
 یعنی ایام کی بندش کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جس کے بعد وہ ماں بننے کے قابل نہیں
 رہتیں۔ اگر بلوغت کے بعد شادی میں غیر ضروری تاخیر کی جائے تو چھ فیصد
 لڑکیوں میں اس بیماری کا سامنا کرنے کے امکانات پیدا ہو سکتے ہیں۔ یہ انکشاف

اسلام کی آفاقی تعلیمات کی صداقت کو واضح کرنے کے لیے کافی ہے کہ یقیناً اسلام دینِ فطرت ہے اور اس کی جملہ تعلیمات میں انسانوں کے فائدے اور بہتری والی بہت سی باتیں پنہاں ہیں۔

یہاں اس بات کی وضاحت کرنا بھی ضروری ہے کہ اگرچہ اسلام میں کم عمری کی شادی کی اجازت ہے اور بے راہ روی کے اندیشے کی صورت میں فی الفور شادی کرنا ایک ضروری اور مستحسن عمل ہے، لیکن کم عمری میں شادی کرنا واجب نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَلَيْسَتَعْفِيفِ الدِّينِ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّىٰ يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ

مِنْ فَضْلِهِ﴾ [النور: ۳۳]

”اور انھیں پاک دامن رہنا چاہیے جو اس وقت تک نکاح کا موقع نہ پائیں جب تک کہ اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی نہیں کر دیتا۔“

آیت مذکورہ میں اس حقیقت کو واضح فرما دیا گیا ہے کہ اگر انسان معاشی طور پر مستحکم ہوئے بغیر شادی نہیں کرنا چاہتا اور اپنی پاک دامنی کا تحفظ کر سکتا ہے تو اسے ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ نفس کی اکساہٹ پر قابو پانے کے لیے نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو روزہ رکھنے کی تلقین فرمائی ہے، جس کی برکت سے انسان کا نفس اس کے قابو میں رہتا ہے۔

قرآن و سنت کا مطالعہ کرنے کے بعد انسان با آسانی اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ اسلام میں شادی کسی عمر میں بھی ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی تاخیر سے شادی کرنا چاہتا ہے تو یہ اس کا اپنا فیصلہ ہے، لیکن اس کے لیے یہ بات درست نہیں

ہے کہ کم عمری میں شادی کرنے والے لڑکے، لڑکی یا ان کے اہل خانہ کو تنقید کا نشانہ بنائے اس لیے کہ شادیاں بہت سی صورتوں میں اخلاقی جرائم کی روک تھام کا موثر ترین ذریعہ ہیں۔ یہ نسخہ قرونِ اولیٰ کے مقدس اور صاف ستھرے معاشرے کے لوگوں سے کہیں بڑھ کر دورِ حاضر کے انسانوں کو برائی سے بچانے کے لیے کئی مرتبہ مفید اور کارگر ثابت ہو چکا ہے۔

پاکستان میں کم سنی کی شادی کا معاملہ کافی عرصے سے زیرِ بحث ہے۔ کچھ عرصہ قبل اسلامی نظریاتی کونسل نے کم سنی کی شادی کو جائز قرار دیا تھا، جس کے بعد سندھ اسمبلی میں کم سنی کی شادی کے خلاف قرارداد پاس کی گئی۔ قرارداد کے مطابق دلہا اور دلہن کے والدین کو ایسی شادی کرنے کی صورت میں تین سال کی سزا کا سامنا کرنا ہوگا۔ 22 مئی (2014ء) کو دوبارہ اسلامی نظریاتی کونسل نے کم عمری کی شادیوں کو درست قرار دیتے ہوئے رخصتی کے لیے بلوغت کی شرط کو ضروری قرار دیا۔ کم عمری کی شادی کے مسئلے پر بہت سی این جی اوز تحفظات کا شکار ہیں اور وہ اس کو بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی سمجھتی ہیں۔ اس بحث کے حوالے سے معاشرے میں مختلف قسم کی آرا سامنے آتی رہتی ہیں۔ اس صورتحال میں ایسی کتب اور لٹریچر کی ضرورت اور بھی بڑھ جاتی ہے جو عوام الناس کو ہر طرح کی غیر اسلامی اور مغربی ثقافتی یلغار کے مقابلے میں صحیح نہج کی طرف راہ نمائی کرے اور انھیں قرآن و سنت کی مستحکم شاہراہ پر گامزن کرے۔

زیرِ نظر کتاب میں مولف نے اسی مسئلے کو قرآن و حدیث کی روشنی میں نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے اور بین الاقوامی قوانین و دساتیر کی روشنی

میں بھی اس مسئلے کا بخوبی تجزیہ کیا ہے، جس کو پڑھ کر ہر صاحبِ شعور فرد با آسانی یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ ہمارے ہر طرح کے معاشرتی مسائل کا حل اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے ہی میں پنہاں ہے۔ امید ہے کہ یہ کتاب اس موضوع پر ایک سنگِ میل ثابت ہوگی اور بہت سے لوگوں کے فکری و ذہنی مغالطوں کی اصلاح کا سبب بنے گی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں قرآن و سنت کی حکمتوں کو سمجھنے کی توفیق دے۔ آمین یا رب العالمین

حافظ ابنتسام الہی ظہیر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرضِ مولف

الحمد لله رب العالمين، حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه، مباركاً عليه، كما يحب ربنا ويرضاه، وكما ينبغي لكرم وجهه وعز جلاله، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، ولا إله سواه، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله الذي اصطفاه واجتباها وهداه، صلى الله عليه، وعلى آله وصحبه وسلم تسليماً كثيراً إلى يوم الدين. أما بعد:

یہ میرے کتابچے ”اٹھارہ سال سے کم عمر لڑکیوں کی شادی کی روک تھام اور شادی کی عمر متعین کرنے کے لیے قانون سازی کی شرعی حیثیت“ کی دوسری اشاعت ہے جو بحمد اللہ، بڑے تھوڑے وقت میں پہلی اشاعت کے ختم ہونے پر پھر شائع کی جا رہی ہے۔ اس اشاعت میں میں نے نظرِ ثانی کر کے کچھ اضافے بھی کیے ہیں اور اس کی فصلوں کو درج ذیل تقسیم کے مطابق ترتیب دیا گیا ہے:

پہلی فصل: شادی فضیلت (بلندی اخلاق) کا تاج ہے۔

دوسری فصل: شادی کی عمر متعین کرنے اور کم عمری کی شادی سے روکنے کے لیے قوانین سازی کی تاریخ۔

تیسری فصل: کم عمری کی شادی کے جواز پر قرآن کریم کی دلالت۔

چوتھی فصل: کم عمری کی شادی کے جواز پر سنت نبویہ کی دلالت۔

پانچویں فصل: کم عمری کی شادی کے جواز پر صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کے عمل کی دلالت۔

چھٹی فصل: کم عمری کی شادی کے جواز پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد کے علماء رحمہم کے اجماع کی دلالت۔

ساتویں فصل: جلد شادی کرنے کے شرعی اور طبی فوائد۔

آٹھویں فصل: کم عمر لڑکیوں کی شادی پر پابندی لگانے اور شادی کی عمر متعین کرنے میں قانون جاری کرنے کی حرمت کے متعلق عالم اسلام کے معاصر علمائے کرام کے فتویٰ جات اور بیانات۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ لوگوں کو اس اشاعت سے پہلی اشاعت سے بھی زیادہ فائدہ پہنچائے۔ آج ذرائع ابلاغ اس شرعی مسئلے کو ایسے الفاظ، تراکیب اور انداز کے ساتھ پیش کرتے ہیں، جو شریعت کے احکام کا مذاق اڑانے اور جھوٹ اور الزام تراشی پر مبنی نیز حلال کو زنا اور بدکاری کے ساتھ تشبیہ دینے پر مشتمل ہوتے ہیں، اس لیے میں نے اس کو دوبارہ چھاپنا ضروری سمجھا۔

مثال کے طور پر درج ذیل عبارتیں ملاحظہ کریں:

← کم عمر لڑکی کی شادی کو ”زندہ درگور کرنا“ کہا جاتا ہے۔ (الوطن:

۱۴۳۰/۲/۱۱، الجزيرة ۱۴۳۱/۲/۴)

← یہ بچی کو اغوا کر کے اس کے ساتھ کئی سال تک زنا کرنے کی طرح کا جرم

ہے؟! (الوطن: ۱۴۳۰/۵/۲۷)

← یہ زنا بالجبر ہے؟! (الوطن ۱۴۳۱/۲/۱۱، عکاظ: ۱۴۳۱/۲/۲۰)

← یہ شرعی لباس میں زنا بالجبر ہے۔ (عکاظ: ۱۴۳۱/۲/۱۹)

← بچی کے ساتھ زنا بالجبر کرنا تمام قدروں کی پائیمالی سمجھا جاتا ہے، جس کی سزا

حراہہ کی حد تک پہنچ سکتی ہے، کم عمر بچی کے ساتھ شادی کرنا بھی اتنا ہی

۱۲۷۸۲۲

گھناؤنا عمل ہے؟! (الوطن: ۱۴۳۱/۳/۲)

➤ جو شخص اپنی کم عمر بچی کی کسی بڑی عمر کے مرد کے ساتھ شادی کرتا ہے، اس کو فاسق سمجھا جائے، جس کی ولایت اپنے بچوں سے ساقط ہو جاتی ہے؟! (الوطن: ۱۴۳۱/۳/۱)

➤ کم عمر بچی کی شادی کرنا اس کو موت کی سزا دینا ہے اور اس کے مستقبل کی ناکامی یقینی ہے؟! (الوطن: ۱۴۳۱/۲/۲۸)

➤ حج کے لیے ضروری ہے کہ وہ کم عمر بچی کے عقدِ نکاح کو فسخ (ختم) کرے، تاکہ بین الاقوامی معاہدوں کی خلاف ورزی کی جرات نہ کی جاسکے؟! کم عمری کی شادی تمام کم عمر سعودی لڑکیوں کا قتل ہے، اس کے بعد یہ صحافی استدلال کرتے ہوئے کہتا ہے کہ قرآن کہتا ہے: ”وَمَنْ قَتَلَ نَفْسًا فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا“؟! (الوطن: ۱۴۳۱/۳/۲)

جب کہ صحیح آیت اس طرح ہے:

﴿مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا

قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا﴾ [المائدة: ۳۲]

”جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد مچانے والا ہو، قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا۔“

➤ کم عمر لڑکیوں کی شادی کرنا زمانہ جاہلیت کی ظالمانہ رسم ہے؟! (الوطن: ۱۴۳۱/۲/۲۱)

➤ کم عمر لڑکیوں کی شادی غلاموں کی تجارت ہی کی ایک صورت ہے۔^①

① <http://www.alarabiya.net/articles/۱۸/۰۱/۲۰۰۹/۶۴۴۴۶.html>

﴿ 18 سال سے کم عمر لڑکی کے ساتھ شادی کا نظریہ خبیث اور گندا نظریہ ہے، جس کا مطلوب ہدف جنسی انحراف ہے یعنی لواطت کرنا؟! (الوطن:

(۲۲/۲/۱۴۳۱)

﴿ بچوں کے ساتھ بد فعلی (لواطت) کی عادت سعودی عرب میں عام ہے، چنانچہ لوگ کم عمر لڑکیوں کے ساتھ شادی کرنا چاہتے ہیں، تاکہ ان کے ساتھ لواطت کریں، کیونکہ وہ چھوٹے لڑکوں کے مشابہ ہوتی ہیں۔^①

﴿ جو کتاب و سنت اور صحابہ اور بعد کے علمائے امت کے اجماع سے استدلال کرتے ہوئے کم عمر لڑکی کے ساتھ شادی کرنے کے جائز ہونے کا فتویٰ دے، اس کو فتنے باز گمراہ اور گمراہ کن اور جنسی انحراف کی حوصلہ افزائی کرنے والا کہا جاتا ہے۔^②

﴿ حتیٰ کہ ایک مفتی نے یہاں تک کہہ دیا: ”کم عمر لڑکیوں کی شادی اگرچہ قرآن کریم کی اس دلیل:

﴿وَالَّذِي يَأْتِي مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنْ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةَ أَشْهُرٍ وَالَّذِي لَمْ يَحِضْنَ﴾ [الطلاق: ۴]

”تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں حیض سے نا امید ہو گئی ہوں، اگر تمہیں شبہہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی بھی جنہیں حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو۔“

کی روشنی میں جائز اور مباح ہے، لیکن عصر حاضر میں یہ مقبول نہیں۔^③

① <http://www.alarabiya.net/articles/2009/04/20/71089.html>

② <http://www.alarabiya.net/articles/2008/09/22/57048.html>

③ <http://hajjah.net/ini/news.php?action=show&Jid=9688>

کیا ہمیں قرآن و سنت کے محکم احکام میں قبول اور رد کا اختیار ہے؟
﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا
أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
فَقَدْ ضَلَّ ضَلًّا مُّبِينًا﴾ [الأحزاب: ۳۶]

”اور (دیکھو) کسی مومن مرد و عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے
کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا، اللہ تعالیٰ اور اس کے
رسول کی جو بھی نافرمانی کرے گا، وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔“

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ
ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيْ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوا
تَسْلِيمًا﴾ [النساء: ۶۵]

”سو قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ مومن نہیں ہو سکتے، جب تک تمام
آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ
ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ
پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔“

﴿أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا
لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ﴾ [المائدة: ۵۰]

”کیا یہ لوگ پھر سے جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں، یقین رکھنے
والے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے بہتر فیصلے اور حکم کرنے والا کون
ہو سکتا ہے؟“

ان دنوں ہمارے ملک میں بعض صحافیوں اور دیگر افراد کی طرف سے کم عمری

کی شادی کی روک تھام کے لیے قانون سازی کے مطالبے پر بڑے زور و شور سے بحث جاری ہے، جب کہ یہ لوگ ابھی تک کم عمر لڑکے اور لڑکی کی (شادی کی) عمر متعین کرنے پر بھی متفق نہیں ہو سکے۔ بعض نام نہاد علما بھی فقہاء کے نزدیک ایک شاذ قول کو تھام کر ان کی ہم نوائی کر رہے ہیں۔

میں نے اپنے مقالے بعنوان ”حکم تقنین الشريعة الاسلامية“ کی تیسری اشاعت کے ضمیمے میں اس مسئلے کا حکم ذکر کیا تو میرے اساتذہ، علامہ عبدالرحمن بن ناصر البراک اور علامہ عبدالحسن بن حمد العباد البدر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تجویز پیش کی کہ اس کو ”حکم تقنین منع تزویج الصغیرات و تحديد سن الزواج“ کے عنوان سے ایک مستقل کتابچے کی صورت میں الگ سے شائع کیا جائے، لہذا میں نے ان کی تجویز کو قبول کیا اور اس میں بعض اہم اضافے بھی کیے، جیسے علامہ عبدالحسن بن حمد العباد البدر رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دوسرا بیان بھی شامل کتاب کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میرے اس عمل کو عمل صالح قرار دے، اس کو خالص اپنی رضا کے لیے بنائے اور اس میں کسی دوسرے کا کوئی حصہ نہ ہو اور مجھے، میرے والدین، بیوی، اولاد، اساتذہ اور تمام مسلمانوں کو موت تک اسلام اور سنت رسول پر کار بند رکھے۔

نیز اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ دل کو اپنے دین اور فرمانبرداری پر ثابت قدم رکھے، وگرنہ وہ گناہ کا حکم دینے والوں کا شکار ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو نیکی کی توفیق دے اور دین کی محبت دلوں میں ڈال دے۔

عبد الرحمن بن سعد الشثری

۲۱ جمادی الأولى ۱۴۳۱ھ

شادی بلندی اخلاق کا تاج ہے

شادی نبیوں اور رسولوں کی سنت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً﴾

[الرعد: ۳۸]

”ہم آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں اور ہم نے ان سب کو بیوی بچوں والا بنایا تھا۔“

یہ مومنوں کی راہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو بجالاتے ہوئے اس

پر عمل پیرا ہوتے ہیں:

﴿وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ

إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾

[النور: ۳۲]

”تم میں سے جو مرد بے نکاح کے ہوں ان کا نکاح کر دو اور اپنے نیک

بخت غلام اور لونڈیوں کا بھی، اگر وہ مفلس بھی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ

انہیں اپنے فضل سے غنی بنا دے گا، اللہ تعالیٰ کشفادگی والا اور علم والا ہے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سرپرستوں کو حکم دیا ہے کہ ان کی ماتحتی میں

جو بن بیا ہے مرد اور عورتیں ہیں، وہ ان کے نکاح کا بندوبست کریں، اس میں

اولیا کو بالاولی حکم ہے کہ وہ پاک دامنی کے لیے اور بدکاری سے بچنے کے لیے اپنا

نکاح بھی کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی نکاح کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغْضُّ لِلْبَصْرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وَجَاءٌ)) (متفق علیہ)

”اے نوجوانوں کی جماعت! جو تم میں سے شادی کی (مادی اور معنوی) استطاعت رکھتا ہے، وہ شادی کرے، کیوں کہ یہ نظر کو زیادہ نیچا کرنے والی اور شرم گاہ کی حفاظت کرنے والی ہے اور جو اس کی استطاعت نہیں رکھتا، وہ روزہ رکھے، کیوں کہ وہ اس کے لیے ڈھال ہوگا۔“

اس مفہوم کی احادیث کافی تعداد میں ہیں۔ اللہ کے بندوں کی یہ دعا بھی ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا﴾ [الفرقان: ۷۴]

”اور یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔“

اسی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے اس شخص پر نکیر فرمائی، جس نے شادی چھوڑ

کردن کو روزہ رکھنے اور رات کو قیام کرنے کا سوچا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَمَا وَاللَّهِ إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلَّهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ، لَكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ، وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَنِّي فَلَئْسَ مِنِّي)) (متفق علیہ)

”یاد رہے! اللہ کی قسم! تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والا اور

اس سے ڈرنے والا میں ہوں، لیکن میں روزہ رکھتا بھی ہوں، چھوڑتا بھی ہوں، نماز پڑھتا بھی ہوں، سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں۔ اس لیے جس نے میری سنت سے منہ موڑا، تو وہ مجھ سے نہیں۔“

مرد اور عورت دونوں میں اللہ تعالیٰ نے جنسی جبلت اور شہوت رکھی ہے، جس کو صاف ستھرے اور ثمر بار انداز میں تسکین پہنچانے کے لیے شادی دونوں کی اس جبلی ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ یہ اور اس کے علاوہ کئی دیگر فوائد اور مقاصد ہیں جو شادی سے حاصل ہوتے ہیں۔

مسلمانوں میں شادی کی مشروعیت میں کوئی اختلاف نہیں، جس شخص کو زنا اور بدکاری کا مرتب ہونے کا خدشہ ہو، اس کے لیے اصل میں یہ واجب ہے، بالخصوص جب دین کا شعور بہت کم ہو، ترغیبات اور دعوتِ گناہ کے نظاروں کی کثرت ہو اور بندے کو اپنے نفس کو پاک دامن رکھنے کے لیے اور حرام سے بچانے کا لازمی حکم ہو تو اس کی راہ صرف شادی ہے۔

اسی لیے علمائے کرام شادی کرنے والے کے لیے مستحب قرار دیتے ہیں کہ وہ شادی کرتے وقت سنت کی پیروی اور اپنے دین و عزت کی حفاظت کی نیت رکھے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے عورت کو شادی کرنے سے روکنے سے منع کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾ [البقرة: ۲۳۲]

”تو انہیں ان کے خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو۔“

اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے شادی کو بڑی اہمیت دی ہے اور اس کے عقد کو

میثاقِ غلیظ (پختہ عہد) کا نام دیا ہے:

﴿وَ أَخَذْنَ مِنْكُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا﴾ [النساء: ۲۱]

”اور ان عورتوں سے تم نے مضبوط عہد و پیمان لے رکھا ہے۔“

عقدِ نکاح کو جو یہ نام دیا گیا ہے، اس کی تازگی اور خوش نمائی کو دیکھیں، یہ کس طرح دل کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے اور اس کو حرمت اور مکمل توجہ کے مفہوم اور لبادے میں پیش کرتا ہے۔ آج کافروں کے رواج کی پیروی میں بہت سارے مسلمان ممالک میں اس کو ”مقدس عقد“ کہا جاتا ہے، جو کنیسائی لقب ہے، اس کو استعمال کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

شادی ایک شرعی تعلق ہے، جو مرد اور عورت کے درمیان، شرعی عقد کے ذریعے، اس کے ارکان اور شرطوں کو مد نظر رکھ کر جوڑا جاتا ہے۔

شادی کی حکمتیں:

اس کی اہمیت کی بنا پر اکثر فقہا اور محدثین نے اس کو جہاد پر مقدم رکھا ہے، کیوں کہ جہاد مردوں کا کام ہے اور افرادی قوت شادی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ یہ زندگی کو برقرار اور درست سمت پر گامزن رکھنے کے لیے سب سے اعلیٰ مقام کی ترجمانی کرتی ہے، کیونکہ یہ عظیم الشان مصلحتوں، بہت زیادہ حکمتوں اور شریفانہ مقاصد پر مشتمل ہے، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

❖ نسل کی حفاظت:

انسانی معاشرے کی تشکیل کے لیے نسلِ انسانی کی نسل در نسل بقا اور تسلسل کا ہونا از حد ضروری ہے۔ اگر افراد ہوں گے تو شریعت نافذ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ

وَ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَ نِسَاءً
وَ اتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَ الْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ
عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ﴿النساء: ۱﴾

”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور
اسی سے اس کا جوڑا پیدا کر کے ان دونوں سے مرد اور عورتیں کثرت سے
پھیلا دیے۔ اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم آپس میں سوال
کرتے ہو اور رشتے توڑنے سے ڈرو، بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے۔“
نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا
وَ كَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا﴾ [الفرقان: ۵۴]

”اور وہی ہے جس نے پانی (منی) سے انسان کو پیدا کیا، پھر اس کے
نسبی اور سسرالی رشتے ٹھہرائے اور آپ کا رب بڑی قدرت والا ہے۔“
یعنی اللہ تعالیٰ نے آدمی کو ایک حقیر پانی سے پیدا کیا، پھر اس سے اس کی
بہت زیادہ اولاد پھیلا دی، ان کے نسب بنائے، سسرالی تعلقات بنائے، ان کو
علاحدہ اور اکٹھا بنایا اور ان تمام کی تخلیق کا مادہ یہ کمزور اور حقیر پانی ہے۔ پس
اللہ تعالیٰ پاک ہے جو قادر اور بصیر ہے۔

اسی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے شادی کا ایک مقصد نسل کو کثرت کے ساتھ
بڑھانا قرار دیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ، فَإِنِّي مُكَاثِّرٌ بِكُمْ الْأُمَّمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))

(رواہ أحمد)

”ایسی عورت کے ساتھ شادی کرو جو بہت زیادہ پیار کرنے والی اور

بہت زیادہ بچے پیدا کرنے والی ہو، میں قیامت کے دن تمہاری کثرت کے ساتھ دیگر امتوں پر فخر کروں گا۔“

یہ حدیث فضیلت اور بلندیِ اخلاق کے اہم قاعدے کی طرف اشارہ کرتی ہے اور وہ ہے: گھروں میں ٹھہرنا، کیونکہ تکثیرِ نسل بذاتِ خود غیر مقصود ہے، کثرت کے ساتھ جو مقصود ہے وہ ہے اصلاح، تربیت، اچھے اخلاق اور آداب کی چھتر چھایا میں پرورش، تاکہ اولاد خود بھی نیک ہو، امت کی اصلاح کرے، اپنے والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بھی ہو اور ان کی وفات کے بعد ان کی نیک نامی کا باعث بھی، لیکن ایسی اولاد اس عورت سے حاصل ہونا ممکن نہیں، جو گھر میں ٹھہرتی ہی نہیں۔ ہر وقت اس کے پاؤں گردش میں رہتے ہیں، اس کو اپنی گھریلو ذمے داریوں کا کوئی احساس نہیں ہوتا، باپ جانے اور اولاد۔ مرد اور عورت کے اختلافات کا ایک یہ بنیادی سبب بھی ہے۔

۲ عزت و ناموس کا تحفظ:

شرم گاہ کی حفاظت، پاک دامنی کا حصول، گناہوں اور بدکاریوں سے نفرت کھانے اور دور رہنے کی بلند صفت شادی کا ایک اہم مقصد ہے۔ یہ مقصد زنا اور بے پردگی، اختلاطِ مرد و زن اور نظر بازی جیسے وسائلِ زنا کی حرمت کا تقاضا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کاموں کو پامال کرنے پر غیرت کھانے کا مطالبہ کرتا ہے اور ان پر دست درازی روکنے کے لیے باڑ لگانے کا حکم دیتا ہے، جس میں اہم کام عورتوں کو پردے کا پابند بنانا ہے۔ دیکھیے کس طرح یہ دونوں مقاصدِ نکاح مل کر بلندیِ اخلاق کے حصول کے لیے کام کرتے ہیں۔

❖ شادی کے دیگر مقاصد کا حصول:

سکون کا قیام جہاں مرد کو کسی طرح کی بدبختی اور پراگندگی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا اور عورت کو غمِ روزگار اور محنت و مشقت سے کوئی سروکار نہیں ہوتا:

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ [البقرة: ۲۲۸]

”اور عورتوں کو بھی ویسے ہی حق ہیں جیسے ان پر مردوں کے ہیں اچھائی کے ساتھ۔“

دیکھیے! کس طرح عورتوں کی کمزوری مردوں کی طاقت کے ساتھ پیوست ہو جاتی ہے اور دونوں جنسیں مکمل ہو جاتی ہیں۔

❖ شادی تو نگری کا باعث ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَأَنْكِحُوا الْأَيَامِي مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ
إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾

[النور: ۳۲]

”اور تم اپنے میں سے بے نکاح مردوں، عورتوں کے نکاح کر دو اور (ان کے بھی) جو تمہارے غلام اور لونڈیاں نیک ہوں، اگر وہ فقیر ہوں گے تو اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے گا اور اللہ وسعت والا، خوب جاننے والا ہے۔“

شادی مرد و عورت کو بے کاری اور فتنے سے نکال کر عفت اور جدوجہد کی سرگرمی میں مصروف کر دیتی ہے اور جائز طریقے سے خواہش پوری کی جاتی ہے اور ایک دوسرے سے لذت اندوز ہوا جاتا ہے۔

شادی کے ذریعے میاں بیوی دونوں ہی اپنی صلاحیتوں اور خصوصیات کی تکمیل کرتے ہیں، بالخصوص مرد زندگی کا سامنا کرنے اور ذمے داریوں کا بوجھ اٹھانے کے لیے اپنی مردانگی کی تکمیل کرتا ہے۔ شادی کے ذریعے میاں بیوی کے درمیان ایک ایسا تعلق جنم لیتا ہے، جو سراسر محبت، پیار، چاہت، شفقت، ہمدردی اور تعاون پر مبنی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا
إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ
يَتَفَكَّرُونَ﴾ [الروم: ۲۱]

”اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں، تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور مہربانی پیدا کر دی، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً عظیم نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔“

شادی کے ذریعے زندگی پھیل جاتی ہے، جو دیگر رشتے داروں اور سرسرایوں کے خاندانوں تک پہنچ جاتی ہے، جس کا باہمی ربط و تعلق اور تبادلہ فوائد میں بڑا گہرا اثر ہوتا ہے۔ ان کے علاوہ بھی شادی کے بہت زیادہ فوائد ہیں جو شادیوں کی کثرت کے ساتھ بڑھتے جائیں گے، قلت کے ساتھ کم ہوتے جائیں گے اور نہ ہونے کی صورت میں معدوم ہو جائیں گے۔

شادی کے مقاصد پہچان لینے کے بعد اس سے بے رغبتی کے نقصانات واضح ہو جاتے ہیں، جیسے نسل کا مٹ جانا، زندگی کے چراغوں کا گل ہو جانا، شہروں کا ویران ہو جانا، عفت و عصمت کا جنازہ نکل جانا اور برے انجام سے دوچار ہونا۔

شادی سے اعراض کے بنیادی اسباب:

﴿ نئی نسل میں دینی تربیت کی کمی ایک بنیادی سبب ہے، کیونکہ جب نفس کو ایمان کے ساتھ تقویت پہنچائی جاتی ہے تو وہ اس کو پاک دامنی اور شرافت کا لباس پہناتا ہے اور انسان خود بھی اپنے قلب و نفس کو پاک دامن رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا﴾ [الطلاق: ۲]

”اور جو شخص اللہ سے ڈرے تو وہ اس کے لیے (مشکلات سے)

نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے۔“

﴿ بے پردگی، برہنگی اور اختلاطِ مرد و زن کی وبا تیزی کے ساتھ پھیل چکی ہے کہ پاک دامن مرد کو ہر دم یہ فکر دامن گیر رہتی ہے کہ کہیں اس کی بیوی پاک دامنی اور شرافت پر کوئی حرفِ اعتراض بلند نہ کر دے۔ فاجر اور گناہ کے شوقین کے لیے شہوت رانی کے راستے کھلے ہیں، وہ جب چاہے قحبہ خانوں کا رخ کر سکتا ہے۔ کیا زمانہ آچکا ہے کہ نیکی بدی کے پیمانے الٹ چکے ہیں اور الٹی گنگا بہہ رہی ہے۔ اللہ ایسی بد انجامی سے بچائے۔

شادی سے بے رغبتی کے خاتمے کے لیے اقدامات:

شادی میں عدم دلچسپی کی اس لہر کا خاتمہ کرنے کے لیے بے پردگی، برہنگی اور آزادانہ اختلاطِ مرد و زن کے رجحان کو ختم کرنا ضروری ہے، اسی طرح بوڑھی کنواریوں کی تعداد جو روز بروز بڑھ رہی ہے، اس کا بھی کوئی جلد از جلد حل تلاش کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

یہاں مختلف اسلامی ممالک میں شادی کے انتظار میں بیٹھی ہوئی لڑکیوں کے

اعداد و شمار درج کیے جاتے ہیں، جن کی عمر ڈھلتی جا رہی ہے اور وہ بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھ رہی ہیں۔ یہ اعداد و شمار ایک طرف خوفناک ہیں اور دوسری طرف غمناک۔

﴿ جزائر کے قومی ادارہ مردم شماری کے مطابق ۱۰ ملین سے زیادہ عورتیں شادی کی عمر سے گزر چکی ہیں۔

﴿ مراکش ۸ ملین، مصر چار ملین اور سعودیہ ڈیڑھ ملین (سات سال پہلے کی رپورٹ کے مطابق)۔

﴿ تیونس تین سال پہلے کی مردم شماری کی رپورٹ کے مطابق ایک ملین تین لاکھ۔ قطر کل آبادی کی پندرہ فی صد خواتین، کویت اٹھارہ فی صد اور بحرین میں ایسی عورتوں کی تعداد بیس فی صد کی بلند شرح تک جا پہنچی ہے۔

یہ تعداد اور تناسب ان خواتین کا ہے جن کی عمر تیس سال سے تجاوز کر چکی ہے اور عموماً اس عمر کو کنواری عمر رسیدگی کی عمر قرار دیا جاتا ہے، تاہم یہ عمر ہر علاقے میں شادی کی عمر میں اختلاف کے لحاظ سے مختلف ہے۔

یاد رہے کہ وہ عورتیں جو 35 سال سے زیادہ عمر کی ہو چکی ہیں، ان کی تعداد اوپر دیے گئے بعض اعداد و شمار کے تقریباً نصف تک جا پہنچی ہے، یہ اعداد و شمار پرانے ہو چکے ہیں اور ان کی تجدید کی ضرورت ہے۔ ولا حول ولا قوة إلا بالله العلی العظیم^①۔

① 1420ھ کی رپورٹ کے مطابق 30 سال کی عمر والی غیر شادی شدہ سعودی عورتوں کی تعداد ڈیڑھ ملین سے زیادہ ہے۔

دیکھیں: ظاهرة العنوسة۔ أبعاد المشكلة. الأسباب والدوافع (ص: ۵۴) لمحمد صدیق

شادی کی عمر متعین کرنے اور کم عمری کی شادی سے روکنے کے لیے قوانین سازی کی تاریخ

سب سے پہلے عثمانی سلطان محمد رشاد نے کم عمر بچیوں کی شادی کی روک تھام کے لیے قانون سازی کی اور شادی کی عمر متعین کی۔

اس نے 1917ء کو نکاح و طلاق کے عائلی حقوق کا قانون جاری کیا، جس کی شق نمبر 4 کے مطابق: نکاح کی اہلیت کے لیے یہ شرط لگائی جاتی ہے کہ لڑکے کی عمر 18 سال یا اس سے زیادہ ہو اور لڑکی کی عمر 17 سال یا اس سے زیادہ ہو۔^① اس کے بعد بے پردگی، حیا باختگی کی علم برداری اور پاک دامنی کی دشمنی ہدیٰ شعراوی نے 1923ء میں عرب ممالک کو شادی کی عمر مقرر کرنے اور اس کی پابندی کروانے کی دعوت دی۔

ایضاً سعید کہتی ہیں:

”ہدیٰ شعراوی نے 1923ء میں مصری تحریکِ حقوقِ نسواں کی تشکیل کی۔ تحریکِ نسواں کی تشکیل غیر ملکی حلقوں کے لیے بہت زیادہ دل چسپی کا باعث بنی،

① مجلة المنار ۶۳/۲۵ جمادی الآخرة ۱۳۴۲ (تحديد سن الزواج بتشريع قانوني)

لمحمد أمين الحسيني.

حتیٰ کہ بین الاقوامی اتحاد خواتین کی صدر ڈاکٹر ریڈ بھی اس کانفرنس میں شرکت کے لیے آئی اور اس نے امریکی صدر روز ویلٹ کی بیوی کو بھی برقیہ بھیجا (تاریخ بھیجی)۔ اس کانفرنس میں مختلف عرب نسوانی تنظیموں کے لیے ایک دستور وضع کیا گیا، جو اسلام کے منافی تھا۔ اس دستور کی ایک اہم شق یہ تھی کہ تمام عرب علاقوں میں لڑکی کی شادی کی عمر کم از کم سولہ (16) سال مقرر کی جائے اور اس پر عمل درآمد کرنے میں بڑی دقت نظری سے کام لیا جائے۔^①

مغرب پرست طبقے کی اس آواز پر صاد کرتے ہوئے عرب ممالک نے پے در پے کم عمر لڑکیوں کی شادی سے روکنے کے لیے قوانین جاری کرنا شروع کر دیے اور لڑکے اور لڑکی کی شادی کے لیے کم از کم عمر کی تحدید کر دی۔ مثلاً: 1923ء میں، مصری قانون کے ایکٹ نمبر 56 میں ترمیم کرتے ہوئے شادی کی عمر کی تعیین کا اضافہ کیا گیا، اور وہ قانون کچھ اس طرح بن گیا:

﴿ پہلی دفعہ: قانون نمبر 31 مجریہ 1910ء کی دفعہ 101 میں ایک چوتھے فقرے کا اضافہ کیا جاتا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: اگر بیوی کی عمر عقد نکاح کے وقت سولہ سال سے کم ہو اور خاوند کی اٹھارہ سال سے کم ہو تو ہمارے حکم کے بغیر زوجیت کا دعویٰ نہ سنا جائے۔

﴿ دوسری دفعہ: مذکورہ بالا قانون کی شق نمبر 336 میں ایک دوسرے فقرے کا اضافہ کیا جاتا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: ”اگر عقد کے وقت بیوی کی عمر سولہ سال نہ ہو اور خاوند کی عمر اٹھارہ سال، تو عقد کرنے کی اجازت نہیں، اسی طرح ایسی شادی کی تصدیق کی بھی اجازت نہیں جو اس قانون کے

① من طلائع التغریب: ہدی شعراوی (ص ۱۰-۱۳) للشیخ عبدالعزیز الحصین. الناشر

دار الطرفین بالطائف ط ۱ عام ۱۴۲۷ھ

اطلاق سے پہلے کی کیفیت سے استناد کرے۔^①

اس کے بعد مصر میں 1933ء میں قانون نمبر 44 جاری ہوا، جس میں ہے:
دفعہ ۲: جس شخص نے شادی کی قانوناً مقرر عمر کی تصدیق کے لیے قائم
کردہ محکمے کے روبرو عمر کے بارے میں غلط بیانی کی یا غلط تحریری بیان دیا یا جعلی
دستاویز پیش کی، اسی طرح جب جعلی دستاویز یا غلط بیانی کی بنا پر عقد کر دیا گیا تو
ایسے شخص کو زیادہ سے زیادہ دو سال قید کی سزا دی جائے یا زیادہ سے زیادہ 100
جنیہ جرمانہ کیا جائے۔

اسی طرح جو شخص نکاح کے اندراج اور جملہ متعلقہ امور کا قانوناً مجاز ہو
اور اس کو علم ہو کہ ایک فریق کی قانونی عمر پوری نہیں، اس کو قید کی سزا سنائی
جائے یا کم از کم دو سو جنیہ تک جرمانہ کیا جائے۔^②

پھر مصر نے 2008ء میں قانون نمبر 126 جاری کیا۔ اس کی پانچویں شق
واضح الفاظ میں کہتی ہے کہ قانون نمبر 143 مجریہ 1994ء بابت سول کوڈ (شہری
احوال) کی دفعہ نمبر 31 میں اضافہ کیا جائے، جو اس طرح ہے: (دفعہ: 31 مکرر:
لڑکا اور لڑکی کی دونوں میں سے جس کی عمر عیسوی کیلنڈر کے مطابق پورے اٹھارہ
سال نہیں ہو جاتی اس کے عقد نکاح کی تصدیق کرنے کی اجازت نہیں) تصدیق
کے لیے شرط ہے کہ شادی کی خواہش رکھنے والوں کا طبی معاینہ کرایا جائے۔

قومی بیورو برائے زچہ بچہ کے جنرل سیکرٹری نے اشارتاً یہ بات کہی ہے

① مجلة المنار ۲۵/۶۸-۶۹ (تحديد سن الزواج بتشريع قانوني).

نیز دیکھیں: المدخل للفقہ الإسلامی (ص ۱۱۲) للدكتور محمد سلام. دار الكتاب
الحديث. ط ۲ عام ۱۹۹۶ م.

② أحكام الأحوال الشخصية في الشريعة الإسلامية (ص: ۳۴-۳۵). لعبد الوهاب
خلاف. دار القلم. ط ۲ عام ۱۴۱۰ھ.

کہ شادی کی عمر بڑھانے کی وجہ سے شادی سے پہلے طبی معاینے کے التزام کا مطالبہ زور شور سے کیا جاتا ہے۔

﴿ لبنان نے 1938ء کو شخصی احوال کا قانون جاری کیا، اس میں ذکر ہے: آدمی کی شادی کی عمر کی تعیین اٹھارہ سال پورے ہونے کے ساتھ کی جاتی ہے اور عورت کی 17 سال پورے ہونے کے ساتھ۔^①

﴿ شام نے 1953ء میں شخصی احوال کا قانون متعارف کروایا، جس میں ہے: (دفعہ 1:15) شادی کی اہلیت کے لیے عقل اور بلوغت کی شرط ہے۔

دفعہ 16: نوجوان کی شادی کے لیے اہلیت 18 سال مکمل ہونے کے ساتھ مکمل ہوتی ہے اور دو شیزہ کی 17 سال مکمل ہونے کے ساتھ۔

دفعہ 19: اگر لڑکے اور لڑکی کی عمر جو ایک دوسرے کے ساتھ منسوب ہو چکے ہوں، غیر مناسب ہو اور اس شادی میں کوئی مصلحت بھی نہ ہو تو حج کو اختیار ہے کہ وہ اس کی اجازت نہ دے۔^②

﴿ تیونس نے 1956ء میں کوڈ آف پرسنل سٹیٹس (CPS) جاری کیا، جس پر تیونس میں 1957 سے عمل درآمد شروع ہوا۔

اس کی فصل نمبر 18 میں مذکور ہے: ”ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا منع ہے۔ ہر وہ شخص جو شادی شدہ ہو اور پہلی شادی کو ختم کیے بغیر دوسری شادی کرے اس کو ایک سال قید کی سزا سنائی جائے یا وہ دو لاکھ چالیس ہزار فرانک بطور جرمانہ ادا کرے یا دونوں میں سے کوئی ایک سزا دی جائے۔ چاہے نئی شادی قانون کے احکام کے مطابق نہ کی گئی ہو۔“

① دیکھیں: محاضرات فی عقد الزواج وآثاره (ص: ۲۳) لمحمد أبو زهرة. دار الفکر العربی.

② المصدر السابق (ص: ۲۵-۲۶)

چودھویں فصل کے الفاظ: ”میاں بیوی میں سے ہر ایک کے لیے بالغ ہونا ضروری ہے۔“ فصل 21 کے الفاظ: ”اگر میاں بیوی میں سے کوئی ایک نابالغ ثابت ہو تو عقد نکاح فاسد ہو جائے گا۔“^①

تیونس میں عورت کی شادی کی عمر 30 سال تک جا پہنچی ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ اکثر لوگ اس کامیابی پر خوش ہیں اور اس کو مثبت تبدیلی قرار دیتے ہیں۔^② اس کے مقابلے میں دیکھیے کہ 5/3/1973 کو مصری پوپ شنودہ نے اسکندریہ کے مرقس گرجے میں پادریوں اور عیسائی مالداروں کے ایک اجتماع میں شرکت کی اور انھوں نے چند قراردادیں پیش کیں، جن میں ایک یہ تھی: کنیسہ سے وابستہ عیسائی قوم کے لیے خاندانی منصوبہ بندی کی مکمل حرمت، مادی اور معنوی تعاون اور محرکات کے ذریعے آبادی بڑھانے کی ترغیب اور عیسائیوں کے درمیان بروقت شادی کی حوصلہ افزائی جب کہ دوسری طرف مسلمانوں میں خصوصی خصوصی طور پر خاندانی منصوبہ بندی کی وبا پھیلانی جا رہی ہے۔ یاد رہے 65 فی صد سے زیادہ ڈاکٹر اور طبی شعبے سے وابستہ افراد کا تعلق کنیسائی قوم سے ہے۔^③

﴿فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ﴾ [الحشر: ۲]

عقل والو! عبرت حاصل کرو اور ہوش کے ناخن لو!

① جريدة الاستقلال. عدد ۴۹ تاریخ ۱۳۷۶/۲/۲۱. بواسطة: الفتاوى التونسية في القرن الرابع عشر الهجري ۸۹۰/۲. جمع و تحقيق: محمد بن يونس العباسي. دار سحنون ودار ابن الجوزي. ط ۱ عام ۱۴۳۰ھ.

② مجلة البيان عدد ۲۰۳ شهر رجب ۱۴۲۵ (أقوال غير عابرة) لأحمد فهمي.

③ الموسوعة الميسرة في الأديان والمذاهب والأحزاب المعاصرة: ۶۷۴/۲ (القسم الثالث: النصرانية وما تفرع عنها). إشراف وتخطيط ومراجعة: مانع الجهني. الناشر. الندوة العالمية للشباب الإسلامي ط ۴ عام ۱۴۲۰ھ.

﴿ بیروت میں 1974ء میں ایک سیمینار ہوا، جس کا موضوع تھا: ”بین الاقوامی معاہدوں کی روشنی میں عرب قوانین میں عورت کی حالت“ اس میں درج ذیل فیصلے صادر کیے گئے:

(پرنسپل لاز کے میدان میں: 3: ”شادی کی عمر کی حد بندی۔ لڑکی کی عمر 18 سال سے کم نہیں ہونی چاہیے اور لڑکے کی 21 سال۔ عورت کی شادی میں ولی کا اختیار کا عدم۔“ 5: ”ایک سے زیادہ شادیوں کی ممانعت۔“

﴿ اردن نے 1976ء میں پرنسپل لا جاری کیا، جس میں ہے:

دفعہ نمبر 5: ”شادی کی اہلیت کے لیے لڑکے اور لڑکی دونوں کا عاقل ہونا ضروری ہے۔ نکاح کا پیغام دینے والے لڑکے کی عمر مکمل سولہ سال ہونی چاہیے اور جس لڑکی کی طرف پیغام نکاح بھیجا جائے، اس کی عمر مکمل پندرہ سال ہونی چاہیے۔“

دفعہ نمبر 7: ”جس لڑکی کی عمر 18 سال مکمل نہ ہو اور جو اس کو نکاح کا پیغام دے رہا ہو تو وہ اس سے بیس سال سے زیادہ بڑا ہو تو ایسا عقد کرنے کی اجازت نہیں، الا یہ کہ قاضی اس لڑکی کی رضا مندی اور انتخاب معلوم کرے اور اس میں اس کی مصلحت بھی موجود ہو۔“

دفعہ نمبر 34: درج ذیل حالات میں شادی فاسد ہوگی:

(1) اگر لڑکا لڑکی دونوں یا ایک عقد کے وقت اہلیت کی شرطوں پر پورا نہ اترتے ہوں۔

دفعہ نمبر 43: اگر زوجین میں سے کسی ایک کی عمر 18 سال سے کم ہو تو ان کا ایک ساتھ رہنا ممنوع ہے، اگر وہ علاحدہ نہ ہوں اور یہ عدالت میں ثابت ہو جائے تو حج عام قانونی حق کے نام پر ان دونوں کو ایک دوسرے سے علاحدہ کر دے گا۔

فلسطین نے 1976ء میں پرسنل لائن نمبر 61 جاری کیا، جس میں ہے: ”دفعہ نمبر 5: شادی کی اہلیت کے لیے یہ شرط ہے کہ خابط اور مخطوبہ عقل مند ہوں، خابط (پیغام دینے والا) مکمل سولہ سال کا ہو اور مخطوبہ (لڑکی) مکمل پندرہ سال کی۔“

عراق نے 1978ء میں قانون نمبر 21 جاری کیا، جس میں ہے:

دفعہ 4: حج کی اجازت کے بغیر ایک سے زیادہ شادی کی اجازت نہیں، اس میں ہے: ساتویں دفعہ 1: شادی کی مکمل اہلیت کے لیے عقل مند ہونا اور 18 سال کی عمر شرط ہے۔

کویت نے 1984ء میں پرسنل لائن نمبر 51 جاری کیا، جس میں ہے: دفعہ 24 نمبر 1: شادی کی اہلیت کے لیے عقل مند اور بلوغت کی شرط ہے۔

دفعہ نمبر 26: نکاح کے اندراج کے وقت اگر لڑکی کی عمر مکمل 15 سال نہ ہو اور لڑکے کی مکمل 17 سال، تو اس کا اندراج یا تصدیق نہیں کی جائے گی۔

الجزائر نے 1984ء میں عائلی قانون نمبر 84/11 جاری کیا، جس میں ہے: دفعہ 7: مرد اور عورت کی شادی کے لیے اہلیت 19 سال کی عمر میں مکمل ہوتی ہے۔

لیبیا نے 1984ء میں نکاح و طلاق کے احکام کے بارے میں قانون نمبر 10 جاری کیا، جس میں ہے: چھٹی دفعہ: (نمبر 1) شادی کی اہلیت کے لیے بلوغت اور عقل کی شرط ہے، (2) شادی کی اہلیت 20 سال کی عمر میں مکمل ہوتی ہے۔

سوڈان نے 1991ء میں مسلم پرسنل لائن جاری کیا، جس میں ہے: دفعہ 40: (2) دس سال کی عمر سن تمیز ہے۔ (3) تمیز کی عمر تک پہنچ جانے والی لڑکی کا ولی کسی راجح مصلحت کی بنا پر اور شادی میں برابری اور مہر مثل کی

شرط کے ساتھ صرف قاضی کی اجازت کے ساتھ اس کی شادی کرے۔

﴿ عمان نے 1418ھ کو پرسنل لاء جاری کیا، جس میں ہے: دفعہ ۷: شادی کی اہلیت عقل اور اٹھارہ سال کی عمر مکمل کرنے کے ساتھ پوری ہوتی ہے۔

دفعہ: 10: ج: جس کی عمر اٹھارہ سال نہ ہو، اس کی شادی مصلحت معلوم کرنے کے بعد، قاضی کی اجازت سے کی جائے۔

﴿ مراکش نے 19/03/1999 کو عورت کو ترقی کی دوڑ میں شامل کرنے کے لیے ایک قومی پروگرام پیش کیا، جس میں کہا گیا: لڑکیوں کے لیے شادی کی عمر 15 سے لے کر 18 سال تک کر دی گئی اور ایک سے زیادہ شادیاں ممنوع قرار دے دی گئیں۔^①

﴿ متحدہ عرب امارات نے 2005ء میں پرسنل لاء نمبر 28/2005 جاری کیا، (دفعہ نمبر 30: (۱) شادی کی اہلیت عقل اور بلوغت کے ساتھ مکمل ہوتی ہے۔ جو اٹھارہ سال سے پہلے شرعی طور پر بالغ نہ ہو، اس کے لیے بلوغت کی عمر اٹھارہ سال ہے۔ (۲) جو بالغ ہو گیا لیکن مکمل اٹھارہ سال کا نہ ہو اس کی شادی مصلحت معلوم کرنے کے بعد صرف حج کے فیصلے سے ہوگی۔

﴿ قطر نے 2006ء کو فیملی ایکٹ نمبر 22/2006 جاری کیا، جس میں ذکر ہوا ہے: شق نمبر 14: شادی کی اہلیت کے لیے عقل اور بلوغت کی شرط ہے۔ دفعہ نمبر 17: نوجوان کی شادی کی اٹھارہ سال کی عمر تک پہنچنے سے پہلے اور دوشیزہ کی شادی کی 16 سال کی عمر تک پہنچنے سے پہلے تو شق نہ کی جائے، الا یہ کہ ولی اور متعلقہ حج کی طرف سے اجازت ہو اور فریقین کی

① دیکھیں: مجلة البيان عدد ۱۸۹ شهر جمادى الأولى عام ۱۴۲۴ھ۔ مقال: "المرأة

المسلمة بين مواضع التغيير وموجات التغیر". للدكتور فؤاد العبد الكريم.

رضامندی بھی معلوم کر لی جائے۔

﴿ بحرین میں 2007ء میں وزیر عدل نے 45 نمبر فیصلہ جاری کیا، جس کے مطابق: اگر عقد کے وقت زوجہ کی عمر 15 سال نہ ہو اور خاوند کی عمر 18 سال نہ ہو تو ان کے نکاح کے اجرا کی اجازت ہے نہ اس کی تصدیق ہی کی جائے، جب تک کوئی ایسی مجبوری نہ ہو جو اس عمر سے کم عمر افراد کی شادی کو لازمی قرار دے۔ ایسی صورت میں متعلقہ عدالت سے اجازت لینا ضروری ہے۔

﴿ یمن کی پارلیمنٹ میں 2007ء میں شادی کے لیے لڑکی کی عمر 17 سال کی متعین کرنے کے لیے ووٹنگ ہوئی۔

﴿ برما کی بدھ مت حکومت نے مسلمان لڑکیوں کے لیے شادی کی عمر 22 سال متعین کی، شادی کے لیے پولیس کی طرف سے NOC کا حصول اور طویل خاندانی کارروائی سے گزرنا لازمی قرار دیا۔ ایک سے زیادہ شادیوں کی ہر صورت میں قطعی ممانعت کر دی، طلاق یافتہ یا بیوہ کے لیے دوبارہ شادی کرنے کے لیے ایک سال کے انتظار کی شرط عائد کی اور اس کے لیے بھی طویل کارروائی مقرر کی۔ اس سلسلے میں کوئی بھی مخالفت جرم قرار پائی، اس کی سزا جیل بھی ہو سکتی ہے، بھاری جرمانہ بھی یا پھر ملک بدری^①۔

پروفیسر برناڈ لوئیس نے جرمن اخبار دی ویلٹ کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا: یورپ عن قریب عربی مغرب کا حصہ بن جائے گا، پھر اس نے اس کی تائید کرنے والے عوامل کا ذکر کرتے ہوئے کہا: یورپ کے باشندے بہت دیر سے شادی کرتے ہیں اور بہت تھوڑے بچے پیدا کرتے ہیں، لیکن یورپ کے مسلمان بہت

① ملخص نص مشروع تعديل قانون الطفل المصري www.islamonline.net

پہلی عمر میں شادی کرتے ہیں اور بہت زیادہ بچے پیدا کرتے ہیں۔^①

عورت اور مسلمان خاندان کو مغرب زدہ بنانے والی بین الاقوامی کانفرنسیں جنسی آزادی کو جائز قرار دینے کے لیے، غیر قانونی جنسی تعلقات کی حوصلہ افزائی کے لیے، پہلی عمر کی شادی سے روکنے کے لیے اور شادی کی عمر متعین کرنے کے لیے دعوت دیتی رہتی ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

اقوام متحدہ کی عمومی تنظیم کا دسمبر 1954ء کے اجلاس نمبر 9 میں فیصلہ

نمبر 843:

”شادی اور خاندان کے متعلق بعض قدیم روایات، رواج اور شریعتیں اقوام متحدہ کے چارٹر میں بیان کردہ مبادیات اور انسانی حقوق کے بین الاقوامی اعلان کے منافی ہیں، لہذا از سر نو تاکید کی جاتی ہے کہ تمام ممالک پر، جن میں وہ ممالک بھی شامل ہیں جو ابھی تک خود مختار نہیں ہوئے، ان عرفوں، شریعتوں اور قدیم رواجوں کو ختم کرنے کے لیے مناسب تدابیر اختیار کریں، بالخصوص شادی کے انتخاب میں مکمل آزادی کی یقین دہانی کے لیے کام کیا جائے، بچوں کی شادی اور لڑکیوں کی بالغ ہونے سے پہلے منگنی کو کالعدم قرار دیا جائے اور اگر ضروری ہو تو مناسب سزائیں بھی مقرر کی جائیں۔“

دفعہ نمبر 2 میں مذکور ہے:

اس معاہدے میں شامل ممالک شادی کی کم از کم عمر متعین کرنے کے لیے ضروری قانون سازی کرنے کے لیے تدابیر اختیار کریں گے اور لڑکا اور لڑکی میں سے جو بھی اس متعین عمر کو نہ پہنچا ہو، اس کو قانوناً شادی کی اجازت نہ ہوگی،

① دیکھیں: محلۃ البیان عدد ۲۰۳ رجب ۱۴۲۵ مقال (أقوال غیر عابرة) لأحمد فہمی.

جب تک متعلقہ محکمہ سنجیدہ اسباب کی بنا پر اور شادی کے خواہش مند کی مصلحت کو معلوم کر کے عمر کی شرط سے آزاد نہ کر دے۔

﴿ 1965ء میں انسانی حقوق کی تنظیم نے اپنے بیسویں اجلاس میں فیصلہ نمبر 2018 جاری کیا، جس کے مطابق:

”دوسرا قاعدہ: تمام رکن ممالک شادی کی عمر کم از کم پندرہ سال متعین کرنے کے لیے قانون سازی کرنے کے لیے مذاہیر اختیار کریں گے اور یہ کہ جو اس متعین عمر کو نہ پہنچا، اس کو اس وقت تک قانوناً شادی کی اجازت نہ ہوگی، جب تک متعلقہ محکمہ سنجیدہ اسباب کی بنا پر اور شادی کے خواہش مند کی مصلحت کو مد نظر رکھ کر اس شرط سے آزاد نہ کر دے۔^①

﴿ بچوں کے حقوق کے معاہدے میں، جس پر اقوام متحدہ کی عمومی تنظیم نے 20 نومبر 1989ء کو اعتماد کیا، ذکر ہوا ہے: دفعہ نمبر 1: بچہ ہر وہ انسان ہے، جس کی عمر 18 سال سے زیادہ نہ ہو۔

﴿ 1404ء میں میکسیکو میں آبادی کے مسائل کے متعلق ایک بین الاقوامی کانفرنس ہوئی، جس میں ذکر ہوا: جن ممالک میں ابھی تک شادی کی عمر انتہائی تھوڑی ہے، وہاں کی حکومتوں کو شادی کی عمر بڑھانے کے لیے کوششیں کرنی چاہئیں۔^②

﴿ نیروبی میں 1405ھ میں اقوام متحدہ کے تحت، مساوات، ترقی اور امن کے

① <http://medialogue.org/vb/showthread.php?t=۳۲۲۰>

② تقریر المؤتمر الدولي المعني بالسكان/مكسيكو ۱۹۸۴۔

الفصل الأول۔ باء/ثالثاً، الفقرة (۱۶) التوصية ۸ ص ۲۱. بواسطة قضايا المرأة في المؤتمرات الدولية ۱/۱۸۱ للدكتور: فؤاد العبد الكريم وفقه الله. الناشر مركز باحثات ط ۱ عام ۱۴۳۰۔

میدان میں خواتین کے لیے حاصل کی گئی کامیابیوں کا جائزہ لینے کے لیے ایک بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں ذکر ہوا: جن ممالک میں ابھی تک شادی کی عمر انتہائی کم ہے، وہاں کی حکومتوں کو اس عمر کو بڑھانے کے لیے کوششیں صرف کرنی چاہئیں۔^①

← قاہرہ میں 1415ھ میں آبادی اور ترقی کے موضوع پر ایک بین الاقوامی کانفرنس ہوئی، جس میں کہا گیا: حکومتوں کو چاہیے کہ وہ شادی کا پیغام قبول کرنے کے لیے کم از کم قانونی عمر اور شادی کے وقت کم از کم قانونی عمر کے متعلق قوانین کے نفاذ میں بہت زیادہ دقت نظری سے کام لیں۔ حکومتوں کو یہ بھی چاہیے کہ ضرورت کے مطابق اس کم از کم عمر میں اضافہ کرنے کی سوچیں۔ حکومتوں اور غیر حکومتی تنظیموں (NGOS) کو شادی کی کم از کم مقرر کردہ قانونی عمر کے متعلق قوانین نافذ کرنے کے لیے معاشرتی تعاون حاصل کرنے کے لیے بھی جدوجہد کرنی چاہیے۔^②

اس کانفرنس میں یہ بھی کہا گیا: بچوں، نوجوانوں، نوجوانوں، بالخصوص نوجوان لڑکیوں کو بہترین زندگی کو حاصل کرنے کے مقصد کے لیے تیار کرنے کے لیے اور کم عمری کی شادیاں روکنے میں ان کے افرادی تعاون کے زیادہ امکانات کے باعث ان کو اپنی تعلیم جاری رکھنے کے لیے حوصلہ دیا جائے۔^③

1416ھ میں بیجنگ (چائے) میں عالمی خواتین کانفرنس منعقد ہوئی، جس

① الفصل الأول/ثانياً- جيم- الفقرة (١٥٨) ص ٥٧. بواسطة: قضايا المرأة في المؤتمرات الدولية ١/٤٧٩.

② الفصل الرابع- باء/٤- ٢١ ص ٢٩، بواسطة: قضايا المرأة في المؤتمرات الدولية ١/٤٨٢.

③ الفصل السادس- باء/٦- ٧ (ج) ص ٣٦، بواسطة: قضايا المرأة في المؤتمرات الدولية ١/٤٨٢.

میں یہ قرارداد پیش کی گئی: ”سمجھ داری کی کم از کم قانونی عمر کے متعلق قانون سازی کی جائے، ان قوانین کو سختی اور سنجیدگی کے ساتھ نافذ کیا جائے اور ضرورت کے وقت شادی کی کم از کم عمر کو بڑھا دیا جائے۔“^①

نیز اس میں یہ بھی کہا گیا: شادی کی کم از کم قانونی عمر کے متعلق قوانین کے نفاذ کے لیے حکومتوں، بین الاقوامی تنظیموں اور غیر حکومتی تنظیموں کی تکیوں معاشرتی تعاون حاصل کرنے کی کوشش کرے، بالخصوص لڑکیوں کو تعلیم حاصل کرنے کے زیادہ مواقع دیے جائیں۔^②

اس کانفرنس نے 18 سال سے کم عمر کی لڑکی کی شادی کو اس کی عزت لوٹنا قرار دیا، کیونکہ کم عمری کی شادی لڑکی کو اپنی مادی ضروریات کی وجہ سے اپنے خاوند کی ماتحت اور باندی بنا دیتی ہے!؟

یہ رپورٹ کہتی ہے: 18 سال سے کم عمر کی شادی کا ایک اہم نقصان یہ ہوتا ہے کہ لڑکی کی سوچ عورت کے صرف بیوی اور ماں کے روایتی کردار تک محدود رہتی ہے اور وہ اس سوچ اور کردار کو پروان چڑھاتی ہے، اس وجہ سے وہ تعلیم اور پھر کام کو چھوڑ دیتی ہے اور ساری زندگی معاشی اعتبار سے خاوند کی محتاج رہتی ہے۔ یہ وہ کام ہے جس کی وجہ سے عورت خاوند کی مطلق فرمانبردار اور ماتحت بن کر رہ جاتی ہے اور وہ جبر و استحصال کو شامل ہے۔^③

﴿ اکیسویں صدی کے آغاز 2000ء میں نیویارک میں اقوام متحدہ کی خواتین کانفرنس برائے مساوات، ترقی اور امن منعقد ہوئی، جس میں نوخیز لڑکوں

① الفصل الرابع- لام/ ۲۷۴ ص ۱۴۴، بواسطة: قضايا المرأة في المؤتمرات الدولية ۱/ ۴۸۱.

② الفصل الرابع- لام/ ۲۷۵ ص ۱۴۴، بواسطة: قضايا المرأة في المؤتمرات الدولية ۱/ ۴۸۱.

③ www.womanmessage.com

اور نوخیز لڑکیوں کے لیے ابتدائی عمر میں جنسی آزادی اور اباحت کا حق دینے کی دعوت دی گئی، لیکن شادی میں تاخیر کرنے کا کہا گیا۔^①

بچوں کے حقوق کی عالمی تنظیم (یونیسف) نے بین الاقوامی طور پر کم عمری کی شادی کی روک تھام کے لیے آواز بلند کی۔^②

جی ایٹ ممالک کے 2004ء کے سمٹ (سربراہی کانفرنس) میں، جس میں امریکی صدر کی مشرق وسطیٰ کے بارے میں تجویز اور بڑے روڈ میپ کو پیش کیا گیا، کہا گیا: ”عرب معاشروں میں عورتوں کو معاشرتی اور شخصی معاملات میں زیادہ آزادی دے کر اس کی حالت بدلی جائے۔ شادی کی عمر میں اضافہ کیا جائے، شرعی اور قانونی دائرے سے باہر جنسی تعلقات قائم کرنے کی حوصلہ افزائی کی جائے، ایسے قوانین کو کالعدم قرار دیا جائے، جو ایسی پابندی لگاتے ہیں۔ طالب علموں کو اپنی تعلیم مکمل کرنے کے لیے امریکہ میں اور علاقے میں موجود امریکی یونیورسٹیوں میں امریکی نظام تعلیم کے مطابق، تعلیمی وظائف دیے جائیں۔“^③

اقوام متحدہ نے اپنی بین الاقوامی کانفرنسوں اور معاہدوں میں زنا، اسقاطِ حمل، بلکہ ہم جنس پرستی کو قبول کیا ہے اور ان کو ان آزادیوں میں شمار کیا ہے جن کا مطالبہ ضروری ہے اور ان کا دفاع بھی کیا ہے، لیکن اس کے ساتھ

① مجلۃ البیان عدد ۱۷۰. شہر شوال من عام ۱۴۲۲ مقال: (العولمة الاجتماعية للمرأة والأسرة). للدكتور فؤاد العبد الكريم وفقه الله.

② دیکھیں: مجلۃ البیان عدد ۱۸۹ جمادی الأولى ۱۴۲۴ مقال: (المرأة المسلمة بين مواضع التغيير وموجات التغیر). للدكتور: فؤاد العبد الكريم وفقه الله.

③ المصدر السابق.

ساتھ جلد شادی کرنے کی حوصلہ شکنی کی ہے۔^①

شادی کی عمر کی تحدید اور تعین نے کافر ملکوں میں کم عمر لڑکیوں میں زنا کاری کے رجحان کو پھیلانے میں مدد دی ہے۔ برطانیہ میں 50 فی صد کم عمر حاملہ لڑکیاں غیر شادی شدہ ہیں۔ ہمارے شیخ اور عالم جلیل عبدالرحمن البراک کہتے ہیں: یہ تناسب مانع حمل اسباب اختیار کرنے کے باوجود ہے!!

﴿ عورت کے خلاف امتیازی سلوک کو ختم کرنے کی اقوام متحدہ کی ایک ذیلی تنظیم کی، جو مجلس انسانی حقوق کے تابع ہے، یکم فروری 2008 کی رپورٹ میں ذکر ہوا ہے: سعودی عرب میں اسلامی شریعت پر عمل عورتوں کے حقوق کے بین الاقوامی معاہدے (سیڈاو) پر تجاوز نہ کر جائے، جس پر الریاض نے 2000 میں دستخط کیے تھے۔

یہ بین الاقوامی معاہدے مقامی اور اندرونی قوانین پر فوقیت رکھتے ہیں۔ اس تنظیم نے دونوں جنسوں کے درمیان مکمل مساوات کا قانون جاری کیا۔ مرد کو عورت پر نظام وراثت میں جو ترجیح حاصل ہے، اس کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا، شادی طلاق کے معاملے میں خاندان کے قانون کا اقرار کرنے اور شادی کی کم از کم عمر متعین کرنے کا مطالبہ کیا۔^②

اقوام متحدہ کے ادارہ انسانی حقوق کے شعبے عورت کے خلاف تشدد کی ایک ماہر قانون ایکسپین آرٹوک سعودی عرب کی دعوت پر 3 سے لے کر 13 فروری 2008 سعودی عرب آئی اور اس نے کئی شہروں کا دورہ کیا، اس نے جو

① دیکھیں: مجلة البيان عدد ۲۲۰ ذوالحجۃ ۱۴۲۶. كلمة التحرير: (نحن أولى بحقوق المرأة!؟).

② <http://www.swissinfo.ch/ara/swissinfo.htccml?siteset=۸۶۷۹۰۹۳>

رپورٹ پیش کی اس میں کہا:

ایسا قانونی دائرہ کار وضع کرنا جو انسانی حقوق کے بین الاقوامی معیاروں پر پورا اترتا ہو، جو شادی طلاق کے بارے میں فیملی لا اور شادی کی کم از کم عمر متعین کرنے پر مشتمل ہو۔^①

↔ 2008ء میں نیویارک میں بیجنگ +5 کانفرنس ہوئی، جس میں سیڈاو (عورتوں کے خلاف امتیازی سلوک ختم کرنے کی اقوام متحدہ کی ایک ذیلی تنظیم) نے سعودی عرب میں عورت کے حقوق کے حوالے سے 32 مطالبے پیش کیے، جس میں یہ بھی تھا: مرد اور عورت دونوں کے لیے شادی کے لیے کم از کم قانونی عمر کی تحدید، کم از کم قانونی عمر مرد اور عورت دونوں میں برابر ہو اور قانونی سنِ رشد کے مطابق ہو، جس طرح بچوں کے حقوق کے معاہدے کی شقوں میں درج ہے۔^②

↔ 2009ء میں قاہرہ میں اسلامی کانفرنس کی تنظیم اور دیگر غیر ملکی اداروں کی سربراہی میں بچے کے حقوق کے معاہدے پر بیس سال گزر جانے کی خوشی میں ایک کانفرنس منعقد کی گئی، جس میں تمام رکن ممالک کے شرکاء کانفرنس نے شادی کی عمر 18 سال مقرر کرنے کی آواز بلند کی، جو شادی مکمل اجازت اور اس کے اندراج پر مشتمل ہو۔

رکن ممالک کے شرکاء کانفرنس نے یہ مطالبہ بھی کیا کہ اٹھارہ سال سے کم عمر کے مجرموں کو موت کی سزا سے مستثنیٰ قرار دینے کے لیے بھی قانون سازی

^① http://www2.ochr.org/english/press/docs/PressStatement_ar.doc

^② <http://www.amanjordan.org/a-news/wmview.php?Art9291&term>

<http://www.amanjordan.org/a-news/wmview.php?ArtID=۲۳۱۲۱&term>

کرنے کے لیے تدابیر کی جانی چاہئیں اور جس کو عدالت نے موت کی سزا سنا دی ہو، اس پر عمل درآمد کو موخر کر دیا جائے۔^①

امت کے خیر خواہ عالم نبیل علامہ بکر ابو زید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

”یہ منحرف اور گمراہ مطالبات دو نظریات: (1) عورت کی آزادی (2) ”مرد و زن میں مساوات“ کی بنیاد پر ”عورت کو آزاد کرنے“ کے نام پر پیش کیے جاتے ہیں۔ یہ دونوں نظریات ہی مغرب سے آئے ہوئے ہیں اور شرعاً اور عقلاً باطل ہیں، مسلمانوں کا ان دونوں سے کوئی واسطہ نہیں۔ یہ دونوں نظریات ان کو اس راستے پر ڈالنے والے ہیں، جو سراسر خسارے میں ہیں، جنھوں نے اس سے پہلے عالم اسلام کے دیگر دیار و ممالک میں بغاوت اور فتنہ پیدا کیا، ان دونوں نظریات کو سامنے رکھ کر مسلمان خواتین کو فتنے میں مبتلا کرنے اور دین سے دور کرنے کی کوشش کی، ان کے درمیان فحاشی کو پھیلانا چاہا اور ان گمراہ مطالبات کی آواز بلند کرنا شروع کر دی۔

”لوگوں کو ایسے ہی قانون کی لاٹھی کے ساتھ مغرب پسند بنانے کے لیے اور پست اخلاقیوں کے پیچھے ہانکا جاتا ہے اور آج عالم اسلام کی اکثر خواتین کی یہ حالت ہو چکی ہے کہ وہ بے پردگی، بے حیائی، اباحت اور تمام شرعی قیود سے آزادی میں کافر مغربی ممالک کے ساتھ مقابلہ کر رہی ہیں۔ سرکاری اجازت ناموں کے ساتھ زنا خانے کھول دیے گئے ہیں۔ اباحت تو ایک طرف رہی، زانی اور زانیہ

① (إعلان القاهرة حول مساهمة

الشريعة الإسلامية في اتفاقية حقوق الطفل)، جب کہ اس کے بالمقابل جاپانی قانون لڑکی کی بلوغت کی عمر 13 سال مقرر کرتا ہے!!

کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے زنا کاری کے لیے سرکاری نظام مقرر کر دیا گیا ہے، جس کے نتیجے میں حدود کو ساقط کر دیا گیا ہے، زنا عام ہو چکا ہے اور عورت بہت چھوٹی عمر میں اپنی دوشیزگی کھودیتی ہے۔ بلکہ رشتے دار خواتین کے ساتھ زنا کیا جاتا ہے، عورت عورت کے ساتھ شادی کر رہی ہے اور رحم کرائے پر دیے جا رہے ہیں!!

”اس کے نتیجے میں منع حمل کے وسائل عام ہو رہے ہیں، میڈیا زور دار انداز میں اس کو پروموٹ کر رہا ہے، عورتوں کے درمیان جرم کا تناسب بڑھ چکا ہے، ان کی صفوں میں خودکشی عام ہو رہی ہے، کیونکہ وہ اندرونی طور پر ٹوٹ چکی ہیں، اس طرح اس کے نتیجے میں خاندانی منصوبہ بندی کی جا رہی ہے، ایک سے زیادہ شادیوں کی ممانعت کی جا رہی ہے، سڑکوں اور کوڑا دانوں پر بچے پھینکے جا رہے ہیں اور داشتائیں رکھی جاتی ہیں۔

”یہ ملعون صورتحال اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ جس شخص کے ساتھ کوئی عورت ہو اور وہ یہ کہے کہ یہ میری گرل فرینڈ ہے تو اس کو چھوڑ دیا جاتا ہے، لیکن اگر یہ کہے کہ یہ میری دوسری بیوی ہے تو اس پر اس لعنتی قانون کو لاگو کر دیا جاتا ہے۔

”اللہ تعالیٰ نے جو شادی اور نسل کو جائز قرار دیا ہے، وہ قانون میں محدود اور متعین ہے، لیکن جو اللہ تعالیٰ نے داشتائیں رکھنے اور سڑک پر پڑے بچے کو منہ بولا بنانے سے منع کیا وہ قانون میں مطلقاً جائز ہے؟! یہ لوگ اس فرمانِ الہی سے کہاں کھڑے ہیں جو کہتا ہے:

﴿وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ﴾ [النور: ۲]

”ان پر اللہ کی شریعت کی حد جاری کرتے ہوئے تمہیں ہرگز ترس نہیں کھانا چاہیے۔“

”اس اباحت نے انتہائی زیادہ گھٹیا اسباب کی وجہ سے کنواری گھر بیٹھی لڑکیوں اور مطلقہ خواتین کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ کر دیا ہے، قانونی بچوں کی تعداد کم ہو چکی ہے، کیونکہ ماں گھر سے باہر کام میں مصروف رہتی ہے، لیکن زنا کے بچوں کی تعداد بڑھ رہی ہے اور ایسے خبیث امراض جنم لے رہے ہیں کہ ڈاکٹروں کے پاس ان کا علاج ہی نہیں۔

”ان لوگوں نے..... اللہ ان کو پوچھے گا..... مسلمانوں کو مغرب پسند بنا دیا ہے، ان کی عزت اور دین کو لہو لہو کر دیا ہے اور اپنی کافر امت کو خوش کیا ہے، ان کو گناہ گار کیا ہے، ان کو دین سے دور کیا ہے، ان کو ان کے دین حق کا باغی بنا دیا ہے۔ یہودیوں عیسائیوں، بے دینوں، کمیونسٹوں اور دیگر کافروں کی خدمت کی ہے، دونوں دارمل چکے ہیں، اس پست حیوانیت میں، دارالاسلام، دارالکفر کے ساتھ دو قالب یک جان ہو چکا ہے، حتیٰ کہ کوئی مسلمان ان دونوں داروں میں شاید ہی کوئی فرق کر سکے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون۔“^①

﴿ 1430ھ میں اخبارات میں بعض قلم کاروں اور سعودی عرب میں انسانی حقوق کے دفتر کے ذمے داران نے یہ آواز لگانا شروع کر دی کہ کم عمر لڑکیوں کی شادی روکنے کے لیے قانون سازی کی جائے اور شادی کی عمر متعین کی جائے۔^②

﴿ 1431ھ میں سعودی عرب میں انسانی حقوق کے قومی کمیشن نے یہ اعلان کیا کہ اس تنظیم کا کردار ایسی قانون سازی کروانا ہے جو اٹھارہ سال سے کم عمر

① حراسة الفضيلة (ص: ۱۳۴-۱۳۶)

② صحيفة الجزيرة عدد ۱۳۴۵۶ تاریخ ۱۰/۸/۱۴۳۰: (حقوق الإنسان: تنظيم جديد

يقنن زواج الصغيرات).

ہر فرد کی شادی سے نہ صرف ممانعت کرے، بلکہ اس کو جرم بھی قرار دے۔^①

علامہ بکر بن عبداللہ رحمہ اللہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”اٹھارہ سال سے کم عمر کی شادی کو روکنے کے لیے اور شادی کی عمر متعین کرنے کے لیے، بلکہ اس سے بڑھ کر 18 سال سے کم عمر کی شادی کو جرم قرار دلوانے کے لیے قانون سازی کرنے کی آواز اور دعوت کتاب و سنت، صحابہ و تابعین کے عمل اور صحابہ اور علمائے امت کے اجماع کے خلاف ہے۔

”کم عمروں کے حقوق پر توجہ اور ان کی حفاظت اسلام کی خوبیوں میں سے ایک خوبی ہے۔ ان حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ کم عمر لڑکی کی بلوغت سے پہلے ہم پلہ شخص (کفو)^② کے ساتھ شادی کی جاسکتی ہے، جب ایسا کرنے میں کوئی مصلحت ہو، بالخصوص جب وہ اپنے باپ کی سرپرستی اور ولایت میں ہو۔ کتاب و سنت، صحابہ اور تابعین کے عمل اور صحابہ کرام اور ان کے بعد آنے والے علمائے امت کے اجماع کے ساتھ ثابت ہے کہ باپ اپنی نابالغ کم عمر لڑکی کی شادی کرنے کا اختیار رکھتا ہے، اس کی وضاحت آئندہ فصلوں میں کی جائے گی۔

① صحیفۃ عکاظ عدد ۳۱۴۰ تاریخ ۶/۲/۱۴۳۱ھ.

② امام خطابی (ت ۳۸۸) کہتے ہیں: ”کفو“ وہ ہوتا ہے جس کو رد کیا جائے نہ اس سے بے رغبتی کی جا سکے۔“ (غریب الحدیث ۱/۲۹۷، تحقیق عبدالکریم) ابن ابی الدین نے حسن بن صالح سے روایت کیا ہے، وہ کہتا ہے: میں نے ابن ابی لیلیٰ سے ”کفو“ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: ”کفو“ دین اور منصب میں ہم پلہ شخصوں کو کہا جاتا ہے، میں نے کہا: اس سے مال میں برابری بھی مراد ہے؟ کہا: نہیں۔

(کتاب العیال ۱/۲۶۹، تحقیق: نجم خلف، دار ابن القیم ط ۱ عام ۱۴۱۰ھ)

کم عمر لڑکی کی شادی..... قرآن کی روشنی میں

قرآن کریم کم عمر لڑکی کی شادی کرنے کے جائز اور مباح ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ یہ دلائل حسب ذیل ہیں:

پہلی دلیل:

﴿وَالَّذِي يَأْتِي مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنْ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةَ أَشْهُرٍ وَالَّذِي لَمْ يَحِضْنَ﴾ [الطلاق: ٤]

”تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے نا امید ہوگئی ہوں، اگر تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی بھی جنہیں حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو۔“

یہ آیت کریمہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ اس لڑکی کی عدت، جس کو حیض شروع نہیں ہوا، یعنی نابالغ کم عمر، تین مہینے ہے اور عدت طلاق کی وجہ سے ہوتی ہے یا نکاح کی وجہ سے یا پھر فسخ نکاح کی وجہ سے، چنانچہ ثابت ہوا کہ کم عمر کا بڑی عمر کی طرح، نکاح بھی کیا جاتا ہے، اس کو طلاق بھی دی جاتی ہے اور وہ عدت بھی گزارے گی۔

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کا سبب نزول بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اسحاق بن راہویہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں، ابن مردویہ اور بیہقی نے سنن میں ابی بن کعب سے نقل کیا ہے کہ جب عورتوں کی عدت کے متعلق سورت بقرہ کی آیت نازل ہوئی تو مدینے کے چند لوگوں نے کہا: عورتوں کی کئی عدتیں ابھی باقی ہیں جو قرآن میں ذکر نہیں کی گئیں، جیسے: چھوٹی عمر کی لڑکیوں، سن یاس کو پہنچی ہوئی بڑی عمر کی عورتوں اور حاملہ خواتین کی عدت، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: ﴿وَاللّٰی لَمَّ یَحِضْنَ﴾^①

اس آیت کی تفسیر میں علما کے اقوال:

① امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”باب: آدمی کا اپنی کم عمر بچوں کا نکاح کرنا، اس کی دلیل یہ فرمان الہی ہے: ﴿وَاللّٰی لَمَّ یَحِضْنَ﴾ بلوغت سے پہلے ان کی عدت تین ماہ مقرر کی۔“^②

② شیخ المفسرین ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ”﴿وَاللّٰی لَمَّ یَحِضْنَ﴾ ایسے ہی ان لڑکیوں کی عدت جو اتنی چھوٹی ہیں کہ ان کو ابھی حیض آنا بھی شروع نہیں ہوا، جب ان کے خاوند دخول کے بعد ان کو طلاق دے دیں، اس کی تفسیر میں جو ہم نے کہا ہے، اہل تفسیر نے بھی یہی کہا ہے۔“^③

③ امام ابوبکر جصاص حنفی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ”اس کم عمر کی طلاق کے صحیح ہونے کا فیصلہ سنایا جس کو حیض شروع نہ ہوا ہو اور طلاق اسی صورت میں ہوتی

① فتح القدیر ۲۹۲/۵ للشوکانی دار ابن کثیر ودار الکلم الطیب ط ۱ عام ۱۴۱۴ھ۔

② صحیح الإمام البخاری ص: ۹۱۸ (کتاب النکاح) أشرف علی طبعہ الشیخ صالح

آل الشیخ. دار السلام ط ۲ عام ۱۴۲۱ھ۔

③ جامع البیان ۵۳/۲۳ لابن جریر الطبری تحقیق: عبداللہ الترکی. دار ہجر ط ۱ عام ۱۴۲۲ھ۔

ہے جب صحیح نکاح ہوا ہو، لہذا یہ آیت کم عمر کی شادی کے جواز پر مشتمل ہے۔^①

④ امام ابن البطال مالکی کہتے ہیں: ”مہلب نے کہا: علما کا اجماع

ہے کہ باپ اپنی ایسی کم سن بیٹی کا نکاح کر سکتا ہے کہ جس جیسی کے ساتھ جماع نہیں کیا جاتا، اس کی دلیل اس آیت ﴿وَاللّٰی لَمْ یَحِضْنَ﴾ کا عموم ہے اور جس کو پیدائشی طور پر حیض شروع ہی نہ ہوا ہو، اس کی شادی کرنا بھی جائز ہے۔^②

⑤ امام ماوردی شافعی کہتے ہیں: ”امام شافعی نے کہا: اگر ایسی

عورت کو مہینے کے شروع میں یا آخر میں طلاق دے دی جائے جس کو کم عمری کی وجہ سے یا بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو تو وہ دو قمری مہینے عدت گزارے گی، چاہے وہ ایک مہینا انتیس راتیں ہوں یا تیس، تا آنکہ وہ گھڑی آن پہنچے جس گھڑی اس نے اس کو طلاق دی تھی۔ ماوردی نے کہا: یہ ایسے ہی ہے، جیسے انھوں نے کہا، کیونکہ جس کو کم عمری یا سن یا سن تک پہنچ جانے کی وجہ سے حیض نہ آئے، اس کی عدت تین مہینے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاللّٰی یَنْسَنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَائِكُمْ اِنْ اَرْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ
ثَلَاثَةُ اَشْهُرٍ وَاللّٰی لَمْ یَحِضْنَ﴾ [الطلاق: ۴]^③

⑥ امام ابن حزم ظاہری کا قول ہے: ”اگر مطلقہ کو کم عمری، بڑھاپے

یا کسی پیدائشی مرض کی وجہ سے حیض نہ آئے، وہ حاملہ نہ ہو اور اس کے خاوند نے

① احکام القرآن ۳۴۶/۲ لابی بکر أحمد الرزی الحصاص ضبط نصہ: عبدالسلام شاہین. دارالکتب العلمیة ط ۱ عام ۱۴۱۵.

② شرح صحیح البخاری ۲۴۷/۷ لابن بطال ضبط نصہ: یاسر ابراہیم. مکتبۃ الرشد ط ۲ عام ۱۴۲۳.

③ الحاوی الکبیر فی فقہ مذهب الإمام الشافعی ۱۹۳/۱۱ للماوردی تحقیق: علی معوض، وعادل عبدالموجود. دارالکتب العلمیة ط ۱ عام ۱۴۱۹.

اس کے ساتھ مباشرت کی ہو تو اس کی عدت تین ماہ ہے جو اس وقت شروع ہوگی جب اس کو طلاق کا پیغام ملے گا، یا اگر وہ کم عمر ہے تو اس کے گھر والوں کو جب اس کا پیغام ملے گا اس وقت وہ عدت گزارنا شروع کر دے گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَاللَّيْ يئْسَنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنْ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّيْ لَمْ يَحِضْنَ﴾ [الطلاق: ٤]¹

4 سرخسی حنفی کہتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ نے کم عمر کی عدت بیان کی ہے اور عدت کا شرعی سبب نکاح ہے اور یہ کم عمر لڑکی کے نکاح کے تصور کی دلیل ہے۔“²

8 امام ابن قدامہ حنبلی کا قول ہے: ”کم عمر لڑکی کے نکاح کے جواز پر فرمان الہی: ﴿وَاللَّيْ يئْسَنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنْ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّيْ لَمْ يَحِضْنَ﴾ دلالت کرتا ہے۔ اس میں ان کی عدت تین ماہ قرار دی گئی ہے، جن کو حیض نہیں آتا اور تین ماہ کی عدت نکاح کرنے کے بعد طلاق مل جانے کی صورت میں ہوتی ہے یا نکاح فسخ ہو جانے کی وجہ سے، لہذا یہ اس کی دلیل ہے کہ اس کی شادی کی جاسکتی ہے، اس کو طلاق بھی دی جاسکتی ہے اور اس کو اجازت کا حق حاصل نہیں کہ اس کا اعتبار کیا جاسکے۔“³

9 امام نفر اوی مالکی کا قول ہے: ”اگر مطلقہ ان عورتوں میں ہے جن کو کم عمری کی وجہ سے حیض آنا شروع نہیں ہوا، لیکن وہ جماع کی طاقت رکھتی ہیں یا وہ بڑی عمر کی ہے، لیکن اس کو حیض آنا بند ہو چکا ہے، یعنی وہ ستر سال سے تجاوز کر

1) المحلى ٤٥/١٠ لابن حزم تحقيق: البنداري. دار الكتب العلمية بدون ذكر الطبعة وسنة الطبع.

2) المبسوط ٢١٢/٤ للسرخسي دار المعرفة طبعة عام ١٤١٤ هـ.

3) المغني ٣٩٨/٩ لابن قدامة ت ٦٢٠ هـ تحقيق: عبدالله التركي وعبد الفتاح الحلو.

دارمجرط ٢ عام ١٤١٢ هـ.

چکی ہے، تو ایسی صورت میں آزاد عورت کی عدت تین مہینے ہے اور مشہور قول کے مطابق اس کیفیت میں لونڈی کی بھی یہی عدت ہے، اس کی دلیل یہ آیت ہے: ﴿وَالَّذِي يَأْتِي مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنْ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَالَّذِي لَمْ يَحِضْ﴾ یعنی جس کو حیض آنا شروع نہیں ہوا، ان کی بھی یہی عدت ہے۔^①

دوسری دلیل:

﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ

مِنَ النِّسَاءِ﴾ [النساء: ۳]

”اور اگر تمہیں ڈر ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو ان کے بجائے ان عورتوں میں سے جو تمہیں اچھی لگیں، نکاح کر لو۔“

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلَىٰ

عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتِمَى النِّسَاءِ الَّتِي لَا تُوْتُونَهُنَّ مَا

كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ﴾ [النساء: ۱۲۷]

”اور (اے نبی!) لوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ

پوچھتے ہیں، کہہ دیجیے: اللہ خود ان کے بارے میں تمہیں فتویٰ دیتا

① الفواکہ الدوانی ۹۲/۲ للنفاوی ت ۱۱۲۶ھ ضبطہ: عبدالوارث علی. الکتب العلمیة ط ۱ عام ۱۴۱۸ھ.

دیکھیں: شرح العمدة ۴۷۲/۱ لابن تینمة. تحقیق: سعود العطیشان. مكتبة العبيکان ط ۱ عام ۱۴۱۳ھ، عمدة القاري ۱۷۸/۲۰ للعيني ت ۸۵۵ھ ضبطہ عبدالله عمر. دار الکتب العلمیة ط ۱ عام ۱۴۲۱ھ، مرقاة المفاتیح ۲۹۴/۶ للقاري ت ۱۰۱۴ھ تحقیق: صدقي العطار. دار الفكر طبع عام ۱۴۱۴ھ وغیرھا.

ہے اور کتاب کی وہ آیتیں بھی، جو یتیم لڑکیوں کے بارے میں تمہیں
(پڑھ کر) سنائی جاتی ہیں جنہیں ان کا مقرر حق تم نہیں دیتے اور تم
چاہتے ہو کہ ان سے نکاح کر لو۔“

یہ دونوں آیات ”یتیمہ“ کے نکاح کے جواز پر دلالت کرتی ہیں اور ”یتیمہ“
اس بچی کو کہا جاتا ہے جو بلوغت کی عمر کو نہ پہنچی ہو۔ یہ دونوں آیات یتیم عورتوں
کے نکاح کے بارے ہی میں نازل ہوئی ہیں، جس کی دلیل یہ روایت ہے:

عروہ بن زبیر سے نقل کیا جاتا ہے، انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
سے پوچھا: اماں جان! ان آیات کی تفسیر تو بتائیے: ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا
فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے
جواب دیا: اے بھانجھے! یہ وہ یتیم بچی ہے جو اپنے سرپرست کی گود (سرپرستی)
میں ہو تو وہ اس کے حسن اور مال میں رغبت رکھتا ہو، لیکن اس کے حق مہر میں کمی کا
ارادہ رکھتا ہو تو ان کو ان کے نکاح سے منع کر دیا گیا، بجز اس کے کہ وہ ان کو ان
کا پورا حق مہر دینے میں انصاف سے کام لیں اور ان کو حکم دیا گیا کہ ان کے
علاوہ دیگر عورتوں کے ساتھ شادی کر لیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: اس کے بعد لوگوں نے رسول اللہ ﷺ
سے پوچھا تو یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ..... وَتَرْغَبُونَ
أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ﴾ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ حکم نازل کیا کہ یتیم اگر
خوبصورت مالدار ہوتی تو اس کے نکاح میں دل چسپی ظاہر کی جاتی اور اگر وہ
غریب اور کم خوبصورت ہوتی تو اس کو چھوڑ کر دوسری عورت کے ساتھ نکاح کر لیا
جاتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جس طرح وہ جب اس میں عدم دل چسپی

کی بنا پر اس کو چھوڑ دیتے ہیں، ایسے ہی جب وہ اس میں دل چسپی رکھیں تو نکاح کی اجازت صرف اس صورت میں ہے کہ وہ اس کے ساتھ انصاف کریں اور اس کو اس کا پورا حق مہر دیں۔^①

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس صورت میں یتیم عورتوں کے ساتھ شادی کرنے کی اجازت دی ہے کہ وہ ان کا مہر مثل متعین اور ادا کریں اور ان کو مہر مثل کے بغیر ان سے شادی کرنے کی اجازت نہیں، کیوں کہ وہ عورتیں اہل تبرع میں سے نہیں۔^②

یتیمہ کی شادی کتاب و سنت سے ثابت ہے۔^③ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ باپ کے علاوہ ولی (سرپرست) نابالغ کنواری یا رنڈوی کی شادی کر سکتا ہے، کیونکہ حقیقت میں یتیمہ وہ ہوتی ہے جو نابالغ ہو اور اس کا باپ نہ ہو، اس کی شادی کرنے میں یہ شرط عائد کی ہے کہ اس کا حق مہر نہ مارا جائے یا اس میں کمی نہ کی جائے، جو اس سے منع کرتا ہے وہ کوئی قوی دلیل پیش کرے۔“^④

نیز حافظ ابن حجر رحمہ اللہ رقم طراز ہیں: اس آیت میں یتیم بچیوں کی بلوغت سے پہلے شادی کے جواز کا بیان ہے، کیوں کہ بالغ ہو جانے کے بعد

① أخرجه البخاري واللفظ له ص: ٩١٩ (باب تزويج اليتيمة)، ومسلم كتاب التفسير ص ١٣٠٥۔

١٣٠٦. أشرف على طبعه الشيخ صالح آل الشيخ. دار السلام ط ٢ عام ١٤٢١ هـ.

② مجموع الفتاوى ٤٥/٣٢ لابن تيمية جمع: الشيخ عبدالرحمن بن قاسم ت ١٣٩٢ هـ.

③ المصدر السابق (٤٩/٣٢)

④ فتح البخاري بشرح صحيح البخاري ١٩٧/٩ لابن حجر ت ٨٥٢ هـ. حقق الأجزاء

الثلاثة الأولى: الشيخ عبدالعزيز بن باز ت ١٤٢٠ هـ. المطبعة السلفية.

ان کو یتیم نہیں کہا جاتا۔^①

تیسری دلیل:

﴿وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ
إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾

[النور: ۳۲]

”اور تم اپنے بے نکاح مردوں، عورتوں کے نکاح کر دو اور (ان کے بھی) جو تمہارے غلام اور لونڈیاں نیک ہوں، اگر وہ فقیر ہوں گے تو اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے گا اور اللہ وسعت والا، خوب جاننے والا ہے۔“

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”یہ فرمان الہی: ﴿وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ ... وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾ ان کی شادی کرنے کا حکم دیتا ہے۔ علما کا ایک گروہ صاحب حیثیت کے لیے شادی کے وجوب کا قائل ہے اور انہوں نے درج ذیل حدیث کے ظاہر الفاظ سے استدلال کیا ہے:

« يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ

أَغْضُ لِلْبَصْرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ

فَإِنَّهُ لَهُ وَجَاءُ» (أخرجه البخاري و مسلم من حديث ابن مسعود)

”اے نوجوانوں کی جماعت! جو تم میں شادی کی (مادی اور معنوی)

استطاعت رکھتا ہے، وہ ضرور شادی کرے، یہ نظر کو زیادہ نیچا رکھنے

والی اور شرم گاہ کی زیادہ حفاظت کرنے والی ہے، جو اس کی طاقت نہ

رکھے وہ روزہ رکھے، وہ اس کے لیے ڈھال ہوگا۔“

① المصدر السابق (۲۴۱/۸)

سنن میں کئی ایک سندوں سے مروی ہے:

((تَزَوَّجُوا الْوُلُودَ، تَنَاسَلُوا، فَإِنِّي مَبَاهٍ بِكُمْ الْأُمَّمَ، يَوْمَ الْقِيَامَةِ،

وَفِي رِوَايَةٍ، حَتَّىٰ بِالسَّقَطِ))

”زیادہ بچے پیدا کرنے والی سے شادی کرو، نسل بڑھاؤ، میں قیامت

کے دن تمہاری کثرت کے ساتھ دیگر امتوں پر فخر کروں گا۔ ایک

روایت میں ہے ساقط شدہ بچے کے ساتھ بھی۔^①

”ایم“ عربی میں آدم ﷺ کی بیٹیوں میں سے ہر اس مونث کا نام ہے جو

چھوٹی ہو یا بڑی، لیکن اس کا خاوند نہ ہو۔^②

قاضی عیاض کا قول ہے: ”اہل لغت کا اتفاق ہے کہ یہ لفظ ہر اس عورت

پر بولا جاتا ہے جو چھوٹی ہو کہ بڑی، کنواری ہو کہ بیاہی، لیکن اس کا خاوند نہ ہو۔^③

لہذا یہ آیت لڑکی کی شادی کرنے کے جواز پر دلالت کرتی ہے، خواہ وہ

چھوٹی ہو یا بڑی، کنواری ہو یا بیاہی، بالغ ہو یا نابالغ۔^④

امام ماوردی شافعی کا قول ہے: فقہانے نابالغ لڑکی کا نکاح کرنے کے جواز

کا استدلال اس آیت سے کیا ہے: ﴿وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ

مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ

① تفسیر القرآن العظیم ۲۹۷/۳ لابن کثیر ت ۷۷۴ھ دار المعرفة ط ۹ عام ۱۴۱۷ھ۔

② بدائع الصنائع ۳۶۳/۳ للکاسانی ت ۵۷۸ھ تحقیق: محمد تامر و آخرین۔ دار الحدیث

طبع عام ۱۴۲۶ھ۔

③ إكمال المعلم بفوائد مسلم ۵۶۴/۴ للقاضی عیاض ت ۵۴۴ھ۔ تحقیق: یحییٰ

إسماعیل۔ دار الوفاء ط ۱ عام ۱۴۱۹ھ۔

④ عارضة الأحوذی بشرح صحیح الترمذی ۲۵/۵۔ لابن العربی المالکی ت ۵۴۳ھ۔ دار

الکتب العلمیة۔

وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ^①

سعودی فتویٰ کمیٹی کا فیصلہ: اصل یہ ہے کہ لڑکیوں کی شادی کرنا مطلقاً مشروع اور جائز ہے، وہ چھوٹی ہوں یا بڑی، کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾^②

① الحاوي الكبير (٦٦/٩)

② فتاوى اللجنة الدائمة للإفتاء ٢٧/١٨. جواب السؤال الأول والثاني من الفتوى رقم ٨٧٢٦ من المجموعة الأولى برئاسة الإمام ابن باز. جمع: أحمد الدويش. دار العاصمة ط ٣ عام ١٤١٩ هـ.

کم عمر لڑکی کی شادی..... حدیث کی روشنی میں

سنتِ نبویہ کم عمر لڑکی کی شادی کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔ ذیل میں اس کے دلائل ذکر کیے جاتے ہیں:

پہلی دلیل:

((عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: تَزَوَّجُنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِسِتِّ سِنِينَ، وَبُنَيَّ بِي وَأَنَا بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ))^①

① حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ”چھ سال کی عمر میں میری رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ شادی ہوئی، جب میں نو سال کی ہوئی، تب میری رخصتی ہوئی۔

② امام ابن البطل مالکی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ”علما کا اجماع ہے کہ باپ اپنی کم عمر بچیوں کی شادی کر سکتے ہیں، خواہ وہ گود ہی میں ہوں، لیکن ان کے خاوندوں کے لیے ان کے ساتھ اس وقت تک شبِ عروسی منانا جائز نہیں، جب تک وہ

مباشرت کے قابل اور مردوں کو برداشت کرنے کے لائق نہ ہو جائیں۔ اس سلسلے میں ان کے حالات، ان کی طاقت اور خلقت کے اعتبار سے، مختلف ہیں۔

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رسولِ اکرم ﷺ سے شادی ہوئی، تب ان کی عمر چھ

سلسلے میں ان کے حالات، ان کی طاقت اور خلقت کے اعتبار سے، مختلف ہیں۔

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رسولِ اکرم ﷺ سے شادی ہوئی، تب ان کی عمر چھ

سلسلے میں ان کے حالات، ان کی طاقت اور خلقت کے اعتبار سے، مختلف ہیں۔

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رسولِ اکرم ﷺ سے شادی ہوئی، تب ان کی عمر چھ

سلسلے میں ان کے حالات، ان کی طاقت اور خلقت کے اعتبار سے، مختلف ہیں۔

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رسولِ اکرم ﷺ سے شادی ہوئی، تب ان کی عمر چھ

سلسلے میں ان کے حالات، ان کی طاقت اور خلقت کے اعتبار سے، مختلف ہیں۔

سال تھی اور نو سال کی عمر میں ان کی رخصتی ہوئی۔

اس کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو باب: ”آدمی کا اپنے کم عمر بچوں کی شادی کرنا“ میں ذکر کیا ہے۔“

۳ امام ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: ”اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کنواری کی شادی اس کی اجازت کے بغیر کرنے سے روکنا، بالغ لڑکی کے بارے میں ہے جو اجازت کا حق رکھتی ہے، کیونکہ سنت نے باپ کو اپنی کم عمر لڑکی کا نکاح کرنے کا اختیار دیا ہے، جو اجازت کا حق نہیں رکھتی۔“^①

۴ امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”باپ کا اپنی کم عمر کنواری بیٹی کی شادی کرنے کی دلیل، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا صرف چھ سال کی عمر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دے دینا ہے۔ یہ اتنا مشہور واقعہ ہے کہ ہمیں اس کی سند ذکر کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ لہذا جس نے دعویٰ کیا کہ یہ مخصوص ہے اس کی بات قابل توجہ نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ﴾ [الأحزاب: ۲۱]

”یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ (کی ذات) بہترین نمونہ ہے، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ (کی ملاقات) اور یومِ آخرت کی امید رکھتا ہے۔“

ہمارے لیے اسی میں نمونہ ہے، جب تک کوئی ایسی دلیل اور نص نہ ہو، جو اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص نہ کرے۔“^②

۵ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث

① شرح صحیح البخاری لابن بطال (۷/۱۷۲-۱۷۳)

② المحلی (۹/۴۰)

باپوں کے اپنی کنواری لڑکیوں کو مجبور کرنے اور کم عمر بیٹیوں کی شادی کرنے میں اصل اور دلیل ہے۔ علما کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ باپ کے لیے اپنی ایسی کم عمر بیٹی کی شادی کرنا جائز ہے، جس کے ساتھ مباشرت نہیں کی جاتی۔^(۱)

۶ امام اُبی مالکی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ”یہ حدیث باپ کے اپنی بیٹی کی شادی کرنے کی دلیل ہے، اگرچہ وہ مباشرت کی طاقت نہ رکھتی ہو اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔“^(۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہی شریعت سازی ہے اور اس میں اعتراض کرنا قانون ساز (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اعتراض کرنا ہے۔ اللہ ہمیں اس سے اپنی پناہ میں رکھے۔

دوسری دلیل:

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیٹیوں کی شادی کرنا:

- ① حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی حضرت ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کے ساتھ شادی ہوئی۔
- ② حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی شادی عتبہ بن ابولہب کے ساتھ ہوئی۔
- ③ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی عتبہ کے بھائی شیبہ کے ساتھ ہوئی۔

یہ شادیاں بعثت سے پہلے ہوئیں، لیکن ان دونوں کی ابھی رخصتیاں نہیں ہوئی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا دیا، اس وقت ابولہب نے بیٹوں کو حکم دیا تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کو طلاق دے دیں۔ اس کے بعد حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ شادی ہوئی اور انھوں نے ان کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

① إكمال المعلم بفوائد مسلم (۴/۵۷۲)

② إكمال إكمال المعلم (۴/۳۶) للآبي المالكي ت ۸۲۸ھ۔ نسخة مصورة. دار الكتب العلمية.

یہ معلوم ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی ہوئی تب آپ ﷺ کی عمر مبارک 25 سال تھی، جب آپ ﷺ کی بعثت ہوئی تب آپ ﷺ کی عمر 40 سال تھی، جس طرح حدیث کی کتابوں سے ثابت ہے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت زینب، رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہن میں سے بڑی کی عمر قطعی طور پر چودہ سال سے کم تھی، کیونکہ اگر فرض کیا جائے کہ زینب رضی اللہ عنہا، جو سب سے بڑی بیٹی تھی، نبی اکرم ﷺ کی حضرت خدیجہ کے ساتھ شادی کے ایک سال بعد پیدا ہوئی تو بعثت کے وقت ان کی عمر 14 سال سے کم ہو گی۔ یہ تو قیاس کا نتیجہ ہے، لیکن اگر یہ ہو کہ رسول اللہ ﷺ کی عمر جب تیس سال ہوئی، تب حضرت زینب رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں، جس طرح حاکم نے مستدرک میں، ابن عبدالبر اور محب طبری وغیرہ نے ذکر کیا ہے، تو اس سے اس کے سوا اور کیا نتیجہ نکل سکتا ہے کہ دس سال سے کم عمر میں ان کی شادی ہو گئی تھی۔ جب رقیہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں، تب آپ ﷺ کی عمر 33 (تینتیس) سال تھی اور بعثت کے وقت حضرت فاطمہ کی عمر پانچ سال تھی، جس طرح حافظ ابن حجر وغیرہ کا قول ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بیٹیوں کی ولادت کے اعتبار سے ترتیب اس طرح ہے: سب سے بڑی زینب رضی اللہ عنہا، اس سے چھوٹی رقیہ رضی اللہ عنہا، اس سے چھوٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور سب سے چھوٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ اس طرح بھی کہا گیا ہے: زینب کے بعد ام کلثوم، پھر رقیہ، پھر فاطمہ (رضی اللہ عنہن)، لیکن ترجیحی ترتیب پہلی ہی ہے۔ واللہ اعلم۔ بعثت کے وقت ان کی عمریں کچھ اس طرح تھیں:

۱ زینب رضی اللہ عنہا دس سال۔ ۲ رقیہ رضی اللہ عنہا سات سال۔

۳ ام کلثوم رضی اللہ عنہا چھ سال۔ ۴ فاطمہ رضی اللہ عنہا پانچ سال۔

لیکن پہلی تین کی عمریں ان کے عقدِ نکاح کے وقت اس سے بھی کم تھیں،

کیونکہ حضرت فاطمہ کے سواتنیوں کی شادیاں بعثت سے پہلے ہو چکی تھیں۔ اس کے بعد جب بعثت ہوئی تو ابو لہب کے بیٹوں نے رسول اللہ ﷺ کی دونوں بیٹیوں کو طلاق دے دی، جن کے یکے بعد دیگرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح ہوئے۔^①

لہذا رسول اللہ ﷺ کا فعل بھی دلالت کرتا ہے کہ باپ اپنی کم عمر اور نابالغ بیٹی کا نکاح کر سکتا ہے۔

تیسری دلیل:

فاطمہ بنت قیس سے مروی ہے کہ ابو عمرو بن حفص نے اس کو اپنی غیر موجودگی میں طلاق بتہ (تیسری طلاق) بھیج دی، اس نے فاطمہ کے پاس اپنا وکیل جو دے کر بھیجا، جس نے اس کو ناراض کر دیا، تو اس نے جواب دیا: اللہ کی قسم! ہمارے ذمے تمہارا کچھ نہیں۔

وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور اپنا ماجرا سنایا تو آپ ﷺ نے کہا: اس کے ذمے تیرا خرچہ نہیں، آپ ﷺ نے اس کو ام شریک کے گھر عدت گزارنے کا حکم دیا، پھر کہا: اس عورت کے پاس میرے صحابہ آتے جاتے ہیں، تو عبد اللہ بن ام مکتوم کے گھر عدت گزار لے، وہ نابینا ہے، تم اپنے کپڑے اتار سکتی ہو، جب تمہاری عدت پوری ہو جائے تو مجھے بتانا۔ وہ کہتی ہے: جب میری عدت پوری ہو گئی تو میں نے آپ ﷺ سے کہا: معاویہ بن ابوسفیان اور ابو جہم نے مجھ کو پیغام نکاح دیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ابو جہم اپنی کندھے سے لاٹھی نہیں اتارتا اور معاویہ فقیر ہے، اس کے پاس کوئی مال نہیں، تم اسامہ بن زید کے ساتھ شادی کر لو تو میں نے اس کو ناپسند کیا، آپ ﷺ نے پھر کہا: اسامہ کے ساتھ نکاح کر لو، لہذا میں نے اس کے ساتھ

① زواج السيدة عائشة ومشروعية الزواج المبكر والرد على منكري ذلك (ص: ۱۷-۱۸)

لخليل خاطر. دار القبلة ط ۱ عام ۱۴۰۵ھ۔

نکاح کر لیا، اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت خیر کی اور میں اس پر رشک کرنے لگی۔^①
 امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسامہ کی فاطمہ کے
 ساتھ شادی کی، تب اسامہ کی عمر پندرہ سال تھی اور عہد نبوی میں اس کی اولاد بھی
 ہوئی۔ حافظ ابو الفضل عزاقی نے بھی شرح الاحکام میں بڑے مضبوط لہجے میں یہی
 ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی وفات ہوئی تب ان کی عمر انیس سال تھی۔^②

اس حدیث میں ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی جب عدت پوری
 ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے ساتھ شادی کرنے کا
 حکم دیا، جن کی اس وقت عمر پندرہ سال تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں ان کی
 اولاد بھی ہوئی۔ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، اس وقت حضرت فاطمہ
 کے بھائی ضحاک کی عمر چھ سال تھی اور فاطمہ اپنے بھائی سے دس سال بڑی تھی۔^③
 اس اعتبار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت فاطمہ کی عمر سولہ سال
 ٹھہری اور حضرت اسامہ کی انیس سال اور جب ان دونوں کی شادی ہوئی تب
 فاطمہ کی عمر بارہ سال تھی، تو جب اس کی پہلی شادی ہوئی تب اس کی کتنی عمر ہوگی؟
 قطعی طور پر بارہ سال سے کم ہی ہوگی۔ یہ واقعہ بھی دلالت کرتا ہے کہ اٹھارہ سال

① أخرجه مسلم ح ۳۶۹۷ ص: ۶۳۹ (باب المطلقة البائن لانفقة لها)

② إسعاف المبطل برجال الموطأ ص ۱۴ للسيوطي ت ۹۱۱ھ. تحقيق: موفق جبر. دار
 الهجرة بدمشق ط ۱ عام ۱۴۱۰ھ.

③ ويكفي: المتفق والمفترق ۱۲۲۷/۲ رقم ۶۸۷ للخطيب البغدادي ت ۴۶۳. تحقيق:

محمد الحامدي. دار القادري ط ۱ عام ۱۴۱۷ھ، جامع التحصيل في أحكام المراسيل

ص ۱۹۹ رقم ۳۰۳ للحافظ العلائي ت ۷۶۱ھ. تحقيق: حمدي السلفي دار عالم الكتب

ط ۲ عام ۱۴۰۷ھ.

سے کم عمر میں شادی کرنا جائز ہے اور یہ رسول اللہ ﷺ کا خاصا نہیں۔

چوتھی دلیل:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چند نوجوان تھے، ہمارے پاس کچھ نہیں تھا، آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا: ”اے نوجوانوں کی جماعت! جو تم میں سے شادی کی (مادی اور معنوی) طاقت رکھتا ہے، وہ ضرور شادی کرے، یہ نگاہ کو نیچا کرنے والی اور شرم گاہ کی زیادہ حفاظت کرنے والی ہے اور جو اس کی استطاعت نہیں رکھتا، وہ روزہ رکھے، وہ اس کے لیے ڈھال ہوگا۔“^①

ہمارے شیخ علامہ عبدالرحمن البراک رحمہ اللہ کہتے ہیں: ”اس حدیث میں اگرچہ نوجوان مردوں سے خطاب کیا گیا ہے، لیکن اس کے مفہوم میں عورتیں بھی شامل ہیں، لہذا لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کو اس وصیتِ نبوی پر عمل کرتے ہوئے شادی میں جلدی کرنی چاہیے، تاکہ نکاح کے شرعی فوائد حاصل کیے جائیں۔“

اس حدیث میں نبی محترم ﷺ نے نوجوانوں کو شادی کی ترغیب دی ہے، اور نوجوان کا لفظ بالغ اور تیس سال سے کم عمر شخص کے لیے بولا جاتا ہے۔^②

نوجوان پندرہ سال سے پہلے بھی بالغ ہو سکتا ہے، اس طرح یہ حدیث اٹھارہ سال سے کم عمر کے لیے شادی کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہے۔ واللہ اعلم۔

① أخرجه البخاري واللفظ له، ج: ٥٠٦٦، ص: ٩٠٧ (باب من لم يستطع الباء، فليصم)، ومسلم ٣٤٠٠ ص ٥٨٦ (باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه إليه ووجد مؤنة، واشتغال من عجز عن المؤن بالصوم)

② شرح صحيح مسلم ١٧٣/٩ للنووي ت ٦٧٦ هـ. ط ١ عام ١٣٤٧ هـ. المطبعة المصرية بالأزهر.

کم عمری کی شادی اور صحابہ و تابعین کا عمل

صحابہ اور تابعین کا عمل کم عمری کی شادی کرنے کے جواز پر دلالت کرتا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”کئی ایک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی بیٹیوں کی کم عمری میں شادی کی۔“^①

مثال کے طور پر ہشام بن عروہ نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے:

① زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لائے، وہیں حضرت زبیر کو بیٹی پیدا ہونے کی خوشخبری دی گئی تو قدامہ بن مظعون نے ان سے کہا: میری اس کے ساتھ شادی کر دیں، حضرت زبیر نے اس سے کہا: تم خود اس حالت میں ہو اور اس چھوٹی سی بچی کا کیا کرو گے؟ اس نے جواب دیا: اگر میں زندہ رہا تو زبیر کی بیٹی میری بیوی ہوگی اور اگر فوت ہو گیا تو مجھے خوشی ہوگی کہ وہ میری وارث بنے گی۔ وہ کہتے ہیں: تو زبیر نے اس کی اس کے ساتھ شادی کر دی۔^②

① الأم ۱۱۸/۹ للشافعی ت ۲۰۴. تحقیق: علی محمد وعادل أحمد. دار إحياء التراث العربی. طبع عام ۱۴۲۲ھ.

② أخرجه محمد بن الحسن ت ۱۸۹ھ في كتاب الحجة على أهل المدينة ۳/۵۰۲-۵۰۴. تحقیق: مہدی قادری. عالم الکتب ط ۳ عام ۱۴۰۳. وسعيد بن منصور ت ۲۲۷ھ. في سننه ۱/۱۷۴ ح ۶۳۹ بإسناد صحيح. تحقیق: حبيب الرحمن الأعظمي ت ۱۴۱۲ھ. ←

❖ علامہ ابن ہمام حنفی کا قول ہے: ”قدامہ بن مظعون نے حضرت زبیر کی بیٹی سے اسی دن شادی کی جس دن وہ پیدا ہوئی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کو علم تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کرنا، آپ ﷺ کی خصوصیت نہیں تھی۔^①

❖ عکرمہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی چھوٹی سی بیٹی کی، جو بچیوں کے ساتھ کھیلتی تھی، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ شادی کی۔^②

❖ یہ دونوں واقعات یعنی حضرت قدامہ کا حضرت زبیر کی بیٹی سے شادی کرنا اور حضرت عمر کا حضرت علی کی بیٹی کے ساتھ شادی کرنا صحابہ کے درمیان مشہور تھے اور کسی ایک نے ان کی مخالفت نہیں کی، لہذا یہ ان کا اجماع تھا۔^③

❖ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک چھوٹی بیٹی کی عروہ بن زبیر کے ساتھ شادی کی۔ عروہ بن زبیر نے اپنی بھتیجی کی اپنے بھانجے کے ساتھ شادی کی اور وہ دونوں کم عمر تھے۔

↩ دارالکتب العلمیہ ط ۱ عام ۱۴۰۵، وابن أبي شيبة ت ۲۳۵ھ بإسناد صحيح (۱۷/۴ ح ۱۷۳۳۳) (ما قالوا في الرجل يزوج الصبية أو يتزوجها)، وينظر: المحلى ۱۵۴/۹، المغنى ۳۹۸/۹.

① شرح فتح القدير ۱۷۲/۳ لابن الهمام الحنفي ت ۶۸۱ھ۔ دارالکتب العلمیہ بدون ذکر رقم الطبعة وسنة الطبع.

② أخرجه عبدالرزاق ت ۲۱۱ھ (۱۶۲/۶-۱۶۳) ح ۱۰۳۵۱ھ (باب نکاح الصغیرین) تحقیق: الأعظمي. المکتب الإسلامي ط ۲ عام ۱۴۰۳، وابن أبي شيبة بإسناد صحيح ۱۷/۴ ح ۱۷۳۳۵ (ما قالوا في الرجل يزوج الصبية أو يتزوجها). قال الشيخ عبدالله بن عبدالعزيز الجبرين: (زواج عمر رضي الله عنه بأم كلثوم بنت علي رضي الله عنه ثابت مشهور، رواه بعض العلماء بأسانيد جيدة) مجلة البحوث الإسلامية ۲۵۵/۳۳ (بحث: ولاية تزويج الصغیرة).

③ الأقوال الشاذة في بداية المجتهد (ص: ۴۷۲) لصالح الشمراني. مكتبة دار المنهاج ط ۱ عام ۱۴۲۸.

❖ ایک آدمی نے اپنی چھوٹی بیچی عبداللہ بن حسن کو ہبہ کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی اجازت دی۔

❖ حضرت عبداللہ بن مسعود کی بیوی نے اپنی ایک چھوٹی بیچی کی میسب بن نخبہ کے بیٹے کے ساتھ شادی کرادی تو حضرت عبداللہ نے اس کی اجازت دی۔^①

❖ ہشام بن عروہ سے مروی ہے کہ میرے والد نے اپنی چھوٹی بیچی کی شادی کی تو اس کی عمر پانچ سال تھی اور لڑکے کی عمر چھ سال، وہ فوت ہو گیا، تو اس کو اس کی وراثت سے چار ہزار دینار کے قریب رقم ملی۔^②

❖ ابن الجوزی، سوید بن غفلہ بن عوسجہ بن عامر تابعی کے حالات قلم بند کرتے ہوئے لکھتے ہیں (یہ تابعی رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اسلام لائے لیکن آپ ﷺ کی زیارت سے محروم رہے): سوید عمر رسیدہ اور طاقتور آدمی تھا، اس نے سولہ سال کی عمر میں شادی کی، وہ جمعہ میں حاضر ہوتا، رمضان میں اپنی جماعت کی امامت کرواتا، اس سال یعنی 81 ہجری کو یا اس کے ایک سال بعد اس کی وفات ہوئی، اس وقت اس کی عمر 128 سال تھی۔^③

اس طرح صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کے عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ کم عمر کے ساتھ شادی کرنے کی اجازت اور اباحت نبی مکرم ﷺ کے لیے خاص نہیں تھی، آپ ﷺ نے یہ شادی امت کے لیے قانون سازی کرتے ہوئے کی اور بہترین زمانے والوں نے آپ ﷺ کی اقتدا کی۔

① المبسوط (۲۱۲/۴) للسرخسي.

نیز دیکھیں: مصنف عبدالرزاق ۱۶۴/۶ ح ۱۰۳۵۸ (باب نکاح الصغیرین)، و مصنف ابن

ابی شیبہ ۱۷/۴ ح ۱۷۳۳۴ (ما قالوا فی الرجل یزوج الصبیة أو یتزوجها).

② أخرجه عبدالرزاق فی المصنف ۱۶۵/۶ ح ۱۰۳۵۹ (باب نکاح الصغیرین)

③ المنتظم فی تاریخ الملوك والأمم (۲۲۸/۶) لابن الجوزي ت ۵۹۷ھ. تحقیق: محمد

مصطفیٰ عطا. دار الکتب العلمیة ط ۱ عام ۱۴۱۲ھ.

صحابہ کرام اور بعد والے کے علما کا کم عمر کی شادی کے جواز پر اجماع

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد علمائے امت کا نابالغ کم عمر بچی کی شادی کے جواز پر اجماع ہے، اس اجماع کا ذکر کرنے والے درج ذیل علما ہیں:

✽ علامہ کاسانی حنفی کا قول: ”کنواری (کی شادی) کا جواز نبی اکرم ﷺ کے فعل اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع سے ثابت ہے۔“^①

✽ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”جب کم عمر بالغ ہو جائے تو اس کی اجازت کے بغیر کوئی اس کا نکاح نہ کرے، کیونکہ وہ تکلیف کی عمر کو پہنچ چکی ہے، لیکن اگر وہ چھوٹی ہو تو پھر وہ اس کی رضا مندی کے بغیر اس کی شادی کر سکتا ہے، کیونکہ اس کی اجازت اور رضا مندی کوئی معنی نہیں رکھتی (اس کو حق اجازت حاصل نہیں) اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔“^②

✽ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا قول: ”باپوں کا چھوٹی بچیوں کا پہلے نکاح کر دینا

① بدائع الصنائع (۳/۳۷۶)

② أحكام القرآن (۳/۵۰۶) لأبي بكر محمد بن عبدالله المعروف بابن العربي

ت ۵۴۳ھ۔ تحقیق: محمد عطا۔ دار الکتب العلمیة ط ۳ عام ۱۴۲۴ھ۔

اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ یہ نکاح ان کے لیے جائز ہے۔^①

✿ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا: ”کیا چھوٹی بچی کا نکاح اس کا باپ کر سکتا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: لوگوں میں اس میں کوئی اختلاف نہیں، وہ اس سے رجوع نہیں کر سکتی۔“^②

✿ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”ہمیں اس میں لوگوں کا اختلاف معلوم نہیں کہ جب نابالغ چھوٹی بچی کا خاوند فوت ہو جائے تو اس کی وہی عدت ہے جو بڑی عمر کی عورت کی عدت ہے۔“^③

✿ امام مروزی شافعی کا قول: ”اہل علم کا اجماع ہے کہ باپ کا اپنی چھوٹی عمر کے بیٹے اور بیٹی کی شادی کرنا جائز ہے۔ جب ان کو ادراک ہو جائے (وہ سنِ رشد کو پہنچ جائیں) تو ان کے پاس اختیار نہیں ہوگا، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کیا، تب ان کی عمر چھ سال تھی اور نو سال کی عمر میں ان کی رخصتی ہوئی۔ متعدد صحابہ نے بھی اس کو جائز کہا ہے، جیسے: حضرت عمر، علی، ابن عمر، زبیر، قدامہ بن مظعون، عمار اور ابن شبرمہ رضی اللہ عنہم۔“^④

✿ امام ابن الممذر شافعی کا قول: ”علما کا اجماع ہے کہ باپ کا اپنی چھوٹی کنواری لڑکی کا نکاح کرنا جائز ہے، جب اس کا خاوند اس کا ہم پلہ ہو اور ان کا

① اختلاف الحدیث (ص: ۵۱۷) للإمام الشافعی. تحقیق: عامر حیدر. مؤسسة الکتب الثقافیة ط ۱۴۰۵ھ.

② مسائل الإمام أحمد بن حنبل بروایة ابنہ صالح (۳/۱۲۹ رقم ۱۴۹۱) تحقیق: فضل الرحمن. الدار العلمیة عام ۱۴۰۸ھ.

③ المصدر السابق (۲/۱۴۷ رقم ۷۱۳)

④ اختلاف العلماء (ص: ۱۲۵) للمروزی ت ۲۹۴ھ. تحقیق: صبحی السامرائی. عالم الکتب ط ۱ عام ۱۴۰۵ھ.

اس پر بھی اجماع ہے کہ باپ کا اپنے کم عمر لڑکے کا نکاح کرنا جائز ہے۔^①

❁ امام مہلب مالکی (ت: ۴۳۵ھ) کا قول: ”علما کا اجماع ہے کہ باپ کا اپنی ایسی چھوٹی عمر کی بچی کی شادی کرنا جائز ہے جو مباشرت کے قابل نہیں ہوتی، اس کی دلیل اس آیت ﴿وَالَّذِينَ لَمْ يَحْضُنْ﴾ کا عمومی معنی ہے اور جس کو پیدائشی حیض نہ آئے اس کا نکاح کرنا بھی جائز ہے۔^②

❁ امام ابن البطل مالکی کا قول: ”علما کا اجماع ہے کہ باپ کے لیے اپنی چھوٹی عمر کی بچیوں کی شادی کرنا جائز ہے، گو وہ گود میں ہوں، لیکن ان کے خاوندوں کے لیے ان کے ساتھ اس وقت تک شبِ عروسی منانا جائز نہیں جب تک وہ مباشرت کے قابل یا مردوں کو برداشت کرنے کے لائق نہ ہو جائیں، اس میں ان کی حالتیں اور ان کی طاقتیں خلقت کے اعتبار سے مختلف ہیں۔“^③

❁ امام ابو الولید باجی مالکی کا قول: ”جہاں تک کم عمر بچی کی بات ہے تو اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ باپ اس کو مجبور کرنے کا اختیار رکھتا ہے اور اس کے لیے اس کا نکاح کرنا بھی جائز ہے۔“^④

❁ حافظ ابن عبدالبر مالکی کا قول: ”علما کا اجماع ہے کہ باپ اپنی کم عمر بچی کی شادی کر سکتا ہے اور وہ اس سے مشورہ کرنے کا پابند نہیں، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ

① الإجماع (ص: ۱۰۳ رقم ۳۹۰ و ۳۹۱) لأبي بكر محمد بن إبراهيم بن المنذر ت ۳۱۸ھ. تحقيق: صغير حنيف. مكتبة الفرقان ومكتبة مكة الثقافية. طبع عام ۱۴۲۴ھ.

② شرح صحيح البخاري لابن بطال (۲۴۷/۷)

③ المصدر السابق (۱۷۲/۷-۱۷۳)

④ المنتقى شرح موطأ الإمام مالك (۲۱/۵) للباجي ت ۴۹۴ھ. تحقيق: محمد عطاء.

دار الكتب العلمية ط ۱ عام ۱۴۲۰ھ.

نے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی، تب ان کی عمر محض چھ سال تھی۔^①

✽ امام بغوی شافعی کا قول: ”اہل علم کا اتفاق ہے کہ باپ اور دادے کے لیے کم عمر کنواری لڑی کا نکاح کرنا جائز ہے، اس کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ان کے ساتھ شادی کی تب ان کی عمر سات سال تھی۔“^②

✽ امام ابن العربی مالکی کا قول: ”کم عمر کنواری کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ مسلمانوں کے درمیان اپنے نفس کے بارے میں ولی سے زیادہ حق رکھتی ہے، یعنی اس کا باپ اس کی شادی کر دے اور اس کی طرف توجہ نہ کرے، کیوں کہ اس میں کوئی قابل توجہ امر نہیں۔“^③

✽ قاضی عیاض کا قول: ”علما کے درمیان اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں کہ باپ اپنی ایسی کم عمر بچی کی شادی کر سکتا ہے، جس کے ساتھ مباشرت نہیں کی جاتی۔“^⑤

✽ امام ابن ہبیرہ حنبلی کا قول: ”علما کا اتفاق ہے کہ باپ اپنی بیٹیوں میں کنواری کم عمر کی شادی کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔“^⑤

① التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد (٩٨/١٩) لابن عبد البر ت ٤٦٣ هـ. تحقيق: سعيد أعراب وآخرين. بدون ذكر رقم الطبعة وسنة الطبع.

② شرح السنة (٣٧/٩) للحسين بن مسعود البغوي ت ٥١٦ هـ. تحقيق: شعيب الأرنؤوط وزهير الشاويش. المكتب الإسلامي ط ٢ عام ١٤٠٣ هـ.

③ عارضة الأحوذی (٢٥/٥-٢٦)

④ إكمال المعلم بفوائد مسلم (٥٧٢/٤)

⑤ الإفصاح (٩٠/٢) للوزير ابن هبيرة ت ٥٦٠ هـ. تحقيق: محمد فارس. دار الكتب العلمية ط ١ عام ١٤١٧ هـ.

✽ امام ابن رشد مالکی کا قول: ”علما کا اجماع ہے کہ باپ نابالغ کنواری کو مجبور کر سکتا ہے۔“^①

✽ امام موفق بن قدامہ حنبلی کا قول: ”باپ بلا اختلاف اپنی کم عمر کنواری کی شادی کا اختیار رکھتا ہے، کیونکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شادی کی، تب ان کی عمر چھ سال تھی اور انھوں نے ان سے اجازت بھی نہیں لی تھی۔“^②

✽ نیز انہی کا کہنا ہے: ”علما کا اجماع ہے کہ آزاد مسلمان غیر حاملہ عورت کا خاوند اگر فوت ہو جائے تو وہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ، بڑی بالغ ہو یا چھوٹی نابالغ، اس کی عدت چار ماہ اور دس دن ہے اور اس کی دلیل یہ آیت ہے:“

﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذُرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ

بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا﴾ [البقرة: ۲۳۴]

”اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ چار ماہ دس دن اپنے آپ کو انتظار میں رکھیں۔“^③

✽ امام قرطبی مالکی کا قول: ”اگر وہ کم عمر ہو تو وہ اس کی رضا مندی کے بغیر اس کی شادی کر سکتا ہے، کیوں کہ اس کی اجازت اور رضا مندی کی کوئی حیثیت نہیں، اس میں کوئی اختلاف نہیں۔“^④

① بداية المجتهد (۱۴/۲) لابن رشد ت ۵۹۵ھ۔ تحقیق: القاضي وآخرین۔ مكتبة الباز بمكة طبع عام ۱۴۱۵ھ۔

② الكافي (۲۴۳/۴) لابن قدامة ت ۶۲۰ھ۔ تحقیق: عبدالله التركي۔ دار هجر ط ۱ عام ۱۴۱۸ھ۔

③ المغني (۲۲۳/۱۱)

④ الجامع لأحكام القرآن (۱۸۰/۱۳) للقرطبي ت ۶۷۱ھ۔ دار الكتب العلمية طبع عام ۱۴۱۳ھ۔

✽ امام نووی شافعی کا قول: ”(باب: باپ کا کم عمر کنواری کا نکاح کرنے کا جواز) اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث ہے جس میں وہ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے میرے ساتھ چھ سال کی عمر میں شادی کی اور جب میری رخصتی ہوئی تب میری عمر نو سال تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے سات سال کی عمر میں ان کے ساتھ شادی کی۔“

”یہ حدیث باپ کے اپنی کم عمر بیٹی کی اس کی اجازت کے بغیر شادی کرنے کے جواز میں صریح ہے، کیونکہ اس کی اجازت نہیں اور ہمارے نزدیک دادا باپ کے مانند ہے۔ مسلمانوں نے اس حدیث کی بنا پر کنواری کم عمر کی شادی کرنے کے جواز پر اجماع کیا ہے۔ جب وہ بالغ ہو جائے تو امام مالک، شافعی اور تمام فقہائے حجاز کے نزدیک اس کے پاس فسخ نکاح کا اختیار نہیں ہوگا۔“^①

✽ امام ابو الفرج بن قدامہ حنبلی کا قول: ”عورتوں کے باب میں باپ اپنی کم عمر کنواری کی، جو نو سال کی نہ ہو، شادی کرنے کا اختیار رکھتا ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں، جب وہ اس کا نانا ہم پلہ کے ساتھ جوڑے۔“^②

✽ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا قول: ”کسی کے لائق نہیں کہ وہ عورت کی شادی اس کی اجازت کے بغیر کرے، جس طرح نبی ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے، اگر وہ ناپسند کرے تو اس کو نکاح پر مجبور نہ کیا جائے، سوائے کنواری کم عمر کے، اس کا باپ اس کی شادی کر سکتا ہے اور اس کی اجازت کی کوئی حیثیت نہیں۔“

① شرح صحیح مسلم (۲۰۶/۹)

② الشرح الكبير (۱۱۹/۲۰) لأبي الفرج عبدالرحمن بن قدامة ت ۶۸۲ھ، مطبوع مع المقنع لأبي محمد عبدالله بن قدامة ت ۶۲۰ھ، والإنصاف في معرفة الرجح من الخلاف للمرداوي ت ۸۸۵ھ. تحقيق: عبدالله التركي. توزيع وزارة الشؤون الإسلامية بالمملكة عام ۱۴۱۹ھ.

”لیکن بالغ رنڈوی (شوہر دیدہ) کی شادی اس کی اجازت کے بغیر اس کا باپ کر سکتا ہے نہ کوئی دوسرا، اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ ایسے ہی بالغ کنواری ہے کہ باپ اور دادے کے علاوہ کوئی دوسرا اس کی اجازت کے بغیر اس کی شادی نہیں کر سکتا، اس پر بھی مسلمانوں کا اجماع ہے۔“^(۱)

❁ امام طیبی کہتے ہیں: ”مسلمانوں کا اجماع ہے کہ باپ کے لیے اپنی باکرہ کم عمر لڑکی کا نکاح کرنا جائز ہے۔“^(۲)

❁ امام زرکشی حنبلی کا قول: ”ہمارے علم کے مطابق اہل علم میں اس مسئلے میں کوئی نزاع نہیں کہ باپ اپنی کنواری اور نو سال سے کم عمر لڑکی کی شادی کرنے کا اختیار رکھتا ہے، خواہ وہ ناپسند ہی کرے، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ اس کا ہاتھ ہم پلہ کے ہاتھ میں دے۔ ابن المنذر نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔“^(۳)

❁ امام ابی مالکی کا قول: ”آنحضرت ﷺ کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کرنے کی حدیث باپ کے اپنی بیٹی کی شادی کرنے کے جواز کی دلیل ہے، خواہ وہ جماع کی طاقت نہ ہی رکھتی ہو، اس میں کوئی اختلاف نہیں۔“^(۴)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن البطل رحمہ اللہ کا قول ہے: ”کم عمر لڑکی کا بڑی عمر کے مرد کے ساتھ نکاح کرنا بالاجماع جائز ہے، خواہ وہ گود ہی میں ہو، لیکن وہ جب تک جماع کے قابل نہ ہو جائے، تب تک اس کو

❁ مجموع الفتاویٰ (۳۲/۳۹-۴۰)

❁ شرح الطیبی علی مشکاة المصابیح (۷/۲۲۸۰) للحسین بن عبداللہ الطیبی ت ۷۴۳ھ۔ تحقیق: عبدالحمید ہنداوی۔ مکتبۃ الباز بمکة المکرمہ۔ ط ۱ عام ۱۴۱۷ھ۔

❁ شرح الزرکشی علی مختصر الخرقی (۵/۷۸) لمحمد الزرکشی ت ۷۷۲ھ۔ تحقیق: شیخنا عبداللہ بن عبدالرحمن الجبرین ت ۱۴۳۰ھ۔ مکتبۃ العبیکان ط ۱ عام ۱۴۱۳ھ۔

❁ إكمال إكمال المعلم (۴/۳۶)

اس کے پاس نہ بھیجا جائے۔^①

✽ امام مرداوی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول: ”اس کی کنواری بیٹی، جو نو سال سے کم عمر ہو، وہ اس کی اجازت اور رضامندی کے بغیر اس کا نکاح کرنے کا اختیار رکھتا ہے، اس میں کوئی نزاع نہیں۔ ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔“^②

✽ ملا خسرو حنفی کا قول: ”کم عمر کنواری کو بالاتفاق مجبور کیا جاسکتا ہے۔“^③

✽ امام یوسف بن عبدالہادی حنبلی کا قول: ”باپ کے لیے اپنی کم عمر بیٹیوں، بیٹیوں اور عقلی طور پر معذور بچوں کی شادی ان کی اجازت کے بغیر کرنے کی اجازت ہے۔“^④

✽ علامہ ربلی شافعی کا قول: ”دارقطنی کی اس حدیث کی بنا پر کہ ”شوہر دیدہ اپنے نفس کی اپنے ولی سے زیادہ حق رکھتی ہے، کنواری کا باپ اس کی شادی کرے۔“ کم عمر کی شادی پر اجماع ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ خاوند اس کا ہم سر ہو اور حق مہر دینے کی آسانی سے سکت رکھتا ہو۔“^⑤

✽ ملا قاری حنفی کا قول: ”تمام کا یہی مذہب ہے کہ شوہر دیدہ عاقل بالغ کی شادی اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں اور باپ اور دادا کے لیے کم عمر

① فتح الباری (۱۲۴/۹)

② الإنصاف (۱۱۹/۲۰) للمرداوی ت ۸۸۵ھ۔

③ درر الحکام فی شرح غرر الأحکام (ص: ۳۳۵) لمحمد بن فراموز الملا خسرو الحنفی ت ۸۸۵ھ۔ طبع و نشر: یوسف ضیا۔

④ مغنی ذوی الأفہام (ص: ۳۵۹) لابن عبدالہادی ت ۹۰۹ھ۔ تحقیق: أشرف عبدالمقصود۔ مکتبۃ طبریۃ ط ۱ عام ۱۴۱۶ھ۔

⑤ نہایۃ المحتاج إلی شرح المنہاج (۲۱۷/۶) للرملی ت ۱۰۰۴ھ۔ دار إحياء التراث ط ۱ عام ۱۴۲۶ھ۔

کنواری کی شادی کرنا جائز ہے۔^①

❁ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کا قول: ”باپ بلا اختلاف اپنی نو سال سے کم عمر بیچی کی شادی کرنے کا مجاز ہے، جب وہ اس کا رشتہ ہم سر کے ساتھ کرے، خواہ وہ اس کو ناپسند کرے اور اس شادی کو نہ کرنا چاہے۔ کم عمر کی شادی کی دلیل یہ آیت ہے: ﴿وَاللَّيْءُ لَمْ يَحْضَنْ﴾ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جب شادی ہوئی، تب ان کی عمر چھ سال تھی۔^②

❁ امام شوکانی رحمہ اللہ کا قول: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کرنے کی حدیث کم عمر کی بڑی عمر کے مرد کے ساتھ شادی کرنے کے جواز کی دلیل ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو ثابت کرنے کے لیے صحیح میں باب قائم کیا ہے اور اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ذکر کی ہے۔ فتح الباری میں بیان کیا گیا ہے کہ اس کے جواز پر اجماع ہے۔“^③

چنانچہ مذکورہ بالا اقوال سے معلوم ہوا کہ نابالغ کم عمر بیچی کا نکاح کرنا کتاب و سنت، صحابہ اور تابعین کے عمل اور صحابہ اور ان کے بعد آنے والے علمائے امت کے اجماع کی روشنی اور دلالت میں جائز اور مباح ہے، لیکن اس کے ساتھ مجامعت کرنے کے لیے علما نے یہ شرط عائد کی ہے کہ وہ جماع کے قابل ہو۔
امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

① مرقاة المفاتیح (۶/۲۹۱)

② مختصر الإنصاف والشرح الكبير (ص: ۴۵۵) للإمام الشيخ محمد بن عبدالوہاب
ت ۱۲۰۶ھ۔ ط ۲ عام ۱۴۲۳ھ۔

③ نیل الأوطار (۷۸/۱۲) للشوکانی. تحقیق: محمد حلاق. دار ابن الجوزي ط ۱
عام ۱۴۲۷ھ۔

”کم عمر شادی شدہ کی رخصتی، زفاف اور دخول کا وقت کیا ہونا چاہیے تو اس میں ایک بات یہ ہے کہ اگر خاوند اور ولی کسی ایسی بات پر اتفاق کر لیں، اگر اس پر عمل کیا جائے تو کم عمر کو کوئی نقصان نہ پہنچے تو اس پر عمل کیا جائے، لیکن اگر ان کا اختلاف ہو جائے تو امام احمد اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق نو سال کی لڑکی کو تو مجبور کیا جا سکتا ہے، اس سے کم عمر کو نہیں۔ امام مالک، شافعی اور ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم کا یہ قول ہے کہ وہ جماع کی طاقت رکھتی ہو، لیکن اس میں ہر عورت مختلف ہوتی ہے۔ اس کو عمر کے ساتھ ضبط نہیں کیا جا سکتا اور یہی صحیح مذہب ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں کوئی ایسی تحدید نہیں، جو نو سال سے کم عمر میں اس کی طاقت رکھتی ہو، اس کی رخصتی کرنے میں کوئی مانع نہیں، لیکن جو نو سال کی ہو کر بھی اس کی طاقت نہ رکھتی ہو، اس حدیث میں اس کے لیے کوئی ایسی پابندی بھی نہیں (کہ اس کی ضرور رخصتی کی جائے)۔

علامہ داؤدی کا کہنا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رخصتی کے وقت بھر پور جوان ہو چکی تھیں۔^①

① شرح النووي على صحيح مسلم (۲۰۶/۹-۲۰۷)

جلد شادی کے شرعی اور طبی فوائد

علامہ صالح الفوزان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ابتدائی عمر کی شادی کا ایک فائدہ اولاد کا حصول ہے، جس کے ساتھ آدمی کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّتِنَا قُرَّةَ

أَعْيُنٍ﴾ [الفرقان: ۷۴]

”اور وہ جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد

کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر۔“

لہذا بیویاں اور اولاد آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ

کیا ہے یا بتایا ہے کہ شادی کے ساتھ آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ یہ بات ہر

نوجوان کو شادی کی طرف آنے پر قائل کرتی ہے اور اس کی ترغیب دیتی ہے:

﴿هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ﴾

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتایا ہے کہ اولاد دنیاوی زندگی کی زیب و زینت کا

ایک حصہ ہے۔ فرمایا:

﴿الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ [الکہف: ۴۶]

”مال اور بیٹے تو دنیاوی زندگی کی زینت ہیں۔“

لہذا اولاد کے ساتھ ہی دنیا کی زیب و زینت اور خوشنمائی ہے اور انسان زیب و زینت کا طلب گار اور دلدادہ ہوتا ہے۔ وہ جس طرح مال کا طلب گار ہوتا ہے، ایسے ہی اولاد کا بھی خواست گار ہوتا ہے، کیوں کہ اولاد دنیا کی زینت کے اعتبار سے مال کے برابر ہے۔ یہ دنیا میں ہے، پھر مرنے کے بعد آخرت میں انسان کو نیک اولاد کا فائدہ مسلسل پہنچتا رہتا ہے، جس طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

« إِذَا مَاتَ ابْنُ آدَمَ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: عِلْمٌ يَنْتَفَعُ بِهِ،
أَوْ صَدَقَةٌ جَارِيَةٌ، أَوْ وَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُو لَهُ »

”جب آدم کا بیٹا فوت ہو جاتا ہے تو تین چیزوں کے سوا اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے: ۱۔ علم جس سے فائدہ اٹھایا جاتا رہے ۲۔ صدقہ جاریہ ۳۔ نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔“

لہذا معلوم ہوا کہ اولاد کے دنیا میں بھی اور مرنے کے بعد بھی عظیم الشان فوائد ہیں۔ اسی طرح ابتدائی عمر کی شادی اور اولاد کی نعمت سے بہرہ ور ہونا، امت اسلامیہ اور اسلامی معاشرے کی تکثیر و افزائش کا بھی باعث ہے۔ پھر ہر انسان سے مطلوب بھی ہے کہ وہ اسلامی معاشرے کی تعمیر میں شرکت کرے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

« تَزَوَّجُوا فَإِنِّي مُكَاتِرٌ بِكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ »

”شادی کرو، میں قیامت کے دن تمہاری کثرت کے ساتھ فخر کروں گا۔“

شادی کرنے کے نتیجے میں بہت زیادہ فوائد حاصل ہوتے ہیں، جن میں سے کچھ کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ جب نوجوان کے سامنے ان فوائد اور خوبیوں کی

وضاحت اور تفصیل بیان کی جائے تو اس کے سامنے وہ بہت ساری مشکلات بے معنی ہو کر رہ جاتی ہیں جن کو وہ شادی میں رکاوٹ خیال کر رہا ہوتا ہے۔

یہ جو اعتراض کیا جاتا ہے کہ ابتدائی عمر کی شادی تعلیم حاصل کرنے میں رکاوٹ ہے، قابل قبول نہیں، بلکہ اس کے عکس صحیح ہے، کیوں کہ شادی کرنے کی وجہ سے انسان کو سکون، اطمینان، راحت ضمیر اور آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب ہوتی ہے۔ یہ فوائد طالب علم کی حصول علم میں معاونت کرتے ہیں، کیوں کہ جب انسان کو اطمینان قلب، راحت ضمیر اور سکون فکر میسر ہو تو اس کی تمام تر توجہ حصول علم میں لگن رہتی ہے، لیکن شادی نہ کرنا حقیقت میں انسان اور اس کی تعلیم کے درمیان رکاوٹ بن جاتا ہے، کیوں کہ وہ پراگندہ فکر اور مضطرب خیال رہتا ہے، ذہنی کسوٹی سے محروم رہتا ہے، جس کے ہوتے ہوئے علم حاصل کرنا ممکن نہیں ہوتا، مگر جب انسان شادی کرتا ہے، تو اس کے دلِ ناصبور کو قرار آ جاتا ہے یا نفس مطمئن ہو جاتا ہے اور اس کو ایک گھر مل جاتا ہے جہاں وہ سکون کے لمحات گزارتا ہے، وہاں اس کی بیوی اس کی خاطر داری اور دل جوئی کے لیے موجود ہوتی ہے، یہ تمام اسباب مل کر علم حاصل کرنے میں مدد فراہم کرتے ہیں۔

لہذا جب کسی کے لیے ابتدائی عمر میں شادی کرنا میسر ہو جائے اور یہ شادی مناسب ہو تو یہ طالب علم کی راہ کو آسان کر دیتی ہے، مشکل نہیں، جس طرح کہ عموماً تصور کیا جاتا ہے۔

اسی طرح یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ ابتدائی عمر میں شادی کر لینا نوجوان کو اولاد اور بچوں کے اخراجات برداشت کرنے کی مشقت میں ڈال دیتا ہے۔ یہ بھی ناقابل تسلیم اعتراض ہے، کیوں کہ شادی خیر و برکت لے کر آتی

ہے۔ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرماں برداری ہے اور فرماں برداری مکمل طور پر خیر ہی ہوتی ہے۔ اگر نوجوان نبی اکرم ﷺ کے حکم کی بجا آوری میں اور اس خیر کی تلاش میں شادی کرتا ہے، جس کا آپ ﷺ نے وعدہ دیا ہے تو اس کی نیت سچی ہوگی اور یہ شادی اس کے لیے خیر و برکت کا باعث ہوگی۔ رزق کی کنجیاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں:

﴿وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا﴾ [ہود: ۱۱]

”اور زمین پر چلنے والے ہر جاندار کا رزق اللہ کے ذمے ہے۔“

جس نے تمہاری شادی کا بندوبست کیا ہے، وہ تمہارے اور تمہاری اولاد

کے لیے رزق کا بھی انتظام ضرور فرمائے گا:

﴿نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ﴾ [الأنعام: ۱۵۱]

”ہم تمہیں بھی اور انہیں بھی رزق دیتے ہیں۔“

چنانچہ شادی نوجوان پر بوجھ نہیں ڈالتی، جس طرح تصور کیا جاتا ہے کہ یہ اس پر ناقابل برداشت بوجھ ڈال دے گی، کیوں کہ یہ اپنے ساتھ خیر و برکت کو بھی لے کر آتی ہے۔

شادی اللہ تعالیٰ کی شریعت ہے، جو اس نے انسان میں جاری کی ہے اور اس سے چھٹکارہ نہیں۔ یہ کوئی خوفناک آسب نہیں، بلکہ جس کی نیت درست ہو، اس کے لیے نیکی اور اچھائی کا ایک دروازہ ہے۔ اس کے علاوہ شادی کی راہ میں جن رکاوٹوں کو بطور سبب بیان کیا جاتا ہے، وہ سب لوگوں کے برے تصرفات کا نتیجہ ہیں۔

بذاتِ خود شادی کے لیے ان میں سے کوئی چیز بھی مطلوب نہیں۔ بھاری بھر کم حق مہر اور شادی بیاہ کی فضول رسمیں اور تقریبات مطلوب اخراجات سے

زیادہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی کوئی دلیل نہیں اتاری، بلکہ آسانی پیدا کرنا شادی میں مطلوب ہے جو مفقود ہے۔ اس لیے لوگوں کے لیے بیان کرنا ضروری ہے کہ یہ تمام امور جو انھوں نے شادی کی راہ میں کھڑے کر دیے ہیں، یہ ان کے بیٹوں اور بیٹیوں کے لیے خرابیوں کا باعث بنتے ہیں۔ یہ کسی طور پر ان کے حق میں نہیں۔ ان کا حل نکالنا ضروری ہے اور ان کو شادی کی راہ سے دور کرنا بھی لازمی ہے، تاکہ شادی آسان ہو کر زندگی میں اپنا کردار ادا کرنے کے قابل ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم تمام پر توفیق و ہدایت کا انعام کرے، مسلمانوں کے حالات درست کرے، نوجوانانِ اسلام کی اصلاح کرے اور مسلمانوں کی کھوئی ہوئی عزت واپس لوٹائے۔

﴿يَقُولُونَ لَئِن رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [المنافقون: ۸]

”وہ کہتے ہیں: البتہ اگر ہم لوٹ کر مدینے گئے تو معزز ترین لوگ ذلیل ترین لوگوں کو وہاں سے نکال دیں گے، اور عزت اللہ ہی کے لیے ہے، اور اس کے رسول کے لیے، اور مومنوں کے لیے، لیکن منافق (اس حقیقت کو) نہیں جانتے۔“

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مسلمانوں کو اپنے دین میں بصیرت عطا فرمائے اور ان کو ان کے دشمنوں کے شر سے بچائے۔^①

لڑکی کی اٹھارہ سال سے کم عمر میں شادی کے طبی فوائد:

ابہا فوجی ہسپتال میں امراض نسواں اور گائنی کے سپیشلسٹ ڈاکٹر ڈیوڈ

ہارڈ لے نے ایک تحقیق کی، جس میں اس نے بارہ سال سے لے کر سترہ سال کی عمر میں حمل کے حالات و مواقع اور بیس سال سے لے کر پچیس سال کی عمر میں حمل کے حالات کے درمیان تقابل کیا، پھر وہ اس نتیجے تک پہنچا کہ بارہ سال سے لے کر سترہ سال کی عمر میں حمل کی پریشائیاں بیس سال سے لے کر پچیس سال تک کی عمر میں حمل کی پریشائیوں سے کم ہیں۔^①

ڈاکٹر سٹانوی کی تحقیق کے مطابق عورت کا بیس سال کی عمر سے پہلے ابتدائی عمر میں اپنے پہلے بچے کو جنم دینا بریسٹ کینسر سے بچاؤ کا ایک اہم ذریعہ ہے۔^②

ڈاکٹر محمد توفیق صدیقی کا مصری اخبار ”اہرام“ (شمارہ نمبر 10956 بتاریخ ۱۵ ربیع الاول ۲۳۳۲ھ بمطابق 16 مارچ 1914ء میں ایک مضمون چھپا، جس میں اس نے کہا: ”یہ معلوم ہے کہ بلوغت کی عمر گرمی ماحول و فضا اور وراثت کے لحاظ سے ہر علاقے میں مختلف ہے، مثلاً: ہندوستان میں عموماً نو سال کی عمر میں لڑکی بالغ ہو جاتی ہے، لیکن انگلینڈ وغیرہ کی طرح کے ٹھنڈے ملکوں میں آپ دیکھتے ہیں کہ بلوغت کی عمر چودہ سال سے لے کر سولہ سال تک ہوتی ہے۔ جو ممالک اس سے بھی زیادہ ٹھنڈے ہوں، وہاں بلوغت کی عمر سترہ سے لے کر اٹھارہ سال تک ہوتی ہے۔ مصر میں عموماً بارہ سال سے لے کر چودہ سال تک کی لڑکی بالغ ہو جاتی ہے اور یہ چیز جیسے اضلاع میں ہے، اسوان کے اضلاع میں یہ عمر اس سے مختلف ہے۔

حیض شروع ہونے کے وقت میں ماحول کا اثر ہوتا ہے۔ وہ لڑکیاں جن

① دیکھیں: الأمومة ومكانتها في الإسلام في ضوء الكتاب والسنة (۱۸۲/۱) لمہا بنت عبداللہ الأبرش. رسالة علمية بجامعة أم القرى بمكة المكرمة. بواسطة: قضايا المرأة في المؤتمرات الدولية (۵۲۳/۱)

② قضايا المرأة في المؤتمرات الدولية (۵۲۳/۱)

کانوجوانوں کے ساتھ بہت زیادہ اختلاط ہوتا ہے یا وہ جو اکثر عشقیہ ناول پڑھتی اور عشقیہ ڈرامے دیکھتی ہیں، ان کو حیض بہت جلد شروع ہو جاتا ہے۔

وراثت بھی جلد بلوغت کی عمر کو پہنچنے کا ایک موثر سبب ہے۔ اگر ماں بہت چھوٹی بالغ ہو چکی تھی تو اس کی بیٹی بھی اس کی طرح جلد بالغ ہو جاتی ہے۔ بلوغت کی عمر میں پیٹرو کا سائز بڑا ہو جاتا ہے۔ زیرِ ناف بال آگ آتے ہیں، اعضاءے تناسلیہ اور پستانوں کا سائز بڑھ جاتا ہے اور عورت اپنے تناسلی وظیفے اور کام کے لیے تیار ہو جاتی ہے۔

اناٹومی (علم التشریح) کے ماہرین کا اتفاق ہے کہ حوض (پیٹرو) کی ہڈیوں کی نشوونما بلوغت کے زمانے یا اس کے تھوڑی دیر بعد مکمل ہو جاتی ہے، عموماً بانجھ پن کا شکار دیر سے شادی کرنے والے ہوتے ہیں۔

بروس اور ڈن لوپ جیسے محققین نے حبشہ اور بنگال کے بعض علاقوں میں ایسی مائیں دیکھیں، جن کی عمریں گیارہ سال سے زیادہ نہیں تھیں، ایسے ہی یورپ میں بھی ایسی مائیں موجود ہیں جنہوں نے تیرہ سال کی عمر میں صحیح بچوں کو جنم دیا۔ سویٹزر لینڈ میں ایک نو سال کی حاملہ لڑکی بھی دیکھی گئی۔

اس عمر میں حیض کا آنا یورپ میں نادر نہیں، جس طرح ان کی کتابیں کہتی ہیں، اس لیے ان تمام حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے انگریز نے لڑکی کے لیے شادی کی قانونی عمر بارہ سال مقرر کی اور لڑکے کے لیے چودہ سال۔

جہاں تک کم عمر بچوں کی شادی کا تعلق ہے تو انگریزی قانون نے اس کو بھی صحیح خیال کیا ہے، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ جب دونوں بلوغت کی عمر کو پہنچ جائیں تو کوئی ایک بھی سابقہ عقد پر اعتراض نہ کرے۔ اس کے بعد عجیب ترین بات یہ ہے کہ

ان دنوں بعض ہمارے لوگ ہماری منور اسلامی شریعت کا دائرہ تنگ کرنے کے لیے مطالبہ کر رہے ہیں، جب کہ یہ کام انگریز نے اپنے ٹھنڈے علاقوں میں بھی نہیں کیا۔ شریعت کے دائرے کو تنگ کرنے والوں کا یہ جو اعتراض ہے کہ اگر لڑکی کی نشوونما مکمل ہونے سے پہلے شادی کر دی جائے تو جسمانی نشوونما رک جاتی ہے، درست نہیں، بلکہ عام مشاہدات اس کی نفی کرتے ہیں۔ حمل بلاشبہ جسمانی نشوونما کو بہت جلد مکمل کر دیتا ہے، اس لیے آپ دیکھتے ہیں کہ شادی شدہ لڑکی کا جسم بچے کو جنم دینے کے بعد اس لڑکی کی نسبت جلد بڑا ہو جاتا ہے جس کی شادی نہیں ہوئی ہوتی۔

اسی طرح یہ دعویٰ کہ کم عمری میں حمل ہو جانے کی وجہ سے جسم کم زور ہو جاتا ہے، غیر مسلم ہے، اس کو قطعی اور یقینی طور پر ثابت کرنا ممکن نہیں۔ بعض ڈاکٹر تحقیق کیے بغیر یہ دعویٰ اڑا رہے ہیں۔ بڑی عمر کی لڑکی اپنے جسمانی اعضا کی خشکی کی وجہ سے کم عمر لڑکی کی نسبت بانجھ پن، اسقاطِ حمل یا تنگیِ ولادت کے امراض کا زیادہ شکار ہوتی ہے۔

اسقاطِ حمل یا تنگیِ ولادت کے نتیجے میں بہت سارے عوارض اور پیچیدگیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، مثلاً رحم سے خون بہنے کی وجہ سے خون کی شدید کمی ہو جاتی ہے۔ مقعد کا درمیانی حصہ پھٹ جاتا ہے اور وہ زخم ناسور بن جاتے ہیں۔ مہبل یعنی رحم تک جانے والی نالی یا رحم گر جاتا ہے، بلکہ بعض اوقات عورت اسقاطِ حمل یا تنگیِ ولادت کی وجہ سے جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتی ہے۔

البتہ کم عمر لڑکی سے پیدا ہونے والا بچہ بڑی عمر کی عورت سے جنم لینے والے بچے کی نسبت پہلے پہل سائز میں کم ہوتا ہے، لیکن اس سے صحت میں کم نہیں ہوتا، اس کا یہ چھوٹا سائز بھی برقرار نہیں رہتا، بلکہ وہ آہستہ آہستہ بڑا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

تر بیت کی مدت:

بچے کی تربیت کے بارے میں ماں کا علم اس موضوع پر اس کی معلومات کی مقدار اور گھریا سکول میں اس کو آسانی کے ساتھ ان معلومات کی تلقین کرنے کی صلاحیت پر موقوف ہے۔

اگر اس نے اس سلسلے میں کوئی مفید چیز سیکھی ہو، خواہ وہ مختصر ہی ہو تو وہ اس عورت کی نسبت زیادہ مفید ثابت ہوتی ہے جو اپنی ابتدائی زندگی کے کئی سال جغرافیہ، انجینئرنگ یا ریاضی کی تعلیم حاصل کرنے میں گزار دیتی ہے۔

لڑکی کے بارہ یا تیرہ سال کی عمر میں بالغ ہونے کے بعد (جیسے مصر میں) اس کی شادی میں تاخیر کرنے کے جو نقصانات ہو سکتے ہیں، وہ حسب ذیل ہیں:

1: اس کی جنسی شہوت میں اضافہ جو اس کے اخلاق کو تباہ کر سکتا ہے یا اس کو طبق بازی (Lesbianism) یا انگشت زنی (Fingering) جیسی بدکارانہ عادتوں کا خوگر بنا سکتا ہے۔ بلوغت کے آغاز میں ان تمام امور کی طرف رجحان بڑا شدید ہوتا ہے، اس لیے ان کا وجود ان ممالک میں زیادہ ہے جہاں لڑکی کی شادی کرنے میں دیر کی جاتی ہے۔ یہاں ان بری عادتوں کے نقصانات اور خرابیاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں، وہ ہر کسی کو معلوم ہیں۔

شہوت کی بہتات کے ہوتے ہوئے جماع سے رکے رہنا جسم اور اعصاب کو کمزور کر دیتا ہے، جو بد اخلاقی، ضعف عقل، پاگل پن، ہسٹریا، دردِ شقیقہ اور تنگی حیض جیسے عوارض اور امراض کا باعث بنتا ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہماری شریعتِ مطہرہ میں کون سا عیب ہے کہ ہم اس سے نکلنا چاہتے ہیں اور اس سے تنگ پڑ رہے ہیں؟

یہ جان لینے کے بعد کہ بلوغت کی عمر ہر علاقے کی آب و ہوا اور حالات کے اعتبار سے مختلف ہے، شریعت کے اس عمر کی عدم تحدید کا سبب سمجھ میں آ جاتا ہے۔ ہندوستان اور عرب جیسے گرم علاقوں میں لڑکیوں کے جلد بالغ ہو جانے کی وجہ سے مشرق میں لڑکیوں کا کم عمری میں شادی کا رواج عام ہے۔

وہ نقصانات جن کا تذکرہ کم عمری کی شادی کے مخالفین کرتے ہیں، وہ حقیقت میں دو کاموں کی وجہ سے یا ان میں سے ایک کام کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں: پہلا: لڑکی کے ساتھ جماع کے قابل ہونے سے پہلے یا بلوغت سے پہلے جماع کرنا۔ دوسرا: پردہ بکارت پھاڑنے میں مصریوں کا وحشیانہ انداز۔

حتیٰ کہ میں نے ایک مرتبہ ایک لڑکی کو دیکھا جس کی اندام نہانی پھٹ جانے کی وجہ سے، اس کثرت سے خون بہہ رہا تھا کہ وہ مرنے کے قریب ہو چکی تھی اور اس کی وجہ اس کے خاوند کا بے رحم اور وحشیانہ انداز تھا۔ یہاں شریعت میں کوئی عیب نہیں، بلکہ عیب اور نقص جہالت، بے رحمی اور شریعتِ مطہرہ کی حدود کی عدم پابندی سے پیدا ہوا ہے۔

کم عمر بالغ لڑکیوں کی شادی کے دیگر فوائد:

یہ کم زور مردوں میں شہوت بھڑکا دیتی ہیں، بلکہ یہ ان کے جسموں کی تقویت اور زندگی کی رونقیں بحال کرنے کا باعث ہوتی ہیں، ان کی قوتِ باہ بڑھ جاتی ہے اور ان کی نسل بہتر ہو جاتی ہے، قدیم لوگ اس بات سے آگاہ تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بلوغت کے وقت لڑکیوں کی صحت دیگر تمام حالات کے لحاظ سے زیادہ قابلِ رشک ہوتی ہے۔ اس لیے وہ مردوں پر بڑا گہرا اثر چھوڑتی ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اگر بوڑھا آدمی

اپنے جیسی بوڑھی عورت کے ساتھ شادی کرے تو اس کی نسل خراب ہو جائے، لیکن اگر وہ کم عمر کے ساتھ شادی کرے تو اس کی نسل بہتر ہو جاتی ہے۔^①

ایک مغربی محقق کینسٹھ ووکر، مغربی ممالک میں ابتدائی عمر کی شادی کی ممانعت کے نتیجے میں ظاہر ہونے والے بعض اثرات بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

”شادی کی عمر میں تاخیر کی وجہ سے، جس کو ہم جنسی سیر حاصلی کے ایک اہم ذریعے کو بند کرنا خیال کرتے ہیں، مغربی تمدن اور معاشرت جنسی شہوت کو بھڑکا رہی ہے، جس کے نتیجے میں ہیجان اور مسلسل انگلیخت کی ایسی حالت پیدا ہو چکی ہے، جو اپنے سامنے قضائے شہوت کے تمام جائز اور قانونی راستے بند پاتی ہے، اس کی وجہ سے جنسی انحرافات، جیسے اغوا وغیرہ کی بہت زیادہ شکلیں جنم لے رہی ہیں، جو بنیادی طور پر اس جنسی ثقافت کی نوعیت کی طرف لوٹتی ہیں، جس کو ہم نے خود اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے، اس لیے جنسی انحرافات ہماری ثقافت کا ایک حصہ ہیں۔“^②

ایسے ہی بے روزگاری ہمارے صنعتی نظام کا حصہ ہے، اس لیے ہمیں اس صورت حال سے حیران نہیں ہونا چاہیے، کیوں کہ ہم نے تمدن کی ایک ایسی صورت ایجاد کر لی ہے جو نوجوان کی اکثر سرگرمیوں اور جنسی قوتوں کو مسلسل بھڑکائے رکھتی ہے۔ ہم نے خود یہ حالات پیدا کیے ہیں اور ہم ہی اس کی قیمت بھی چکا رہے ہیں، اس لیے اگر قیمت بہت زیادہ ہے تو اس کی شکایت نہیں کرنی چاہیے، کیوں کہ اس کے عوض جو ہم حاصل کر رہے ہیں، وہ

① مجلۃ المنار: ۱۸/۳۶۷-۳۷۱ (دروس سنن الکائنات) للطیب: محمد توفیق صدیقی.

② عجیب ترین بات یہ ہے کہ برطانیہ میں بلوغت کی عمر بارہ سال مقرر ہے، لہذا وہاں لڑکی کے لیے اس عمر میں

مباشرت (SEX) کرنا درست ہے، لیکن ان کے نقالوں کے نزدیک اس عمر میں شادی کرنا درست نہیں!!

دیکھیں: http://en.wikipedia.org/wiki/age_of_consent Act ۱۹۸۱

پھر بھی اس سے بہت زیادہ ہے۔^①

ڈاکٹر فریڈرک کہن کہتا ہے: ”ماضی میں انسان جلدی شادی کیا کرتا تھا، جو جنسی پریشانی کا صحیح حل تھا، لیکن آج شادی کی عمر بڑھ رہی ہے۔

”وہ حکومتیں جو ابتدائی عمر کی شادی میں آسانی پیدا کرنے کے لیے قانون سازی میں کامیاب ہو جائیں گی، وہ حکومتیں ہی احترام کے لائق ہوں گی، کیوں کہ وہ اس قانون سازی کے ذریعے عصر حاضر میں جنس کی پریشانی کا سب سے بڑا حل ڈھونڈنے میں کامیاب ہوں گی۔“^②

ڈاکٹر حسان الدین عفانہ کا کہنا ہے: ”سائنسی تحقیقات اور بین الاقوامی مطالعے ثابت کرتے ہیں کہ پندرہ سال سے لے کر انیس سال تک کی خواتین میں حمل کی پیچیدگیاں زیادہ نہیں ہوتیں اور پندرہ سال سے کم عمر خواتین میں حمل کی پیچیدگیاں اس سے بھی نسبتاً کم ہوتی ہیں۔

پارک لینڈ ہسپتال، ٹیکساس، امریکہ کے امریکی سائنسدان سیٹن نے ثابت کیا ہے کہ ابتدائی عمر کی شادی، حمل اور تولید کے کئی فوائد ہیں، جیسے:

بار آوری (حمل کا امکان):

ابتدائی عمر میں شادی کرنے والی لڑکیوں میں حمل اور بار آوری کا امکان بڑی عمر میں شادی کرنے والی عورتوں کی نسبت بہت زیادہ ہوتا ہے۔

^① <http://www.umatia.org/earlymarry/html2008>

^② حیاتنا الجنسیة (ص: ۱۱۵)

نیز دیکھیں: البدور النیرات فی زواج الصغیرات. قضایا و شبہات للشیخ فہد الغفیلی۔ وفقہ

اللہ۔ یسر اللہ طبعها وإخراجها.

ورم:

وہ عورتیں جو ابتدائی عمروں میں حمل اور پیدائش کے تجربے سے گزر جاتی ہیں، ان میں پستانوں، رحم اور انڈہ دانیوں میں ورم کم ہوتا ہے۔

رحم کے باہر حمل:

امریکی سائنس دان روبن نے 1983ء میں اپنی تحقیقات میں ثابت کیا کہ 35 سال سے زیادہ عمر کی عورتوں میں رحم سے باہر حمل کی حالتوں کی نسبت ہزار میں سے 17.2 ہے اور وہ عورتیں جن کی عمریں پندرہ سال سے لے کر 24 سال کے درمیان ہیں، ان میں یہ تناسب ہزار میں سے 4.5 کے حساب سے ہے۔

اسقاط:

امریکی سائنس دان (Hawen) کی تحقیقی رپورٹ کے مطابق 35 سال کے بعد عورتوں میں اسقاط کا تناسب دو سے لے کر چار گنا زیادہ ہو جاتا ہے۔

سینئرین کینسر:

قبل از وقت ولادت، پیدائشی معذوریاں (عجیب الخلقیت بچے) رحم کے اندر جنین (بچے) کی موت اور ولادت کے بعد بچوں کی اموات، جیسے جیسے حاملہ کی عمر بڑھتی جاتی ہے، ان تمام عوارض کا تناسب بھی بڑھتا جاتا ہے۔ حمل اور ولادت ایک بار بار ہونے والا عمل ہے، عورت کو ان بچوں کو جنم دینے کے لیے، جو اللہ تعالیٰ نے اس کے مقدر میں رکھے ہوں، ایک طویل زمانی مدت کی ضرورت ہوتی ہے، وہ عورت جو تاخیر سے شادی کرتی ہے وہ بڑی عمر تک بچے جنے گی۔

یہ طبی طور پر ثابت ہے کہ پرانے امراض عمر بڑھنے کے ساتھ ظاہر ہونا

شروع ہو جاتے ہیں یا گھمبیر ہو جاتے ہیں اور یہ پرانے امراض حمل اور ولادت کے خطرات میں اضافہ کر دیتے ہیں، بلکہ بسا اوقات حمل و ولادت کی راہ میں رکاوٹ بھی بن جاتے ہیں۔^①

ایک امریکی اسٹریلوی مشترکہ تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ وہ بچے جو بڑی عمر کے باپوں کے ہاں جنم لیتے ہیں، وہ اپنے ان دوستوں سے ذہانت میں کم ہوتے ہیں جن کے باپ کم عمر ہوں۔ یہ حیرت ناک نتائج ان سابقہ تحقیقات کے متضاد ہیں جن کے مطابق بڑی عمر کی عورتیں جو بچے پیدا کرتی ہیں ان کے درمیان ذہانت کا جو تناسب ریکارڈ کیا گیا، وہ متوسط اور اورتج سے زیادہ تھا۔

کوینز لینڈ برین انسٹی ٹیوٹ کا چیف ریسرچر جان ماگرا تھ کہتا ہے:

”یہ بین الاقوامی طور پر اپنی نوعیت کے پہلے نتائج ہیں اور مغربی معاشروں میں مردوں کے لیے اہم بھی، جو چالیس سال یا اس کے بعد باپ بننا پسند کرتے ہیں۔ وہ مزید کہتا ہے: یہ نتائج غیر متوقع ہیں، بالخصوص اس صورت میں کہ عام یہی تصور کیا جاتا ہے کہ والد کی عمر والدہ کی عمر کے اعتبار سے اہم نہیں، لیکن ہم نے بہت سارے ایسے دلائل حاصل کیے ہیں، جن کے مطابق والد کی عمر بھی والدہ کی عمر سے کم اہمیت کی حامل نہیں۔ باپ کی عمر جیسے جیسے زیادہ ہوگی، ذہانت کے امتحانات میں (I-Q-Test) بچوں کے نتائج اتنے ہی خراب ہوں گے۔

محققین نے 1959ء سے لے کر 1965ء کے عرصے کے دوران میں، پندرہ سال سے لے کر 65 سال تک کے باپوں کے 33 ہزار بچوں کے بیانات کا جائزہ لینے کے بعد یہ نتیجہ پیش کیا کہ ذہانت کے امتحانات میں بڑی عمر کے

① |http://www.muslim-wf.org/News_Details/asps?ID=

باپوں کے نطفوں سے جنم لینے والے بچوں کا معیار اور لیول نسبتاً کم تھا۔
جن بچوں نے اس ٹیسٹ میں شرکت کی، ان کی عمریں آٹھ ماہ چار سال
اور سات سال تھیں۔

یہ تحقیقی رپورٹ امریکن میڈیکل سائنسز کی جنرل لائبریری کے پیریڈیکل
تحقیقی جرنل میں شائع ہوئی۔ یہ پہلی تحقیق ہے جو باپوں کی عمر اور بچوں کی ذہانت
کے درمیان تعلق اور تقابل پیش کرتی ہے۔

گذشتہ تحقیقات نے یہ ثابت کیا تھا کہ بڑی عمر کے باپوں کے بچے صحت
کے مسائل کا زیادہ شکار ہوتے ہیں، جن میں اہم امراض درج ذیل ہیں: بولنے
میں مشکل (Dyslexia) شیزوفرینا، مرگی، چھوٹا قد (Dwarfism)، توحد۔

باپ کی عمر اور اس کے بچوں کی ذہانت کی سطح کے درمیان ربط و تعلق نہ
صرف موجود ہے بلکہ اہم بھی ہے، تاہم سائنسدانوں نے اس کے علاوہ دیگر
عوامل کو بھی مد نظر رکھا ہے، جیسے: معاشرتی اور معاشی حالت، باپوں کی ذہنی
(عقلی) صحت۔ ماگراتھ نے مزید کہا ہے: ”صاف بات ہے، ہم اس جیسے واضح
تعلق کو پا کر حیران ہوئے ہیں۔“^①

ابتدائی عمر کی شادی سے متنفر کرنے میں صحافتی اسالیب اور مقاصد:

شیخ محمد قطب بیان کرتے ہیں کہ میڈیا کس طرح ابتدائی عمر کی شادی کا
قضیہ پیش کرتا ہے اور اس کے مقاصد کیا ہیں:

ہم فرض کرتے ہیں کہ خاندانی روابط میں خلل ڈالنا، اخلاقی فساد پھیلانا اور
عورت کو مرد کی سرپرستی کے خلاف ورغلانا اور کھڑا کرنا اصل مقصود ہے۔ چنانچہ میڈیا

^① <http://www.bdr.html654841.net/vb.t130>

ابتدائی عمر کی شادی پر حملہ آور ہوتا ہے اور اس کے نقصانات گنونا شروع کرتا ہے۔ آزادانہ اختلاط مرد و زن کے نہ ہونے کی وجہ سے میاں بیوی میں سے ہر ایک یا جنس مخالف کے بارے میں کوئی تجربہ نہیں ہوتا، پھر کم عمری کی وجہ سے زندگی کا بھی کوئی علم نہیں ہوتا۔ شادی کے فوراً بعد پیدا ہو جانے والے بچوں کی تربیت کا بھی کوئی سلیقہ نہیں ہوتا۔ ان کی تربیت بری ہو جاتی ہے، اس لیے اختلاط مرد و زن کی اجازت کے ساتھ ساتھ شادی دیر سے کرنی چاہیے، تاکہ مرد و عورت کے درمیان تعارف بھی ہو جائے اور شادی کے لیے ضروری تجربہ بھی، اس کی وجہ سے بچے بھی دیر سے پیدا ہوں گے اور تجربہ بڑھنے کے ساتھ ساتھ ان کی تربیت بھی اچھی ہو جاتی ہے۔

اس کے بعد گفتگو میں اختلاط مرد و زن کی ضرورت پر زور دیا جاتا ہے، تاکہ لوگوں کی اختلاط کے خلاف جو عمومی رائے ہے، وہ بدل کر اس کی حمایت میں تبدیل ہو جائے، اس کے بعد لوگوں کو اس کے لیے پر جوش ہونے پر اکسایا جاتا ہے اور ان کو اس قدر جذباتی کر دیا جاتا ہے کہ وہ ہر آواز کو جو اس کے خلاف اٹھے، قدامت پرستی، پسماندگی اور جمود کا طعنہ دینے لگتے ہیں اور دھمکاتے ہیں کہ ترقی کا پہیہ ان کو ملیا میٹ کر کے رکھ دے گا۔

پھر عورت سے کہا جاتا ہے کہ ابتدائی عمر کی شادی اور ولادت اس کے حسن، خوش اندامی، گدانتگی اور فعالیت کو برباد کر دے گی، کاروبارِ معیشت و معاشرت میں مرد کے شانہ بشانہ شرکت کرنے سے روک دے گی۔ صحافت اور تمام ذرائع ابلاغ اس بات پر اس قدر اصرار کرتے ہیں کہ عورت اپنی فطرت سے نکل کر شادی کو اپنے پاؤں میں زنجیر سمجھنا شروع کر دیتی ہے، ولادت کو اپنے حسن و جمال اور تراشیدہ بدن کا دشمن خیال کرنے لگتی ہے!

جب وہ اپنے فطرت کے لباس میں ملبوس تھی، تب بچے کا رونا اور کلکاریاں بھرنا اس کے لیے راحتِ جان تھا، کیوں کہ یہ اس کی نسوانیت کا اثبات تھا، لیکن اب وہ بچے کی چیخ سن کر بھڑک اٹھتی ہے، گھر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور اگر شادی کرے تو اپنی خوش بدنی کی حفاظت کے لیے مانع حمل اشیا کا استعمال کرتی ہے۔

صحافت اور میڈیا کا سائینڈ (پہلو) اس پر اس قدر سوار ہو چکا ہے کہ وہ سمجھتی ہے کہ ہر طرح کی معاشرتی دینی اور اخلاقی قیدوں سے آزاد ہو کر زندگی سے آزادانہ لطف اندوز ہونا اس کا حق ہے۔

وہ شادی یا خاندان کے بکھیڑوں میں پڑے بغیر دوستی کی آڑ میں مرد کے ساتھ ناجائز تعلقات قائم کرنا اپنا حق سمجھنے لگتی ہے، آزادانہ لطف اندوزی سے سیراب ہونے کے لیے شادی کو موخر کرنا بھی اپنا حق سمجھتی ہے۔ گھر سے باہر کام کرنے اور پارٹیوں، رقص گاہوں میں رقص کرنے کے لیے دیر سے بچے پیدا کرنا بھی اپنا حق سمجھتی ہے۔

یہ سارے کام اور حقوق ”نسوانی رائے عامہ“ کے تفویض کردہ ہیں، بلکہ نسوانی اور مردانہ دونوں کی رائے عامہ ہے، یعنی عقلِ اجتماعی کے فیصلے ہیں۔

جو بھی ان فیصلوں کی مخالفت کرے گا، وہ کم عقل پاگل، پتھر کے زمانے کا آدمی اور ایسی قدروں کی دعوت دینے والا ہے، جن کے زمانے نے نشانات تک مٹا دیے ہیں اور یہ اب کبھی واپس نہیں آ سکتیں! ^①

عقل والو! عبرت حاصل کرو!

① مذاہب فکریہ معاصرہ (ص: ۲۰۹-۲۱۰) للشیخ محمد قطب. دار الشروق ط ۷ عام ۱۴۱۳ھ.

کم عمر لڑکیوں کی شادی پر پابندی لگانے اور شادی کی عمر متعین کرنے کے بارے میں قانون جاری کرنے کی حرمت کے متعلق عالم اسلام کے معاصر علمائے کرام کے فتویٰ جات اور بیانات

- ❖ ۱۔ قاہرہ میں ہونے والی آبادی اور ترقی کے متعلق بین الاقوامی کانفرنس میں ابتدائی عمر کی شادی سے متنفر کرنے، شادی کی عمر متعین کرنے اور دیگر گمراہیوں کو پیش کرنے کے بارے میں سعودی عرب کے کبار علما کی کونسل کا فیصلہ۔
- ❖ ۲۔ پیکنگ میں ہونے والی چوتھی عالمی خواتین کانفرنس میں ابتدائی عمر کی شادی سے ممانعت، شادی کی عمر کا تعین اور دیگر گمراہیوں کی دعوت دینے کے متعلق سعودی عرب کے کبار علما کی کونسل کا بیان۔
- ❖ ۳۔ علامہ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ سابقہ مفتی مملکت سعودی عرب کا بیان۔
- ❖ ۴۔ علامہ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور بیان۔
- ❖ ۵۔ علامہ محمد نجیب مطہری سابقہ مفتی مصر کا بیان۔
- ❖ ۶۔ علامہ محمد شاذلی بن قاضی تیوسی حنفی کا بیان۔
- ❖ ۷۔ علامہ محمد عطیہ صقر (سابقہ صدر فتویٰ کمیٹی ازہر) کا بیان۔

- ۸ علامہ صالح بن فوزان الفوزان (رکن مجلس کبار علما سعودی عرب)۔
- ۹ علامہ عبدالرحمن بن ناصر البراک (سابقہ پروفیسر امام محمد بن سعود اسلامک یونیورسٹی) کا بیان۔
- ۱۰ علامہ عبدالحسن بن حمد البدر (سابقہ چانسلر اسلامک یونیورسٹی مدینہ) کا بیان۔
- ۱۱ علامہ عبدالحسن بن حمد کا ایک دوسرا بیان۔
- ۱۲ علمائے یمن کا بیان۔
- ۱۳ علامہ ڈاکٹر عمر بن سلیمان اشقر اردنی کا بیان۔
- ۱۴ علامہ ڈاکٹر عبدالملک بن حسین تاج یمنی کا بیان۔
- ۱۵ پروفیسر ڈاکٹر عدنان بن حسین باحارث کا بیان۔
- ۱۶ نابالغ بچی کی شادی کرنے کے جواز کے بارے میں سعودی مجلس افتا کا فتویٰ۔

(1) مجلس علمائے کبار کا فیصلہ

(نمبر 179، بتاریخ: 23/3/1415ھ)

موضوع: قاہرہ میں آبادی اور ترقی کے موضوع پر منعقد ہونے والی بین الاقوامی کانفرنس میں ابتدائی عمر کی شادی کی ممانعت، شادی کی عمر کی تعیین اور دیگر گمراہیوں پر مشتمل اعلامیے کا جائزہ

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على رسول الله، وعلى آله

وصحبه ومن اهتدى بهداه، أما بعد:

مجلس کبار علمائے اپنے آٹھویں استثنائی اجلاس میں، جو 3/20/1415ھ کو طائف میں منعقد ہوا اور 1415ھ/3/23 تک جاری رہا، آبادی اور ترقی کے موضوع پر بین الاقوامی کانفرنس کے پروگرام آف ورک (ایجنڈے) کا جائزہ لیا، جو اقوام متحدہ کے سیکرٹریٹ کی ڈائری کے ساتھ ملحق تھا۔ یہ کانفرنس قاہرہ میں 1415ھ/3/29 کو شروع ہوئی اور 1415ھ/4/8 تک جاری رہی۔ مجلس نے اس پروگرام کے متعلق رابطہ عالم اسلامی کے سیکرٹریٹ، اسلامی کانفرنس کی تنظیم کے سیکرٹریٹ، اسلامی ریسرچ اکیڈمی، قاہرہ، شیخ ازہر کی نگرانی میں اور انٹرنیشنل سنٹر فار اسلامک سٹڈیز اینڈ پاپولیشن ریسرچ کی طرف سے جاری ہونے والے بیان کو بھی دیکھا، اسی طرح وہ تحقیق بھی مجلس کے زیر نظر تھی جو

سعودی فتویٰ کمیٹی طرف سے پیش کی گئی۔

تحقیق اور تبادلہ افکار کے بعد مجلس کے سامنے درج ذیل امور واضح ہوئے:

۱] یہ ایجنڈا اور پروگرام بظاہر مستقبل میں بڑھتی ہوئی آبادی کے مسائل کے

بارے میں ہے، جس کا سبب اس پروگرام کو تشکیل دینے والوں کی نظر میں

بڑھتی ہوئی نسل کی وجہ سے آبادی کی کثرت اور وسائل کی کمی ہے جو ان

کے گمان کے مطابق مستقبل میں غربت کے عمومی پھیلاؤ کا باعث بنے گا۔

۲] 20 اپریل 1994ء کو نیویارک میں اس کانفرنس کی تیاری کمیٹی کا اجلاس

ہوا، جس میں اس کانفرنس کے لائحہ عمل کی دستاویز کا مسودہ پیش کیا گیا، جو

22 اپریل 1994ء تک جاری رہا، جس پر اس اجلاس کمیٹی نے اتفاق کیا۔

یہ مسودہ 16 فصلوں پر مشتمل ہے اور 121 صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔

اس کا اسلوب نگارش کبھی کھلے لفظوں میں اور کبھی اشارے کنائے میں

اباحت کی دعوت دیتا ہے۔

۳] اس دستاویز نے اس مسئلے کے حل کے طور پر پر دو کام کرنے پر زور دیا ہے:

اول: مرد اور عورت کے درمیان مساوات اور آزادی کی دعوت۔ ان دونوں کے

درمیان ہر طرح کے امتیازات کا خاتمہ خواہ یہ امتیازات ادیان سماویہ نے

قائم کیے ہوں، فطرت سلیمہ کا تقاضا ہوں یا عورت کی جسمانی ساخت اور

جبلت و مزاج کا جزو لاینفک۔ اس دستاویز کی چوتھی مکمل فصل اسی بات پر

زور دینے کے لیے ہے، جس کا عنوان ہے: ”دونوں جنسوں کے درمیان

مساوات، انصاف اور عورت کو با اقتدار بنانا۔“

اس دستاویز میں کئی دیگر جگہوں پر بھی اس کا تذکرہ کیا گیا ہے، جیسے

دوسری فصل: مبداء/2، مبداء/7، تیسری فصل: م/18، م/30، گیارھویں فصل:

اہداف: ا، ب، ح، پندرہویں فصل: مبدا نمبر 9۔

دوم: شرعی طور پر حرام جنسی تعلقات کا دروازہ کھولنے کی دعوت۔ اس کے لیے درج ذیل ذرائع اختیار کیے گئے:

(الف): آزادانہ جنسی تعلقات اور شادی کے علاوہ میل ملاپ کی دیگر اقسام کی اجازت اور اس کی ضمانت مہیا کرنے والے اقدامات کا مطالبہ، فصل: 7/2، فصل 5/5، فصل 11/6، فصل 15/6، فصل 1/7۔

(ب): ابتدائی عمر کی شادی سے متنفر کرنا۔ جو قانونی عمر سے پہلے شادی کرے، اس کو سزا دینا اور ابتدائی عمر کی شادی کے متبادل راستوں کا موقع مہیا کرنا۔ ان تمام مطالبات کا ذکر چوتھی فصل، مبدا 21/1، چھٹی فصل: مبدا 7/ فقرہ ج اور مبدا 11/ میں ہوا ہے۔

(ج): مانع حمل ذرائع کو پھیلانے کے لیے کام کرنا۔ خاندان منظم کرنے کے نام پر خاندانی منصوبہ بندی اور مردوں کی نس بندی کرنا، محفوظ اسقاط کی اجازت دینا، اس کے لیے مخصوص ہسپتال قائم کرنا، اس کام کے لیے حکومتوں کو اکسانا اور اس کے واجبات کو انتہائی معمولی سطح پر لانا۔ دیکھیے: فصل: 13/3، فصل 4/ج 27، فصل 31/7، 37/7، فصل 11/8، 12/14 اور فصل نمبر 15/16۔

(د): مخلوط تعلیم پر توجہ مرکوز کرنا اور اس کو پروان چڑھانا، کیوں کہ یہ مرد و زن کے درمیان فرق مٹانے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ ابتدائی عمر کی شادی کی راہ میں رکاوٹ ڈالنا اور جنسی اتصال و تعلق کو سرگرم کرنا، فصل 6، ہدف/ج، فصل 11/اجرا/8۔

(ه): ابتدائی عمر میں لڑکوں اور لڑکیوں کو بچپن اور نوجوانی کی عمر میں جنسی تعلیم

دینے پر زور دینا۔

فصل 29/4، فصل 7/6، (ب) اور 15/6، فصل 5/7 اور 6/7

(و): ان اہداف کے حصول کے لیے ذرائعِ ابلاغ (میڈیا) سے کام لینا۔

فصل: 16/11

۴] اباحت (بے راہ روی) کی اس دعوت کے نتیجے میں پیدا ہونے والے جنسی انتشار (Chees) کے تدارک کے لیے (کیوں کہ ان کو پہلے سے اس کا علم ہے) دستاویز نے جنسی اور تناسلی صحت کی خدمات، بالخصوص ایڈز کی طرح کے جنسی امراض کے علاج کی کیفیت اور حمل کے مسائل حل کرنے پر زور دیا ہے۔

۵] دینی تعلیمات، انسانی اقدار اور اخلاقی ضوابط کو پس پشت ڈالنا اور ان کو کوئی حیثیت نہ دینا۔

۶] اباحت کا اعلان، اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت، دین و شریعت کی عداوت، بندوں سے اسلام کی سرپرستی اٹھانے کی دعوت، باپوں کی بیٹوں سے ولایت سلب کرنے اور دوسروں کی عورتوں سے سرپرستی چھیننے کی آواز، اسلامی شریعت کی اباحت اور اخلاق باختگی کی راہ میں کھڑے کردہ اصول، ضوابط اور رکاوٹوں کو کالعدم قرار دینا، اخلاقی بے راہ روی پھیلانا اور دین کا لباس اتار پھینکنا۔

ان مستند معلومات کی روشنی میں جو اس دستاویز کے مضامین اور الفاظ سے ماخوذ ہیں یہ کانفرنس درج ذیل منکرات، برائیوں اور برے اثرات کی حامل ہے:

① اباحت کا پھیلاؤ، انسانیت کو بانجھ بنانا اور اس کو چوپائیوں کے ایسے ریوڑ میں بدل دینا جو اخلاقیات، عفت و عصمت اور پاکیزگی کی شناخت سے تہی دامن ہو، جس پر اسلامی تعلیمات زور دیتی ہیں۔

② پاکیزہ اسلامی شریعت کی حرمتوں کی بے حرمتی کرنا، جو لازمی طور پر معلوم ہیں۔ یہ حرمتیں دین، نفس، عزت اور نسل کی حرمتیں ہیں۔ اباحت دین کی حرمت کی عزت درمی ہے۔

اسقاط حمل، اس دستاویز میں مذکور صورت کے مطابق، نفس کی حرمت کی بے حرمتی ہے اور معصوموں کا قتل۔

شرعی نکاح کے بغیر کسی دوسرے طریقے سے جنسی تعلقات قائم کرنا عزت اور نسل کی حرمت کے بے حرمتی ہے۔

③ یہ تمام باتیں مسلمانوں کے احساسات کے لیے کھلا چیلنج اور ان کی اسلامی اقدار و روایات پر پابندی لگانے اور ان کو ضبط کرنے کے مترادف ہیں۔

④ یہ تمام کام اسلامی معاشرے میں موجود عفت، طہارت، عزت اور حفاظتِ نسل کو ایسے معاشروں میں تبدیل کرنے کے لیے شدید ترین حملہ اور تند و تیز وار ہے، جو جنسی انحرافات کے امراض اور اخلاقی بے راہ روی کا شکار ہیں۔

اس بنا پر سعودی عرب کی مجلس علمائے کبار اتفاق کے ساتھ درج ذیل فیصلہ کرتی ہے:

اول: یہ دستاویز جن مبادیات، اقدامات اور اباحتی اہداف کی دعوت دیتی ہیں، وہ اسلام، دیگر تمام آسمانی شریعتوں، سلیم فطرتوں اور مضبوط اخلاق کے خلاف ہیں اور سراسر کفر اور گمراہی ہیں۔

دوم: مسلمانوں کے لیے شرعی طور پر ایسی کانفرنس میں شرکت کرنا جائز نہیں، جس کے لائحہ عمل کی دستاویز کا یہ مضمون ہو، ان کے لیے اس میں شرکت نہ کرنا اور اس کا بائیکاٹ کرنا ضروری ہے۔

سوم: مسلمان حکومتوں، اقوام، جماعتوں اور افراد پر ایسی دعوت کے سامنے ایک صف بن کر مقابلہ کرنا فرض ہے، جو اباحت، اخلاقی انتشار اور بے حیائی پھیلانے کے لیے دی جائے۔

چہارم: مسلمانوں کے تمام ارباب اقتدار پر فرض ہے کہ وہ اپنی رعیت کے بارے میں اللہ سے ڈریں اسلامی شریعت کے مطابق ان کا کاروبار سلطنت چلائیں، ان کے تمام معاملات میں شریعت کے مطابق فیصلے کریں، ان کے سامنے شر، فساد اور فتنے کے تمام دروازے بند کر دیں اور ان میں سے کسی بھی چیز کو ان تک لانے کا سبب نہ بنیں۔

ہم تمام کو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان یاد کرواتے ہیں:

﴿يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ
وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۲۶﴾ وَاللَّهُ يُرِيدُ أَنْ
يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَنْ تَمِيلُوا
مِيلًا عَظِيمًا ﴿۲۷﴾﴾ [النساء: ۲۶، ۲۷]

”اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے لیے (یہ معاملات) کھول کر بیان کرے اور تمہیں تم سے پہلے کے نیک لوگوں کی راہ پر چلائے اور تم پر توجہ دے، اور اللہ خوب جاننے والا، خوب حکمت والا ہے۔ اور اللہ تم پر توجہ دینا چاہتا ہے، اور وہ لوگ جو اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم (حق سے) بہت دور ہو جاؤ۔“

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَفْحَكَمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ

يُوقِنُونَ ﴿ [المائدة: ٥٠]

”کیا پھر وہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟ اور جو قوم اللہ پر یقین رکھتی

ہے، اس کے نزدیک اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہے؟“

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ تمام مسلمان حکومتوں اور افراد کو اس کی توفیق دے جس میں اس کی رضا ہے، ان کے حالات کی اصلاح فرمائے، ان کو دین کی سمجھ عطا کرے، ان تمام کوفتنوں کی گمراہیوں اور شیطان کے بہکاؤوں سے اپنی پناہ میں رکھے، یقیناً وہ ایسا کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔

وصلیٰ اللہ وسلم علیٰ عبدہ ورسولہ نبینا محمد ﷺ وآلہ

وأصحابہ وأتباعہم بإحسان إلیٰ یوم الدین.

مجلس علمائے کبار

صدر: عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز

راشد بن صالح بن خنین	صالح بن محمد اللحیدان
عبداللہ بن سلیمان المنیع	محمد بن ابراہیم جبیر
صالح بن فوزان الفوزان	عبداللہ الغدیان
عبداللہ البسام	محمد بن صالح العثیمین
عبدالعزیز آل الشیخ	حسن بن جعفر العتمی
محمد بن عبداللہ السبیل	ناصر بن حمد الراشد
محمد بن سلیمان البدر	عبداللہ بن محمد آل الشیخ
عبداللہ التركي	عبدالرحمن المرزوقی
بکر بن عبداللہ أبو زید	محمد بن زید آل سلیمان
صالح بن عبدالرحمن الأطرم ^①	عبدالوہاب أبو سلیمان

① مجلة البحوث الإسلامية (عدد ٤٢ ص: ٣٨٣-٣٨٨)

(2) سعودی عرب کی مجلس علمائے کبار کا بیان

صالح بن محمد اللحیدان

موضوع: چوتھی عالمی بیجنگ خواتین کانفرنس

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على المبعوث
رحمة للعالمين.

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں اور درود و سلام ہو، رحمتِ عالم
پر، جنہوں نے عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت فرمائی اور کہا:
«إِسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا» ”عورتوں کی بھلائی چاہو۔“

نیز فرمایا:

«خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي»

”تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل کے لیے بہتر ہے اور میں

اپنے اہل کے لیے تم سب سے بہتر ہوں۔“

آنحضرت ﷺ نے اپنے اقوال اور افعال کے ذریعے رحم دلی کی دعوت

دی، کیوں کہ آپ نبی رحمت ہیں۔

سعودی عرب کی مجلس علمائے کبار نے اپنے نویں استثنائی اجلاس میں، جو

منگل کے دن 3/4/1416 کو طائف میں منعقد ہوا، چائنہ کے دارالحکومت

بیجنگ میں ہونے والی عالمی کانفرنس کے ایجنڈے کا جائزہ لیا۔ جب اس کانفرنس

کے لائحہ عمل اور اہداف پر غور کیا تو دیکھا کہ اس کے مواد میں تضاد ہے، اس میں حقائق کو چھپایا گیا ہے اور عبارتوں میں واضح الجھاؤ ہے۔

کانفرنس کا ہدف:

خواہشات کو ہر قید سے آزاد کر دینا، اخلاقی ضوابط، فطری تقاضوں اور شرعی احکام سے دور رہ کر آزادانہ ہر طرح کی بد فعلی کرنے کے لیے میدان کھولنا اور آزادی عورت، صنفِ نازک پر نرمی اور عورتوں کے مسائل کے پردے میں جنسی خواہشات کی بے دھڑک تکمیل اور لڑکیوں کو ان رجحانات کے لیے تیار کرنا ہے۔ یہ ہر کسی کو معلوم ہے کہ مسلمان عورت معاشرتی مقام کے اعتبار سے کسی پریشانی کا شکار نہیں۔ وہ ماں ہے، بیوی ہے، بہن ہے اور بیٹی۔ اسلامی شریعت نے اس کے تمام حقوق کی ذمہ داری اٹھائی ہے۔ احترام اور حفاظت کے مکمل مفہوم کے ساتھ اس کو ذلالت اور حقارت سے محفوظ رکھا ہے اور اس کی خلقت اور جسمانی ساخت کے اعتبار سے اس کو حقوق فراہم کیے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ

دَرَجَةٌ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ [البقرة: ۲۲۸]

”عورتوں کے لیے مردوں پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے

لیے عورتوں پر ہیں اور مردوں کے لیے ان پر ایک فضیلت ہے اور

اللہ غالب، خوب حکمت والا ہے۔“

بہت سارے احکام میں مرد کو اس پر برتری بھی دی ہے جیسے: احکامِ وراثت،

قانونِ شہادت اور دیگر امور۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿الرِّجَالُ قَوَّموُنَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ فَالْصَّالِحَاتُ قَنِتَتْ حِفْظًا لِلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللهُ وَالتِّي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا إِنَّ اللهَ كَانَ عَلِيمًا كَبِيرًا﴾ [النساء: ۳۴]

”مرد عورتوں پر اس وجہ سے حاکم ہیں کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے بھی کہ وہ اپنے مالوں میں سے خرچ کرتے ہیں، چنانچہ نیک عورتیں فرمانبردار اور خاوند کی غیر موجودگی میں اللہ کی حفاظت سے (مال و آبرو کی) نگہبانی کرتی ہیں اور تمہیں جن عورتوں کی سرکشی کا خوف ہو، انہیں تم نصیحت کرو اور ان کو خواب گاہوں میں الگ کر دو اور انہیں ہلکی سزا دو، پھر اگر وہ تمہاری فرمانبرداری کریں تو انہیں ستانے کی راہ نہ ڈھونڈو۔ بے شک اللہ بہت بلند اور نہایت بڑا ہے۔“

سورۃ النساء ہی میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يُوصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ﴾ [النساء: ۱۱]

”اللہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں وصیت کرتا ہے مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے، پھر اگر (دو یا) دو سے زیادہ عورتیں ہی ہوں۔“

﴿وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ﴾

يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ أَنْ تَضِلُّوا وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿[النساء: ۱۷۶]

”اور اگر کئی بھائی بہن، مرد اور عورتیں (وارث) ہوں تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصے کے برابر ہوگا، اللہ تمہارے لیے وضاحت سے بیان کرتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔“

﴿وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتْنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ﴾ [البقرة: ۲۸۲]

”اور تم اپنے مسلمان مردوں میں سے دو گواہ بنا لو، پھر اگر دو مرد (میسر) نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں (گواہی دیں) جنہیں تم گواہوں کے طور پر پسند کرو۔“

اس کانفرنس کے لائحہ عمل کی دستاویز میں، اللہ تعالیٰ کی شریعت کے ساتھ صریح ٹکراؤ ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیش کردہ احکام کو پس پشت ڈالنے کی دعوت ہے۔

یہ کام اللہ تعالیٰ کی شریعت کے ساتھ ٹکراؤ، خاندان کی بربادی، اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور تمام رسولوں کی مخالفت پر مشتمل ہے۔ اس میں زنا کی طرح کی بدکاریوں کو سرعام کرنے کی صریح اجازت دی گئی ہے۔ قوموں کے پاس جو باقی ماندہ اخلاقی قدریں اور اعلیٰ روایات موجود ہیں، ان کا خاتمہ کر دینے کی دعوت ہے، اس غیر فطری اور غیر شرعی خبیث ہدف کو حاصل کرنے کے لیے اتنی غیر معمولی رقم برباد کی گئی ہے، جس کا اگر کچھ حصہ بھی کسی آفت زدہ یا ظلم کی شکار قوم کی دادرسی کے لیے خرچ کیا جاتا تو اس کے لیے کافی ہوتا۔

یہ کانفرنس بھی پچھلی کانفرنس کی زنجیر کا ایک کڑا اور اس کا سابقہ و لاحقہ

ہے، جس کے نتیجے میں صحیح سالم معاشرتی ڈھانچہ یا وہ جو ابھی کچھ اچھی قدروں پر قائم ہے، تباہ و برباد ہو جائے گا۔

گذشتہ تمام وجوہ کی بنا پر سعودی عرب کی مجلس علمائے کبار، مسلمان حکومتوں، اقوام، علما تنظیموں، جماعتوں اور افراد کو اس کانفرنس کے منہج کی مذمت کرنے اور اس سے دور کرنے کی دعوت دیتی ہے اور تمام افراد کو اس کے مذکورہ بالا اہداف کی تردید کرنے کی دعوت دی جاتی ہے، تاکہ جس کی اللہ اور اس کے رسول نے مخالفت کی ہے، اس کی مخالفت کی جاسکے اور مسلمانوں کو اس کا شکار ہونے سے بچایا جاسکے یقیناً اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وآلہ وصحبہ، ومن سار علیٰ

نہجہ الیٰ یوم الدین.

مجلس علماء كبار (مملكة سعودى عربية)

صدر: عبدالعزيز بن عبدالله بن باز

راشد بن صالح بن خنين	صالح بن محمد اللحيان
عبدالله بن سليمان المنيع	محمد بن إبراهيم جبير
صالح بن فوزان الفوزان	عبدالله الغديان
عبدالله البسام	محمد بن صالح العثيمين
عبدالعزیز آل الشيخ	حسن بن جعفر العتمى
محمد بن عبدالله السبيل	ناصر بن حمد الراشد
محمد بن سليمان البدر	عبدالله بن محمد آل الشيخ
عبدالله التركي	عبدالرحمن المرزوقي
بكر بن عبدالله أبو زيد	محمد بن زيد آل سليمان
صالح بن عبدالرحمن الأطرم ^①	عبدالوهاب أبو سليمان

① مجلة البحوث الإسلامية (عدد ٤٥ ص: ٣٣١-٣٣٤)

(3) مفتی عام سعودی عرب، صدر مجلس علمائے کبار
الشیخ الامام عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ کا بیان

موضوع: بیجنگ خواتین کانفرنس کے بارے میں بیان اور تنبیہ

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء
والمرسلين، وعلى آله وصحابه ومن اهتدى بهديهم واستنَّ
بسننهم إلى يوم الدين، أما بعد:

ذرائع ابلاغ میں یہ خبر چھپی ہے کہ 4 ستمبر 1995ء کو چین کے
دارالحکومت بیجنگ میں چوتھی عالمی خواتین کانفرنس منعقد ہو رہی ہے جو 15 ستمبر
1995ء تک جاری رہے گی۔

میں نے اس کانفرنس کے لیے تیار کی گئی دستاویز کو دیکھا جو 362 شقوں
اور 177 صفحات پر مشتمل ہے۔

عالم اسلام کے کئی علمائے کرام کے بیانات کو بھی دیکھا، جو اس کانفرنس
کے خطرات اور اس سے پیدا ہونے والی، انسانیت کے لیے بالعموم اور مسلمانوں
کے لیے بالخصوص، برائیوں کے بیان میں شائع ہوئے۔

اس مذکورہ دستاویز کی روشنی میں ہمارے سامنے یہ بات ثابت ہوتی
ہے کہ یہ 1415 میں قاہرہ میں آبادی اور ترقی کے عنوان سے ہونے والی
بین الاقوامی کانفرنس ہی کا تسلسل ہے۔

اس کے بارے میں مجلس علمائے کبار اور عالم اسلام کی تالیسی مجلس کا فیصلہ جاری ہو چکا ہے۔ یہ دونوں فیصلے میری صدارت اور میری شراکت کے ساتھ ہوئے۔ یہ دونوں فیصلے اس مذکورہ کانفرنس کی مذمت پر مشتمل تھے، کیوں کہ وہ دین اسلام کے متضاد اور اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہے۔ اس میں اباحت پھیلانے کی دعوت، حرمتوں کی بے حرمتی اور معاشروں کو جانوروں کے ریوڑ میں تبدیل کرنے کی سعی نامشکور ہے اور اس کا بائیکاٹ کرنا ضروری ہے۔ اب یہ کانفرنس بھی اسی راستے اور اسی منزل پر چل رہی ہے، جس پر مذکورہ کانفرنس چلی۔ اس میں بھی مساوات مرد و زن پر زور دیا گیا ہے اور مرد اور عورت کے درمیان جتنے امتیازات ہو سکتے ہیں، سب کو مٹانے کا کہا گیا ہے۔ اقوام متحدہ کے سیکرٹریٹ کی طرف سے جاری کردہ دستاویز کا مسودہ اس کے حصول کے لیے کفریہ مبادیات اور گمراہ احکام پر بنیاد رکھتا ہے، جیسے:

دین کی بنیاد پر مرد اور عورت کے درمیان فرق کرنے والے ہر قانون کو کالعدم قرار دینے کی دعوت۔

محفوظ جنسی ملاپ کے نام پر اباحت کی دعوت، افراد کے ذریعے خاندان کی تشکیل، نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو جنسی تعلیم، مرد و عورت کے درمیان امتیاز کا خاتمہ، دین کی بنیاد پر قائم ان امتیازات کو مٹانے کی دعوت، دین مساوات کی راہ میں رکاوٹ ہے، یہ اور اس طرح کی دیگر گمراہیاں، کفریات، اسلام اور مسلمانوں، بلکہ تمام انسانیت کے خلاف سازش اور اس کو عفت و طہارت، شرم و حیا اور شرافت و کرامت سے روکنے والے دستاویز کی اہم شقیں ہیں۔

اس بنا پر مسلم حکمرانوں اور ارباب اقتدار کا فرض بنتا ہے کہ اس کانفرنس کا

بایکٹ کریں۔ مسلمانوں تک ان برائیوں کے پہنچنے کو روکنے کے لیے تدابیر اختیار کریں۔ اس بدکارانہ یلغار کے سامنے ایک صف بن کر کھڑے ہو جائیں۔ تمام مسلمانوں کو حاسدوں اور سازشیوں سے باخبر اور محتاط رہنا چاہیے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ دشمنوں کی تدبیروں کو انھی کی طرف پھیر دے، ان کا یہ عمل تباہ کر دے، مسلمانوں اور حکمرانوں کو اپنی اور اپنے اہل خانہ کی اصلاح کی توفیق دے اور دنیا و آخرت میں ان کو کامیابیاں نصیب فرمائے۔

عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز

صدر مجلس تاسیسی رابطہ عالم اسلامی

مفتی عام، مملکت سعودی عربیہ۔

صدر مجلس علمائے کبار، و إدارة البحوث العلمیة والإفتاء^①

① مجموع فتاویہ (۴/۲۰۴-۲۰۵) جمع: محمد الشویعر. دار القاسم ط ۱ عام ۱۴۲۰ھ۔

(4) علامہ عبدالعزیز بن باز کا ایک دوسرا بیان

موضوع: امارات کے پرسنل لاء (Personal Statute) میں ابتدائی عمر کی شادی کی ممانعت اور شادی کی عمر کی تحدید

الحمد لله، والصلاة والسلام على رسول الله، وبعد:

”الریاض“ اخبار (شمارہ نمبر 4974) میں ”امارات میں پرسنل لاء کا بل“ کے عنوان سے ایک خبر چھپی، جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ بل اسلامی شریعت سے ماخوذ ہے، اس کے مطابق: شادی کے عقود کے بارے میں یہ بل شرط عائد کرتا ہے کہ نوجوان کی عمر 18 سال سے کم نہ ہو اور لڑکی کی عمر 16 سال سے کم نہ ہو، جو اس شرط کی مخالفت کرے گا، اس پر کم از کم ایک ہزار درہم اور زیادہ سے زیادہ پانچ ہزار درہم جرمانہ عائد کیا جائے گا۔ اگر عدالت کوئی جوزا دیکھے، مثلاً: عزت کی پردہ پوشی وغیرہ تو وہ اس کی اجازت دے سکتی ہے۔ ایسے ہی ساٹھ سال سے بڑی عمر کے شخص کے لیے بھی عدالت کی طرف سے اجازت حاصل کرنے کے بغیر شادی کرنے کی اجازت نہیں، بالخصوص جب دونوں فریقوں کے درمیان عمر کا فرق نصف سے بھی زیادہ ہو۔ یہ بل اللہ تعالیٰ کی شریعت کے خلاف ہے، اس لیے میں نے حق بیان کرنے کے لیے یہ تنبیہ کرنا ضروری سمجھا۔

شادی کی عمر کم عمری میں یا بڑی عمر میں کسی مخصوص حد میں متعین نہیں کی

گئی۔ کتاب و سنت دونوں اس پر دلالت کرتے ہیں، کیوں کہ ان دونوں میں کسی مخصوص عمر کی قید لگائے بغیر شادی کی ترغیب دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتِمِّي النِّسَاءِ الَّتِي لَا تُوْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَ تَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْوِلْدَانِ وَأَنْ تَقُومُوا لِلْيَتَمَىٰ بِالْقِسْطِ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِهِ عَلِيمًا﴾ [النساء: ۱۲۷]

”اور (اے نبی!) لوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، کہہ دیجیے: اللہ خود ان کے بارے میں حکم دے رہا ہے اور کتاب کی وہ آیتیں بھی، جو یتیم لڑکیوں کے بارے میں تمہیں (پڑھ کر) سنائی جاتی ہیں جنہیں ان کا مقرر حق تم نہیں دیتے اور تم چاہتے ہو کہ ان سے نکاح کر لو، اور (وہ) کمزور بچوں کے بارے میں (تمہیں حکم دے رہا ہے) اور یہ کہ تم یتیموں سے انصاف کرو۔ اور تم جو بھی نیکی کرو، تو بے شک اللہ اس کا خوب علم رکھتا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ”یتیمہ“ کے نکاح کی اجازت دی ہے۔ یتیمہ نابالغ کو کہا جاتا ہے، اس کی زیادہ سے زیادہ عمر راجح قول کے مطابق 15 سال ہے اور وہ عمر کا لحاظ کیے بغیر اس سے کم عمر میں بھی بالغ ہو سکتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

« تُسْتَأْذِنُ الْيَتِيمَةَ فِي نَفْسِهَا، فَإِنْ سَكَتَتْ: فَهُوَ إِذْنُهَا، وَإِنْ

أَبَتْ: فَلَا جَوَازَ عَلَيْهَا»

”یتیم سے اس کے بارے میں پوچھا جائے، اگر وہ خاموش رہے تو وہ اس کی اجازت ہے، اگر انکار کرے پھر اس پر جواز نہیں۔“

نبی محترم ﷺ نے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی تب ان کی عمر چھ یا سات سال تھی اور نو سال کی عمر میں ان کے ساتھ خلوت کی۔

آپ ﷺ کا فعل امت کے لیے تشریح (قانون سازی) کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایسے ہی صحابہ رضی اللہ عنہم کرام بھی بچپن میں بھی اور بڑی عمر میں بھی کسی عمر کی تحدید کیے بغیر شادیاں کیا کرتے تھے، اس لیے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ قانون کے علاوہ کوئی دوسرا قانون بنائے یا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے قانون کو تبدیل کرے، کیوں کہ وہ بالکل کافی ہے۔ جو اس کے خلاف کوئی رائے رکھتا ہے، وہ اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے اور لوگوں کے لیے ایسا قانون بناتا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی۔

اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے لوگوں کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَوَا شَرَعُوا لَهُمْ مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنَ بِهِ اللّٰهُ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [الشوری: ۲۱]

”کیا ان کے لیے (اللہ کے سوا) شریک ہیں جنہوں نے ان کے لیے وہ دین مقرر کیا ہے جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا؟ اور اگر (وعدے کے دن) فیصلہ کرنے کی بات نہ ہوتی تو ان کے درمیان یقیناً (فوراً ہی) فیصلہ کر دیا جاتا اور بلاشبہ ظالم لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

نیز نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَحَدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ)) (متفق علیہ)
 ”جس نے ہمارے اس حکم (دین) میں کوئی ایسا کام ایجاد کیا، جو
 اس میں نہیں تو وہ مردود ہے۔“
 صحیح مسلم کی حدیث میں ہے:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ))

”جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں، وہ مردود ہے (نیز
 امام بخاری نے اسے جزم کے اسلوب میں تعلقاً بیان کیا ہے)۔
 میں اس کام کے ذمے داروں کو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی یاد کروانا
 چاہتا ہوں:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ
 يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [النور: ۶۳]

”لہذا چاہیے کہ جو لوگ اس (اللہ اور اس کے رسول) کے حکم کی
 خلاف ورزی کرتے ہیں، اس (بات) سے ڈریں کہ انھیں کوئی
 آزمائش آپڑے یا انھیں دردناک عذاب آئے۔“

آج امت یا افراد جن فتنوں، وباؤں، جنگوں، دین سے دوری اور
 انواع و اقسام کی مصیبتوں سے دوچار ہیں، ان کے اسباب اللہ کی شریعت کی
 مختلف اقسام کی مخالفتیں ہیں، جو لوگ کر رہے ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا

عَنْ كَثِيرٍ﴾ [الشوری: ۳۰]

”اور تمہیں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمہارے اپنے ہی کرتوتوں

کی وجہ سے اور بہت سی باتوں سے تو وہ درگزر ہی فرماتا ہے۔“
اللہ رب العزت نے بیان کیا ہے کہ بعض سابقہ امتوں پر عذاب آنے
اور ان کی ہلاکت کا سبب ان کی مخالفت تھی، تا کہ غافل بیدار ہو جائے اور اس
سے عبرت حاصل کرے۔ خالی اسلامی شریعت سے اخذ کرنے کا دعویٰ کافی نہیں،
جب کوئی ایسی چیز پائی جائے جو اس کے خلاف ہو۔ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے
اسی رویے کی مذمت کی ہے:

﴿اَفْتَوْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضِ فَمَا جَزَاۤءُ مَنْ
يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
يُرَدُّوْنَ اِلَى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَ مَا لِلّٰهِ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾

[البقرہ: ۸۵]

”کیا تم کتاب کے ایک حصے پر ایمان لاتے ہو اور دوسرے حصے کا
انکار کرتے ہو؟ پھر تم میں سے جو شخص یہ کام کرے گا اس کی سزا اس
کے سوا کوئی نہیں کہ رسوائی ہو دنیاوی زندگی میں اور قیامت کے دن
وہ سخت ترین عذاب کی طرف دھکیلے جائیں گے اور تم جو عمل کرتے
ہو اللہ اس سے غافل نہیں ہے۔“

میں علما کو بھی نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کریں اور
حکمرانوں کو نصیحت کرنا، حق بیان کرنا، اس کی پیروی کی دعوت دینا اور اس کی مخالفت
سے خبردار کرنا ان کی ذمے داریاں ہیں، وہ ان کو ادا کریں۔ اللہ فرماتے ہیں:

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَا يَجْزِي وَاٰلِدٌ عَنْ
وٰلِدِهٖ وَ لَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَاۤزٍ عَنْ وَاٰلِدِهٖ شَيْئًا اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ

فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمُ بِاللَّهِ الْغُرُورُ ﴿۳۳﴾

[المؤمن: ۳۳]

”اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور ڈرو اس دن سے جب کوئی باپ اپنی اولاد کے کام نہ آئے گا اور نہ اولاد اپنے باپ کے کچھ کام آئے گی، بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے، لہذا دنیاوی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے اور کوئی دھوکے باز تمہیں اللہ کے متعلق دھوکے میں نہ ڈالے۔“

اللہ ہم سب کو حق کہنے، حق قبول کرنے، اس پر عمل کرنے، مسلمانوں کو ہدایت پر اکٹھا کرنے اور ہر معاملے میں شریعت کو نافذ کرنے کی توفیق دے، وہ اس قابل ہے اور اس کی توفیق رکھتا ہے۔

وَصَلَّى اللَّهُ عَلَىٰ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ. ^①

① مجموع فتاویہ (۴/۱۲۶-۱۲۸)

(5) علامہ محمد نجف مطہری

(سابقہ مفتی مصر) کا بیان

کم عمر لڑکی اور لڑکے کی شادی:

مصری حکومت نے 1342ھ بمطابق 1923ھ کو ایک قانون جاری کیا، جس کے موجب لڑکی کی شادی کی عمر 16 سال اور لڑکے کی عمر 18 سال قرار پائی۔ علامہ صاحب نے اس قانون کے باطل ہونے پر کتاب و سنت اور اجماع امت سے استدلال کیا اور یہ بیان کیا کہ ابن شبرمہ سے اس سلسلے میں جو اجماعِ علمائے اسلام کے خلاف نقل کیا جاتا ہے، وہ صحیح نہیں۔ وہ کہتے ہیں: ”میرا خیال ہے کہ اس نقل کا صحیح ہونا بعید از امکان ہے، اگرچہ مبسوط میں اس کو ان دونوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔“ اسی وجہ سے صاحب بدائع کا کہنا ہے: عثمان الہتی اور ابن شبرمہ سے نقل کیا جاتا ہے کہ دونوں نے کہا: ”ان دونوں کو اختیار نہیں۔“ یعنی باپ اور دادا کی ولایت (سرپرستی) شادی کرنے کی اہل نہیں (یعنی ولایت ترویج نہیں)۔ اس نے ان دونوں کے لیے اس آیت:

﴿وَابْتَلُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ﴾ [النساء: ۶]

”اور تم یتیموں کی جانچ پرکھ کرو یہاں تک کہ وہ نکاح (کی عمر) کو

پہنچ جائیں۔“

سے استدلال نہیں کیا، بلکہ مفہوم سے استدلال کیا ہے۔

صاحب البدائع کا یہ کہنا: ”بیان کیا جاتا ہے“ ابن شبرمہ اور اس کے ہم

خیال سے نقل کرنے میں ضعف کی دلیل ہے۔ صاحب مبسوط اور دیگر جس نے بھی اس کو جن سے ذکر کیا ہے، انہوں نے اس کی تردید کے لیے اس کو نقل کیا ہے، نقل کا صحیح یا غیر صحیح ہونا تو ایک طرف رہا۔

نیز یہ بھی بعید از خیال ہے کہ ابن شبرمہ اور اس کے ہم خیال اس آیت سے کم عمر لڑکے اور کم عمر لڑکی کی شادی کرنے سے روکنے پر استدلال کرتے ہوں۔ کہتے ہیں اگر یہ جائز بھی ہوتا تو اس کا کوئی فائدہ نہ ہوتا، کیوں کہ یہ آیت کم عمر یتیموں کے اموال کے سیاق میں ہے، اس میں کم عمر لڑکے اور کم عمر لڑکی کی شادی سے روکنے میں دلالت کی اقسام (عبارة النص، إشارة النص وغیرہ) میں سے کوئی قسم بھی دلالت نہیں کرتی۔

ہم تمام علما کے لیے بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سورۃ النساء کے شروع میں فرماتے ہیں:

﴿وَاتُوا الْيَتَامَىٰ أَمْوَالَهُمْ﴾ [النساء: ۲]

”اور یتیموں کو ان کے مال دے دو۔“

جہاں تک ہم جانتے ہیں تمام مفسرین کہتے ہیں کہ یہاں خطاب اولیا (سرپرستوں) اور اوصیا (جن کو وصیت کی گئی ہو) کو ہے۔ مال دینے سے مراد ہے یا اس کو صحیح سالم چھوڑ دینا اور اس کے ساتھ کوئی غلط تعرض (تصرف) نہ کرنا یا بالفعل ان کو مال دے دینا۔

یتامیٰ سے مراد یا اس کا لغوی معنی ہے جو چھوٹوں بڑوں کو شامل ہے۔ یہ اس معنی میں حقیقت ہے اور اصل لغت کے مطابق وارد ہوا ہے، یا پھر مجاز ہے، کیوں کہ بلوغت سے پہلے یتیمی کی حالت تھی اور بالفعل (حقیقت میں) مال بلوغت کے بعد دیا جاتا ہے۔

اس کے بعد اسی سورت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ﴾ [النساء: ۵]

”اور تم اپنے وہ مال نادان لوگوں کے سپرد نہ کرو۔“

مفسرین کہتے ہیں: یہ یتیموں کے متعلق باقی احکام بیان کرنے اور پہلے ان کو دینے کی شرط کے اجمال کی تفصیل کا آغاز ہے اور شادی سے تعلق رکھنے والے احکام بیان کرنے اور اجنبی عورتوں کے ساتھ شادی اور مال کے احکام ضمناً بیان کرنے کے فوراً بعد اس کی کیفیت کا ذکر ہے، جس طرح عکرمہ کا کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ اولیا سے خطاب ہے۔ خود عکرمہ اور ابن جبیر نے وضاحت کی ہے کہ ”السفهاء“ سے مراد یتیم ہیں اور ”أموالکم“ سے ان کے اموال مراد ہیں، اس کے بعد اللہ عزوجل کہتے ہیں:

﴿وَابْتَلُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ﴾ [النساء: ۶]

”اور تم یتیموں کی جانچ پرکھ کرو یہاں تک کہ وہ نکاح (کی عمر) کو

پہنچ جائیں۔“

شیخ الاسلام فرماتے ہیں: ”اس آیت میں یتیموں کا مال ان کے سپرد کرنے کے وقت کی تعیین کا آغاز، پہلے مطلقاً جو دینے کا حکم تھا اب اس کی شرط کا بیان اور اگر وہ بے وقوف ہوں تو دینے سے منع کا ذکر ہے۔“

بہر حال مفسرین کا اتفاق ہے کہ ”ابتلا“ کا معنی ہے جانچنا۔ اس بنیاد پر آیت کا معنی ہوگا: تمہارے پاس جو یتیم ہیں ان کے حالات کو پرکھو کہ کیا وہ مالی امور اچھے طریقے سے انجام دینے کی سوجھ بوجھ رکھتے ہیں اور اچھے طریقے سے تصرف کر سکتے ہیں، ان کی حالت کے مطابق ان کو آزماؤ۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس زمانے میں انہی باتوں پر اکتفا کیا ہے جن کا ذکر ہوا ہے، لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں دینی استقامت کا اضافہ کیا ہے۔ دونوں اماموں کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آزمائش بلوغت سے پہلے ہوگی۔ آیت کا ظاہری مفہوم بھی اسی پر دلالت کرتا ہے، کیوں کہ اس میں ”حتیٰ“ کا لفظ آیا ہے جو غایت یعنی انتہا پر دلالت کرتا ہے، لیکن آزمائش کے طریقے میں دونوں کا اختلاف ہے۔ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ولی یا وصی یتیم کو براہِ راست لین دین کرنے کی اجازت دے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایسے نہیں ہوگا، بلکہ مال کے بغیر اس کے حسبِ حال ہوگا، بلکہ پہلے اس کو لین دین سکھائے، جب کچھ خریدنے یا فروخت کرنے کی نوبت آئے ولی یا وصی خود اس کو طے کرے گا، کیوں کہ خرید و فروخت کرنے کی اجازت یتیم کو مال دینے کے ساتھ مشروط ہے اور مال بلوغت اور سمجھداری دیکھ لینے کے بعد دیا جائے گا اور یہاں مقصد صرف آزمانا ہے (کہ وہ اس قابل ہو چکا ہے کہ نہیں)۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: آزمائش بلوغت کے بعد ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ﴾ کا معنی ہے جس طرح مفسرین کا اتفاق ہے جب وہ حُلُم (بلوغت) کو پہنچ جائیں۔

بلوغت کی تعریف خواہ حیض اور احتلام کے ساتھ ہو یا کم عمر لڑکی میں عمر کا لحاظ کرتے ہوئے ہو یا کم عمر لڑکے میں احتلام یا عمر کا لحاظ کرتے ہوئے ہو۔ اس معنی میں لفظ نکاح عقد کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے اور مجامعت کے معنی میں بھی، اگرچہ حنفی کہتے ہیں کہ اس لفظ کا حقیقی معنی مجامعت ہے اور شافعی کہتے ہیں اس کا

حقیقی معنی عقد کا ہے۔

یہ قرآن کریم میں مجامعت کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾ لہذا یہ بات کہنے کی کوئی وجہ نہیں کہ یہ لفظ قرآن میں صرف عقد کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

یہ سب نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿فَإِنْ أَنْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا﴾ کا معنی ہے: تمہارے سامنے مالی معاملات ضبط کرنے اور حسن تصرف کی سوجھ بوجھ واضح ہو جائے اور دینی استقامت بھی ہو، گو اس میں اختلاف ہے، جیسے پہلے ذکر ہو چکا ہے، تو یتیموں کو بلوغت کے فوراً بعد بلا تاخیر ان کا مال دے دو، کیوں کہ ”حتیٰ“ ابتدا کے معنی میں بھی ہے اور انتہا کے معنی میں بھی۔

﴿حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ﴾ یہ جملہ شرطیہ ہے جو آزمائش کی غایت قرار دیا گیا ہے۔ ”بَلَّغُوا“ فعل شرط ہے، اس کا جواب دوسرا شرطیہ جملہ ہے۔ ثابت ہوا کہ ان کو اموال دینا دو شرطوں پر موقوف ہے:

۱] بلوغت کی حد کو پہنچنا۔

۲] سمجھ داری محسوس کرنا۔

اسی لیے فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اس میں کوئی شک نہیں کہ یتیموں کی جس آزمائش کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس کا تعلق مال کی حفاظت کے مصالح کے ساتھ ہے، اس حکم کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَإِنْ أَنْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا﴾ لہذا اس سے لازمی طور پر یہی مراد ہے کہ اگر تم ان میں اپنی مصلحتیں ضبط کرنے یعنی معاملات سنبھالنے کی سمجھ داری محسوس کرو، کیوں کہ اگر اس سے یہ مراد نہ ہو تو نظام ٹوٹ پھوٹ جائیں اور لوگوں کا ایک دوسرے کے

ساتھ تعلق باقی نہ رہے، انتھی

جب آپ نے یہ باتیں جان لیں تو آپ کو علم ہو گیا ہوگا کہ اس آیت میں کم عمر لڑکے یا کم عمر لڑکی کی شادی کرنے میں ممانعت پر دلالت موجود نہیں، حتیٰ کہ یہ کہا جائے کہ اگر بلوغت سے پہلے شادی جائز بھی ہوتی تو اس کا کوئی فائدہ نہ ہوتا، اور وہ کون سی چیز ہے کہ اگر بلوغت سے پہلے شادی جائز ہوتی تو اس کا اس آیت میں فائدہ نہ ہوتا؟ آپ نے اس کا وہ معنی جان لیا ہے جس پر مفسرین اتفاق کرتے ہیں۔ یہ مذہب غیر مدون ہے، اس کا ماننے والا کوئی قابلِ اعتماد و صاحبِ علم نہیں، اس کے ساتھ ساتھ یہ اس آیت کے ساتھ صریحاً ٹکراتا ہے:

﴿وَالَّذِي يَأْتِي مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنْ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةَ أَشْهُرٍ وَالَّذِي لَمْ يَحِضْنَ﴾ [الطلاق: ٤]

”تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں حیض سے ناامید ہو گئی ہوں، اگر تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی بھی جنہیں حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو۔“

صاحب المبسوط کہتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ نے کم عمر کی عدت بیان کی ہے اور عدت کا شرعی سبب نکاح ہے اور یہ کم عمر کی شادی کے تصور کی دلیل ہے۔“ یہ موقف اس آیت کے بھی متصادم ہے: ﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾ یہ قول اسی صورت میں عمل میں آ سکتا ہے جب یتیمہ کی شادی جائز ہو۔

بخاری، مسلم، نسائی اور بیہقی نے اپنی سنن میں عروہ بن زبیر سے روایت کیا ہے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کے بارے میں پوچھا تو

انھوں نے جواب دیا:

”بھانجے! یہ یتیم ہے جو اپنے ولی کی گود میں ہو، وہ اس کے مال میں شریک ہو، اس کا مال اور جمال اس کے لیے دل کشی کا باعث ہو، وہ اس کے حق مہر میں بے انصافی کیے بغیر اس کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہو تو وہ اس کو اتنا ہی مہر دے جتنا اس کو کوئی دوسرا دیتا ہو۔

”اس بنا پر ان کو ان کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کر دیا گیا، الا یہ کہ وہ ان کے ساتھ انصاف کریں اور ان کو اتنا حق مہر دیں جتنا زیادہ سے زیادہ ان کو دیا جا سکتا ہے اور ان کو حکم دیا گیا کہ وہ ان کے علاوہ جس عورت کو پسند کریں اس کے ساتھ شادی کر لیں۔“

یہاں یتیمی سے مراد وہ ہیں، جن کے ساتھ شادی کی گئی، اس پر قرینہ اسی جواب (شرط) پر ہے۔ یہ اس معنی میں صریح موجود ہے اور ربط بھی اس کا تقاضا کرتا ہے۔

نساء سے مراد یتیموں کے علاوہ دوسری عورتیں ہیں، جس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی صراحت کی ہے، کیوں کہ مفہوم بھی اس پر دلالت کرتا ہے اور لفظ نساء بھی اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

ابن جریر، ابن منذر اور ابن حاتم رضی اللہ عنہم نے بھی عروہ کی سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہی بیان کیا ہے، جو بخاری، مسلم، نسائی اور بیہقی نے بیان کیا ہے، لہذا یہ یتیم کی شادی کرنے کی دلیل ہے۔

نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی کی عمر بن سلمہ کے ساتھ شادی کی اور وہ کم عمر تھی۔

قدامہ بن مطعون رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے ساتھ اسی دن

شادی کی جس دن وہ پیدا ہوئی تھی اور کہا:

”اگر میں مر گیا تو یہ میری بہترین وارث ہوگی اور اگر زندہ رہا تو میں زبیر کی بیٹی کا خاوند ہوں گا۔“

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی چھوٹی سی بچی کی عروہ بن زبیر کے ساتھ شادی کی۔ عروہ بن زبیر نے اپنی بھتیجی کی شادی کی اور وہ دونوں ہی چھوٹے تھے۔

ایک آدمی نے اپنی کم سن بچی عبداللہ بن حسن کو ہبہ کی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو جائز قرار دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی نے اپنی کم عمر بیٹی کی مسیب بن نجبہ کے بیٹے کے ساتھ شادی کی اور حضرت عبداللہ نے اس کو جائز قرار دیا۔

مبسوط میں ہے: ”لیکن ابو بکر اصم نے یہ احادیث نہیں سنیں۔“ (کیونکہ وہ بہرہ تھا) پھر کہا: ”اس میں یہ معنی بھی ہے کہ نکاح ان جملہ مصلحتوں اور مفادات میں سے ہے جو مرد اور عورت کے حق کے طور پر وضع کی گئی ہیں، وہ بہت سارے اغراض و مقاصد پر مشتمل ہے جو صرف مناسب رشتہ قائم ہونے کی وجہ سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ لیکن ضروری نہیں کہ مناسب اور ہم پلہ (کفو) ہر وقت میسر اور راضی ہو، اس لیے بچپن میں ولی (سرپرست) کی ولایت (سرپرستی) ثابت کرنے کی ضرورت بہت اہم ہے، کیوں کہ اگر اس کے بالغ ہونے کا انتظار کیا جائے تو وہ مناسب رشتہ تو ہاتھ سے جاتا رہے گا اور اس جیسا موجود بھی نہیں۔“

لہذا جب یہ عقد اس ضرورت کے موجود ہونے پر جو اس کا ایک مقصد ہے، عمر بھر کے لیے قائم کیا جا رہا ہے، تو اس ضرورت کو ولی کی ولایت ثابت کر کے ایسے ہی قرار دیا جائے گا گویا یہ ضرورت واقعاً حاصل ہو چکی ہے۔

صاحب بدائع نے یہ بیان کرنے کے بعد کہ باپ اور دادا کے کم عمر بچوں کی شادی کرنے میں عثمان الہتی اور ابن شبرمہ سے نقل کردہ قول کے سوا کوئی اختلاف نہیں (ان دونوں سے بھی یہ قول صیغہ تملیض کے ساتھ منقول ہے جو ضعف پر دلالت کرتا ہے) باپ اور دادا کے کم عمر بچوں کی شادی کے جواز پر اس آیت ﴿وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ﴾ سے استدلال کرتے ہوئے کہا:

”ایم“ حضرت آدم کی بیٹیوں میں سے ہر اس مونث کو کہا جاتا ہے جس کا خاوند نہ ہو، خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی۔

حرف ”مِن“ اگر تبعیض کے معنی میں ہو تو یہ باپوں سے خطاب ہے اور اگر یہ جنس کے معنی میں ہو تو یہ مومنوں کی جنس سے خطاب ہے اور خطاب کا عموم باپ اور دادا دونوں کو شامل ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی چھ سال کی عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ شادی کی، وہ بالکل چھوٹی تھی۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی چھوٹی سی بیٹی کی عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے شادی کی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان دونوں کا قول صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع کے مخالف ہے، اس لیے مردود اور ناقابل قبول ہے۔ ان دونوں کا یہ کہنا: ”نکاح کا حکم بلوغ کے بعد باقی ہوگا؟“ بالکل ہوگا لیکن سابقہ نکاح کے ساتھ نہ کہ بلوغت کے بعد نئے نکاح سے آغاز کیا جائے گا، یہ جائز ہے، جس طرح بیع میں ہوتا ہے، وہ دونوں کم عمر کے مال کی بیع (خرید و فروخت) پر بھی ولی ہیں، اگرچہ بیع کا حکم جو ملکیت ہے، بلوغت کے بعد بھی باقی رہتا ہے، جس بنا پر ہم نے کہا ہے: یہ بھی اسی طرح ہی ہے۔“

امام ابن ہمام ”فتح القدر“ میں اس آیت ﴿وَالَّذِي لَمْ يَحِضْنَ﴾ سے کم عمر کی شادی کے جواز پر استدلال کرنے کے بعد کہتے ہیں:

اس سے ابن شبرمہ اور ابو بکر الاصم کا موقف (جو کم عمر کی شادی سے روکنے کا ہے) باطل ہو جاتا ہے۔ حضرت ابو بکر کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا چھ سال کی عمر میں شادی کرنا ایسی نص ہے جو متواتر کے قریب ہے۔“

لہذا ثابت ہوا کہ یہ مذہب باطل، مردود، کتاب و سنت کے صریح حکم اور اجماع کے مخالف ہے، اس پر عمل کرنا جائز نہیں۔

ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ یہ موقف جن لوگوں سے نقل کیا گیا ہے، صحیح نقل کیا گیا ہے، یہ موقف صحیح ہے اس پر عمل کرنا جائز ہے، لیکن اصحاب مذکورہ اور استاذ شیخ خضریٰ نے اپنے مضمون میں اس پر عمل کیا ہے نہ اس کے علاوہ علمائے اسلام کے دیگر مواقف پر عمل کیا ہے، کیوں کہ ابن شبرمہ، عثمان البتی اور ابو بکر الاصم نے (اگر ان سے یہ نقل صحیح ہے تو) بلوغت سے پہلے لڑکے اور لڑکی کی شادی کرنے کی مخالفت کی ہے، حیض آجانے پر یا احتلام ہونے پر یا عمر کی بنا پر بلوغت ثابت ہونے کی وجہ سے مخالفت نہیں کی اور تمام علمائے اسلام میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو یہ کہتا ہو کہ لڑکے اور لڑکی کی بلوغت صرف عمر کے ساتھ ثابت ہوتی ہے۔ بلکہ پہلے اور پچھلے تمام علماء کا آج تک اس پر اجماع ہے کہ لڑکی کی بلوغت حمل، حیض یا احتلام کے ساتھ ثابت ہوتی ہے اور لڑکے کی بلوغت حمل کرنے کے ساتھ یا احتلام کے ساتھ یا عمر کے ساتھ ثابت ہوتی ہے۔ عمر کا اعتبار صرف اس صورت میں کیا جائے گا جب لڑکی میں حمل، حیض یا احتلام میں سے کوئی علامت ظاہر نہ ہو اور لڑکے میں جب احتلام یا حمل کرنا معدوم ہو۔ لڑکے اور لڑکی میں جوں ہی ان

مذکورہ علامتوں میں سے کوئی علامت پائی جائے تو ان کو بالغ سمجھا جائے گا، یعنی وہ بلوغت کو پہنچ جائیں گے اور بالا جماع شریعت کے مکلف ہو جائیں گے۔

اب کم عمر لڑکے اور کم عمر لڑکی کی بلوغت کو عمر میں محصور کرنا اور یہ دعویٰ کرنا کہ یہ ضابطہ بلوغت کی نشانی متعین کرنے کے لیے زیادہ پختہ ہے، جس طرح ”مذکرہ“ میں اور استاذ شیخ خضریٰ کے مضمون میں ذکر ہوا ہے، کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اور اجماع اہل اسلام کے مخالف ہے۔

قرآن بھی دلالت کرتا ہے اور اجماع بھی قائم ہے کہ بچہ اور بچی جب بلوغت کو پہنچ جائیں، یعنی بچی کو حیض آنا شروع ہو جائے یا احتلام ہو جائے یا حمل ہو جائے اور وہ بلوغت کے وقت سمجھدار بھی ہو تو اس کا مال بلا تاخیر اس کے سپرد کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ خواہ وہ نو سال کی ہی ہو۔ ایسے ہی بچے کو جب احتلام ہو جائے یا وہ اپنی بیوی کو حاملہ کر دے اور بلوغت کے وقت اس کی سمجھداری واضح ہو جائے تو اس کا مال بلا تاخیر اس کے سپرد کرنا ضروری ہو جاتا ہے، خواہ بارہ سال ہی کا ہو، ان دونوں حالتوں میں عمر کا کوئی اعتبار نہیں۔

لیکن اگر بچی کو حیض نہ آئے یا احتلام نہ ہو یا حاملہ نہ ہو اور بچے کو احتلام نہ ہو یا اپنی بیوی کو حاملہ نہ کر سکے تو اس وقت ان دونوں کی بلوغت میں عمر کا اعتبار کیا جائے گا جو امام شافعی، ابو یوسف اور محمد ﷺ کے نزدیک 15 سال ہے، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت ہے اور احناف کے ہاں یہی مفتی بہ قول ہے۔

ایسے ہی عموماً دیکھنے میں یہی آتا ہے کہ بچہ اور بچی اس مدت میں شادی اور اس کے ثمرات کے قابل ہو جاتے ہیں اور اس سے متاخر نہیں ہوتے۔ امام اعظم سے یہ بھی مشہور ہے کہ لڑکے کی عمر 18 سال اور لڑکی کی 17 سال ہو۔

بہر حال بلوغت کی نشانی میں عمر کا اعتبار بالاجماع حیض اور احتلام کی نشانی کے بعد ہی کیا گیا ہے، اس لیے اس کو اسی وقت دیکھا جائے گا جب پہلی دو نشانیاں معدوم ہوں۔ تاہم اس میں کوئی فرق نہیں کہ انسان خود اپنی شادی کرے یا اس کا ولی اس کی اجازت کے ساتھ کرے (جس طرح فقہی مذاہب کا اختلاف ہے) اور اس میں کہ وہ اپنے مال میں تصرف کا اہل ہو جائے۔

جب وہ عمر کے لحاظ سے بالغ ہو جائے (جو مختلف فقہی مذاہب کے اعتبار سے مختلف ہے) اور اس وقت سمجھدار بھی ہو تو اس عمر کو پہنچنے کے فوراً بعد اس کا مال اس کے سپرد کرنا لازمی ہو جاتا ہے۔ اگر وہ بے وقوف ہو تو امام شافعی، ابو یوسف، محمد اور ان کے ہم خیالوں کی رائے کے مطابق اس پر مالی تصرف کرنے پر پابندی لگا دی جائے گی، لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر مالی تصرف کرنے پر پابندی نہیں لگائی جائے گی، بلکہ اس کی عمر پچیس سال ہونے تک انتظار کیا جائے۔ جب وہ پچیس سال کا ہو جائے، تب ہر حال میں اس کا مال اس کے سپرد کر دیا جائے۔

چوتھا سوال یہ تھا:

جو ان عمروں سے پہلے بلوغت کی کسی علامت کے ساتھ بالغ ہو جائے، اس کے بارے میں کیا رائے ہے؟ شیخ خضریٰ نے اس کا یہ جواب دیا کہ وہ اس سلسلے میں ابھی شبرمہ کے مذہب کی تفصیل سے آگاہ نہیں۔ ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں: اگر آپ کو اس سلسلے میں ابن شبرمہ کے مذہب کی تفصیل سے آگاہی نہیں تو اس کا مطلب ہوا کہ ابن شبرمہ کے ہاں بلوغت کی حد معلوم نہیں اور وہ بچپن کی حد سے آگاہ نہیں، اس بنا پر اس کا مذہب ہمارے نزدیک مجہول

ہے جس سے استدلال کرنا جائز نہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ ابن شبرمہ، عثمان الہبتی اور ابو بکر بن اصم کا مذہب مدون ہے نہ اس کے ماننے والے ہی ہیں، جنہوں نے اس کو صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہو۔ ہمیں یہ مذہب بعض دیگر مذاہب کے علما سے معلوم ہوا ہے، جیسے المبسوط، البدائع اور فتح الباری کے مصنفین انہوں نے بھی اس کو اجمال کے ساتھ ہی بیان کیا ہے۔ اس کے باوجود یہ تمام صریحاً کہتے ہیں کہ ان تین علما نے صرف لڑکے اور لڑکی کی بلوغت سے پہلے شادی کرنے میں اختلاف کیا ہے اور جو مسئلہ تمام علما کے نزدیک اتفاقی ہے کہ بلوغت عمر کے ساتھ بھی ہوتی ہے اور اس عمر سے پہلے دیگر علامات کے ساتھ بھی جس طرح کتاب و سنت ناطق ہیں، اس پر اعتماد کرتے ہوئے انہوں نے اس کو مطلقاً ہی چھوڑ دیا ہے۔

المبسوط کی عبارت واضح کہتی ہے: ابن شبرمہ اور ابو بکر الاصم کے قول کے خلاف کہ کم عمر لڑکے اور کم عمر لڑکی کی شادی نہ کی جائے، حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿حَتَّىٰ اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ﴾ 1ھ۔“

گویا اس مذہب میں بھی ممانعت بلوغت کے ساتھ ہی مقید ہے خواہ ہو کسی بھی علامت کے ساتھ ہو، جس طرح اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿حَتَّىٰ اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ﴾ سے بھی یہی مراد ہے، جس طرح ہم نے اس کی تفصیل بیان کر دی ہے۔

البدائع میں ہے: اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ باپ اور دادا کی ولایت، ولایت نکاح ہے، بجز اس کے کہ عثمان الہبتی اور ابن شبرمہ سے نقل کیا گیا ہے، ان دونوں نے کہا: ان دونوں کی ولایت (باپ اور دادا کی ولایت) ولایت تزویج نہیں (یعنی وہ شادی کرانے کا اختیار نہیں رکھتے) ان دونوں کے اس قول کا اس

سے استدلال کیا گیا ہے کہ شادی کا حکم اگر ثابت ہو جائے تو وہ بچپن کی حالت تک ہی موقوف نہیں رہتا، بلکہ وہ بلوغت کے بعد بھی باقی اور ہمیشہ رہتا ہے۔“

اس کے علاوہ ان کے قول کی جس بات سے بھی دلیل لی گئی ہے وہ بالکل واضح طور پر کہتی ہے کہ ان دونوں نے جو ممانعت کی ہے وہ بچپن کی حالت کے ساتھ مقید ہے، بلوغت کے بعد تو شادی کرانے یا شادی کرنے میں کسی کا کوئی اختلاف ہی نہیں۔

کیا صرف اس وجہ سے کہ شیخ خضریٰ کو اس عمر سے پہلے بلوغت کی دیگر نشانیوں کے ذریعے بالغ ہونے والے کے بارے میں اس مذہب کی تفصیل کا علم نہیں تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس عمر سے پہلے ان نشانیوں کے ذریعے اگر کوئی بالغ ہو جائے تو اس کا اعتبار کرنے میں بھی کوئی مذہب اور اختلاف موجود ہے؟!

علمائے کرام نے اس کے بارے میں کوئی اختلاف نقل نہیں کیا۔ بالخصوص اس پر تو اجماع ہے کہ بچہ اس وقت تک شرعی احکام کا مکلف نہیں ہوتا جب تک اس کو احتلام آنا شروع نہ ہو جائے اور بچی بھی اس وقت تک شرعی احکام کی مکلف نہیں ہوتی جب تک اس کو حیض آنا شروع نہ ہو جائے۔

اس نے اخبار ”الاہرام“ (شمارہ نمبر 14236، بتاریخ 22 دسمبر 1923 بروز ہفتہ) میں چھپنے والے اپنے مضمون میں کہا کہ اصولیوں نے احکام کی ان علتوں میں شرط لگائی ہے جن پر ان کا دارو مدار ہوتا ہے کہ وہ علتیں ظاہر اوصاف ہوں جن کو منضبط کیا جاسکتا ہو، لیکن بلوغت کی علامتیں اگرچہ منضبط ہیں مگر ظاہر نہیں، وغیرہ۔

ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ بلوغت کی علامتیں ظاہر بھی ہیں اور منضبط بھی۔ ان علامتوں میں حیض ہے، احتلام ہے، حمل ہے اور حمل کرنا۔ شارع علیہ السلام

نے جس طرح بلوغت میں ان نشانیوں کا اعتبار کیا ہے، اسی طرح حیض والی عورتوں میں حیض کے ختم ہونے کو عدت کی علامت قرار دیا ہے اور اسی کے ساتھ استبراء رحم بھی معلوم ہوتا ہے (یعنی اگر عورت کو حیض آ جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ حاملہ نہیں) حتیٰ کہ اس قول کے مطابق بھی جس میں حیض والی کی عدت طہر کے ساتھ قرار دی گئی ہے، کیوں کہ وہ طہر جس کے ساتھ عدت ختم ہوتی ہے، وہ بھی حیض ہی کے ساتھ معلوم کیا جاتا ہے۔

جس طرح مذکورہ صورت حال میں حیض کا اعتبار کیا گیا ہے، اسی طرح شرعی احکام کا پابند بنانے کے لیے حکم دینے میں بھی حیض اور احتلام کا اعتبار کیا گیا ہے، ہر اس لڑکی پر جس کو حیض آنا شروع ہو جائے یا احتلام ہو جائے اور ہر اس لڑکے پر جس کو احتلام ہو جائے بالغوں اور مکلفوں کے احکام جاری ہو جاتے ہیں۔ اگر حضرت استاذ محترم اس میں کسی اختلاف سے آگاہ ہیں تو ہمیں ضرور اطلاع دیں کہ وہ اختلاف کرنے والا کون ہے۔

ایسے ہی شارح علیہ السلام نے وراثت میں حمل کے حصے کو موقوف رکھنے اور زنا کے نتیجے میں حاملہ ہونے والی عورت پر حد واجب کرنے میں حمل کا بطور علت اعتبار کیا ہے۔ پھر یہ بات بھی فقہی قاعدے کی حیثیت رکھتی ہے کہ جو حکم نص سے ثابت ہو رہا ہو، وہاں اس کو ثابت کرنے والی نص ہوتی ہے، علتیں نہیں۔

اس مفروضے کی بنا پر کہ دعوے حقیقت کے خلاف بھی ہو سکتے ہیں، اس لیے حیض کا دعویٰ کر دینے میں خاوندوں اور بیویوں کے لیے جو مصیبتیں پیدا ہو سکتی ہیں، ان کی وجہ شریعت کا التزام اور اس پر عمل نہ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ

أَنْ يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ إِنْ كُنَّ يُؤْمِنَنَّ بِاللَّهِ وَ
الْيَوْمِ الْآخِرِ وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَلِكَ ﴿البقرة: ۲۲۸﴾

”اور مطلقہ عورتیں تین حیض تک اپنے آپ کو انتظار میں رکھیں اور ان کے لیے جائز نہیں کہ اللہ نے ان کے پیٹ میں جو کچھ پیدا کیا ہے اسے چھپائیں، اگر وہ اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتی ہیں (تو ایسا ہرگز نہ کریں) اور ان کے خاوند اگر اصلاح کا ارادہ رکھتے ہوں تو وہ زیادہ حق دار ہیں کہ انھیں اس (مدت) میں لوٹالیں۔“

قصہ مختصر کسی حکم کی مخالفت کا ارتکاب اس حکم کو منسوخ نہیں کر دیتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اصحابِ مذکرہ کے اس قول کا کوئی معنی نہیں کہ ”علماء کا اس عقد کے باطل ہونے پر اتفاق ہے جس کو غیر ممیز (جو سنِ رشد کو نہ پہنچا ہو) براہِ راست کرے۔“ یہ قول لغو اور موضوع سے خارج ہے۔ اس کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، کیوں کہ گفتگو کا محور یہ نہیں کہ غیر ممیز عقدِ زواج کر سکتا ہے کہ نہیں کر سکتا؟ بلکہ موضوع بحث یہ ہے کہ ولی کم سن لڑکے یا کم سن لڑکی کا ان کی کم سنی میں ممیز یا غیر ممیز میں فرق کیے بغیر نکاح کر سکتا ہے یا نہیں کر سکتا؟

ایسے ہی اصحابِ مذکرہ کا یہ قول بھی لایعنی ہے کہ ”تمام احناف کا اس مسئلے پر اتفاق ہے کہ بلوغت کے بعد کوئی عقدِ نکاح پر مجبور نہیں کر سکتا۔“ یہ قول بھی موضوع سے خارج ہے، کیوں کہ گفتگو جبر یا عدمِ جبر کے مسئلے پر نہیں۔

ان کا یہ قول: ”کیوں کہ بلوغتِ رشد (سمجھ داری) اور عقل پوری ہونے کی علامت ہے۔“ مذکرے میں انھوں نے جو مقاصد ثابت کرنے کے لیے جو جو مقدمات ذکر کیے ہیں، ان تمام کو منہدم کر دیتا ہے اور ان مقدمات کو بنیاد

بناتے ہوئے انھوں نے شادی کی عمر کی تعیین کا جواز ثابت کرنے اور اس کو رائج کرنے کے لیے جو کچھ کیا ہے اس سب کو باطل کر دیتا ہے۔

کیوں کہ جب انھوں نے یہ اعتراف کر لیا کہ بلوغت رشد اور عقل پوری ہونے کی علامت ہے، تو بلوغت بالا جماع جس طرح عمر کے ساتھ ہوتی ہے (جب لڑکی کو حیض یا احتلام نہ ہو اور لڑکے کو احتلام نہ ہو، جس کی تفصیل گزر چکی ہے) اسی طرح حیض اور احتلام کے ساتھ بھی ہوتی ہے، جب لڑکی نو سال کی ہو جائے، اور لڑکا بارہ سال کا ہو جائے، اگرچہ وہ اس عمر کو نہ پہنچیں جو انھوں نے ان کی شادی کی متعین کی ہے، چنانچہ ثابت ہوا کہ انھوں نے شادی کی جو عمر متعین کی ہے، وہ کتاب و سنت اور اجماع کے خلاف ہے۔

اسی طرح مذکرے میں انھوں نے بلوغت سے پہلے کم سن لڑکے اور لڑکی کی شادی کرنے میں علما کا جو اختلاف نقل کیا ہے، اگر اس کو صحیح بھی فرض کر لیا جائے پھر بھی انھوں نے شادی کی جو عمر متعین کی ہے، اس کے جواز کی اس پر بنیاد نہیں رکھی جاسکتی، کیوں کہ کم سن لڑکا اور لڑکی جب مقررہ عمر تک پہنچنے سے پہلے ہی اسے علاماتِ بلوغت کے ظاہر ہونے کی وجہ سے بالغ ہو جائیں تو لڑکا اپنی شادی کرنے کا مختار ہو جائے گا اور لڑکی کنواری ہو یا شوہر دیدہ اس کا ولی اس کا جبراً یا ندباً نکاح کر سکے گا۔ اسی طرح اصحابِ مذکرہ کا یہ قول: ”لڑکا اور لڑکی دونوں کی شادی کی عمر کو سمجھ داری کی عمر کے ساتھ مربوط کرنا لازمی ہے۔“ باطل ہے، کیوں کہ اس قول کا تقاضا ہے کہ شرعاً شادی کی عمر کوئی اور ہو اور رشد کی عمر کوئی اور، بلکہ بچہ اور بچی جب بلوغت کی کسی علامت کے ساتھ بالغ ہو جائیں خواہ یہ عمر کی علامت ہو یا دیگر علامتیں جو عمر سے پہلے ظاہر ہوتی ہیں اور وہ سمجھ دار ہو، اپنے مال میں اچھے طریقے

سے تصرف کرنے کی سوجھ بوجھ رکھتا ہو، تو اس کا مال اس کے سپرد کر دیا جائے اور اگر وہ اس طرح نہ ہو یعنی بے وقوف ہو، اس پر تصرف کرنے پر پابندی عائد کر دی جائے گی یا نہیں کی جائے گی، جس طرح اس میں اختلاف پہلے ذکر ہو چکا ہے، لیکن جو بلوغت کی حد ہے اس میں شادی یا غیر شادی میں کوئی فرق نہیں۔

پھر استاذ حضری اور اصحابِ مذکرہ نے ابنِ شبرمہ اور اس کے ہم نوا لوگوں کے موقف کے لیے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

«لَا تُنْكَحُ الْيَتِيمَةَ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ»

”یتیمہ کا نکاح نہ کیا جائے حتیٰ کہ اس سے مشورہ لیا جائے۔“

اور اس حدیث سے بھی کہ:

«لَا يُتَمَّ بَعْدَ الْحُلْمِ» ”بلوغت کے بعد یتیمی نہیں۔“

یہ ایسا استدلال ہے جس کو خود صاحبِ مذہب نے بھی پسند نہیں کیا۔

کیوں کہ پہلی حدیث اپنے منطوق اور الفاظ کے ساتھ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یتیمہ (جس کا باپ نہیں ہوتا) اس کا اس وقت تک نکاح نہ کیا جائے جب تک اس سے مشورہ نہ کر لیا جائے، یعنی وہ بالغ ہو جائے اور اس سے اجازت لی جائے، جس طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، یا وہ اس اعتبار سے یتیم ہے کہ وہ پہلے یتیم تھی۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ یہ حدیث اپنے مفہوم مخالف کے ساتھ اس پر دلالت کرتی ہے کہ وہ کم عمر جس کا باپ موجود ہو اس کا نکاح اس کا باپ کرے۔ اسی طرح دوسری حدیث اپنے منطوق اور الفاظ کے ساتھ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یتیمی بلوغت کے بعد ختم ہو جاتی ہے خواہ یہ حیض کے ساتھ ہو یا احتلام کے ساتھ، خواہ لڑکی سولہ سال کی نہ ہوئی ہو یا لڑکا اٹھارہ سال کا نہ ہوا ہو۔

صاحبِ مبسوط نے یہ دونوں حدیثیں ذکر کی ہیں اور ان دونوں کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی دلیلیں قرار دیا ہے کہ باپ اور دادا کے علاوہ کوئی دوسرا کم عمر لڑکے یا کم عمر لڑکی کی شادی نہیں کر سکتا، لیکن باپ اور دادا مذکورہ حدیث کے منطوق اور مذکورہ مفہوم پر عمل کرتے ہوئے ان کی شادی کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔

اب ان دونوں حدیثوں سے ابن شبرمہ اور اس کے ہم موقف لوگوں کے موقف کے لیے کس طرح استدلال کیا جاسکتا ہے جو کم عمر لڑکے اور کم لڑکی کی مطلق شادی کرنے سے منع کرتے ہیں؟

معلوم نہیں انھوں نے کم عمروں کی شادی سے منع کرنے والوں کے مذہب کا ان دونوں احادیث سے استدلال کہاں سے نقل کیا ہے؟ استاذ شیخ خضریٰ کا مضمون اور اصحابِ مذکرہ کا مقالہ اس مذہب کی جن تعلیلوں پر مشتمل ہے، ان میں سے کوئی چیز بھی دلیل بننے کے قابل نہیں، کیوں کہ شرعی دلیل کتاب و سنت اجماع اور صحیح قیاس میں محصور ہے، انھوں نے جتنی علتیں پیش کی ہیں، وہ ان میں سے ایک بھی نہیں۔

ان تعلیلوں کا کتاب و سنت اور اجماع سے نہ ہونا تو بالکل ظاہر ہے، لیکن ان کا قیاس کے ساتھ بھی کوئی تعلق نہیں، کیوں کہ انھوں نے کتاب و سنت یا اجماع سے کوئی اصل پیش نہیں کی، جس پر قیاس کیا جاسکتا ہو۔ اگر فرض کر لیں کہ یہ صحیح قیاس ہے تو یہ کتاب و سنت اور اجماع کے خلاف ہے، اس لیے اس کی کوئی حیثیت ہے نہ اس پر اعتماد ہی کیا جاسکتا ہے۔

شادی کی عمر متعین کرنے کو ترجیح دینے کے لیے انھوں نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ کم عمری کی شادی کی کئی خرابیاں ہیں، یہ کم عمر کی صحت کے لیے بھی نقصان دے ہے۔

ان کا یہ اعتراض ناقابل تسلیم ہے، کیوں کہ کسی مسلمان نے بھی یہ بات نہیں کہی کہ شادی میں کوئی مفسدت اور خرابی ہے، خواہ یہ چھوٹی عمر میں کی جائے یا بڑی عمر میں۔ ڈاکٹروں کا اختلاف ہے کہ شادی جلدی کرنی چاہیے یا تاخیر سے، ان کا یہ اختلاف ان کے اقوال میں شک کا باعث ہے۔ پھر کوئی عقل مند یہ نہیں کہہ سکتا کہ محض عقدِ زواج کے قائم ہوتے ہی کم عمر کی صحت کو نقصان پہنچ جاتا ہے۔ یہ گمان اگر کیا بھی جائے تو صرف مجامعت کے بارے میں ہو سکتا ہے، عقد پر تو سرے سے کچھ بھی مرتب نہیں ہوتا، اس لیے اس کی عمر متعین کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

پھر اگر کم عمر لڑکی شہوت محسوس کرے اور مجامعت برداشت کرنے کی عمر کو پہنچ جائے خواہ شرعی طور پر بلوغت کو نہ پہنچی ہو تو ایسی صورت میں کسی فساد کے ہونے یا صحت کو نقصان پہنچنے کے اندیشے اور اعتراض کا کوئی جواز نہیں بنتا۔

کیوں کہ اگر اس میں کوئی ادنیٰ سی خرابی بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں اس کا حکم دیتے نہ رسول کریم ﷺ اپنی سنت میں اس کی دعوت دیتے اور نہ امت ہی اس کے سنت یا مباح ہونے پر اجماع کرتی۔ ﴿قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ﴾ [البقرة: ۱۴۰] ﴿اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللّٰطِيفُ الْخَبِيْرُ﴾ [المك: ۱۴]

عدلیہ کی تخصیص کا مسئلہ:

اصحابِ مذکرہ نے ان مقدمات سے، جن کو بلا ضرورت طوالت دی ہے، یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ حاکم شرعی طور پر عدلیہ کی تخصیص کا مجاز ہے۔

ان مقدمات سے اس نتیجے کا نکلنا تو ایک طرف رہا، اس کا ان کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں، کیوں کہ یہ عام و خاص ہر کسی کو معلوم ہے کہ حاکم تخصیص کرنے کا اختیار رکھتا ہے اور اس کی بنیاد مصلحت کی وجوہات پر ہے جو اس کا تقاضا کرتی ہیں۔

اس کی تفصیل ہم نے اپنے اس مقالے میں پیش کی ہے جو اوائل دسمبر 1919 میں رائل سکول آف لاء میں پڑھا، یہ مجلہ ”الأحكام الشرعية“ کے شمارہ نمبر 3-21 دسمبر 1919ء میں شائع ہوا اور اس پر عمل ہو رہا ہے۔

لیکن اصحابِ مذکرہ نے اس میں عمومی مصلحت کی کوئی وجہ بیان نہیں کی، جو اس تخصیص کا تقاضا کرتی ہو۔ پھر اس تخصیص کا وہ معنی بھی نہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ ولی امر (حاکم) اپنے تمام قاضیوں کو ایسے کیس دیکھنے سے روک دے، جو ان کے دائرہ کار میں نہ آتا ہو اور ان کیسوں کو پنپانے کے لیے کوئی جج بھی مقرر نہ کرے، جس طرح اس مذکرے میں کہا گیا ہے کہ مصر کے تمام ججوں کو سولہ سال سے کم عمر لڑکیوں کی شادی کے تمام واقعات یا اٹھارہ سال سے کم عمر لڑکوں کی شادی کے تمام واقعات کو دیکھنے سے روک دیا گیا۔

قانون کی دفعہ میں جو یہ کہا گیا ہے کہ ”سوائے حاکم کی اجازت کے“ یہ قید غیر مفید ہے اور حقیقت میں ایسے جج مقرر کرنے کا تقاضا نہیں کرتی جو ان کیسز کو دیکھیں۔

بلکہ عدلیہ کی تخصیص کا یہ معنی ہے، جس کا مصلحت تقاضا کرے، کہ حاکم اپنی مملکت کے تمام علاقوں کو متعدد حلقوں میں تقسیم کرے۔ ہر حلقے میں ایک عدالت قائم کرے جو اس علاقے کے رہنے والوں کے کیسوں کا فیصلہ کرے، اسی طرح ان کیسوں کو ان عدالتوں کے ججوں کے درمیان تقسیم کرے، جو ایک جج کے دائرہ کار سے باہر ہو تو دوسرے کے دائرہ عمل میں داخل ہو۔ اس طرح پوری مملکت میں کوئی ایسی جگہ اور کوئی ایسا کیس نہیں بچے گا، جس کو سننے والے وہاں جج موجود نہ ہوں، بالخصوص ایسے کیسز جن کا تعلق اللہ اور بندے کے حقوق

مشترکہ کے ساتھ ہو، جیسے نکاح، طلاق یا خالص اللہ تعالیٰ کے حقوق۔ شادی میں زوجین کے ایک دوسرے کے حقوق ایک اعتبار سے بندوں کے حقوق ہیں اور دوسرے اعتبار سے اللہ کے حقوق، کیوں کہ ان میں حلت اور حرمت مرتب ہوتی ہے، جو اللہ کا حق ہے، ایسے ہی طلاق بھی ایک اعتبار سے بندوں کا حق ہے اور دوسرے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کا۔

جو اللہ اور بندے کے مشترکہ حقوق ہوں یا اللہ کے خالص حقوق ہوں تو ان کا فیصلہ کرنا حاکم اور ولی امر کی ذمہ داری ہوتی ہے، اس لیے ان میں فیصلے کرنے کے لیے قاضی کا ہونا ضروری ہے یا حاکم خود فیصلہ کرے، پھر تخصیص، اگر مان لیں کہ مصلحت موجود ہے، اگرچہ ظاہر نہیں ہوئی، تو اس کا اضافہ 1910ء کے قانون کی شق نمبر 101 میں کر دیا گیا ہے، لیکن اس قانون کی شق نمبر 366 میں جو یہ اضافہ کیا گیا ہے کہ اگر عقد کے وقت بیوی کی عمر 16 سال اور خاوند کی 18 سال نہ ہو تو عقد کرنے کی اجازت ہے نہ ایسی شادی کی تصدیق کرنے کی اجازت جو اس قانون کے اطلاق سے پہلے کی حالت سے سند جواز لے۔

اس شق کا تخصیص کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، بلکہ اس میں اس قانون کے اطلاق سے پہلے کی حالت سے استناد کرتے ہوئے عقد کرنے اور اس کی تصدیق کرنے سے منع کیا گیا ہے، کیوں کہ یہ دونوں کام یعنی عقد کرنا اور اس کی تصدیق کرنا، قاضی کے کام میں شامل نہیں، بلکہ عقد اور تصدیق یا تو زوجین خود کرتے ہیں یا ان کے وکیل، خواہ وہ عمر کے ساتھ بالغ ہوں یا بلوغت کی دیگر علامتوں کے ساتھ، اور اگر وہ دونوں کم عمر ہوں یعنی سن تمیز تک نہ پہنچے ہوں تو پھر ان کا ولی، یا جو ایک کم سن ہو اس کا ولی اور بالغ کا وکیل عقد کرتے ہیں، نکاح خواں کا

کام تو صرف نکاح کی عبارت کی تلقین کرنا، رجسٹر میں اندراج کرنا اور حکومت کی طرف سے عائد کردہ قانونی کارروائی کرنا ہوتا ہے۔

جب عقدِ نکاح میں نکاح کے تمام ارکان اور تمام شرطیں پوری پائی جائیں تو وہ شرعی طور پر صحیح ہوتا ہے، نکاح خواں حاضر ہو یا نہ ہو، رجسٹر میں اندراج کرے یا نہ کرے۔

پھر اگر عقدِ نکاح کی کم از کم شرعی حیثیت کو بھی مد نظر رکھا جائے، تب بھی وہ خاص امور میں شمار ہوتا ہے، عام معاملات میں نہیں، اس لیے اس سے روکنا جائز نہیں، جس طرح جب کوئی انسان عاقل بالغ اور سمجھ دار ہو تو اس کو اپنی ملکیتی کسی بھی چیز سے روکنا جائز ہے نہ اس پر پابندی لگائی جاسکتی ہے۔

اس سے بڑھ کر شادی کی عمر کی تحدید کرنا اور اس مقرر عمر سے پہلے نکاح کرنے سے منع کرنا حلال کو حرام کرنے کا تقاضا کرتا ہے، جس کی شارع ﷺ نے ترغیب دلائی ہے، یا سنتِ موکدہ کو حرام کرنا ہے اور یہ دونوں کام ہی بالا جماع نافرمانی اور معصیت کے زمرے میں شامل ہیں۔ حضرت استاذ شیخ خضریٰ کا یہ کہنا: ”اس پر یہ اعتراض کرنا کہ یہ حلال کو حرام یا حرام کو حلال کرنا ہے۔ اس کی کوئی وجہ نہیں بالخصوص جب مختلف مذاہب موجود ہیں۔“

ہم ان سے کہتے ہیں: جناب! فرض کیجیے اختلاف اگر معتبر ہے تو وہ بلوغت سے پہلے کم عمروں کی شادی کرنے کے بارے میں ہے، بلوغت کے بعد تو نہیں، خواہ بلوغت مقرر عمر کے ساتھ ہو یا دیگر علامتوں کے ساتھ، اس میں کسی مذہب کا قطعاً کوئی اختلاف نہیں، بلکہ اہل اسلام کا اجماع اور نبی مکرم ﷺ کی سنت اس پر متفق ہے کہ بچی اور بچہ جب بلوغت کی کسی علامت کے ساتھ بھی بالغ ہو جائیں تو

وہ دونوں شرعی طور پر بالغ ہو جاتے ہیں، ان کی شادی کر دینے میں کسی عالم کا کوئی اختلاف نہیں، چاہے لڑکی سولہ سال کی نہ ہو اور لڑکا اٹھارہ سال کا نہ ہو۔

تمام فقہانے صراحت کی ہے کہ لڑکی جب نو سال کی ہو جائے اور حیض یا احتلام کا دعویٰ کرے تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور وہ شرعی طور پر بالغ ہو جائے گی۔ ایسے ہی لڑکا جب بارہ سال کا ہو جائے اور احتلام کا دعویٰ کرے تو اس کے دعوے کی بھی تصدیق کی جائے گی اور وہ شرعی طور پر بالغ متصور ہوگا۔ اگر آپ نے کسی ایسے عالم کو دیکھا ہے جو ہماری اس بیان کردہ بات کے مخالف ہے تو اس کی تفصیل بیان کرنا آپ کے ذمے ہے۔

ہم فرض کرتے ہیں کہ ایک لڑکی کی بالغ ہونے کے بعد شادی کر دی جاتی ہے، لیکن وہ ابھی اس مقررہ عمر کی نہیں ہوئی تو کیا یہ لڑکی شرعی طور پر اس خاوند کے لیے حلال نہیں ہوگی، جس کے ساتھ اس کی شادی ہوئی ہے اور دوسروں کے لیے حرام نہیں ہوگی۔ پھر جب تک وہ اس خاوند کی عصمت (زوجیت) میں موجود ہے، کیا کوئی دوسرا اس کے ساتھ شادی کر سکتا ہے اور اس کے خاوند کا اس کے ساتھ مجامعت کرنا جائز نہیں اور وہ دوسروں پر حرام نہیں؟

اگر ہم فرض کریں کہ یہ لڑکی اس خاوند کے ساتھ ایک مدت تک رہتی ہے، پھر جب اس کی عمر سولہ سال ہو جائے تو کوئی دوسرا آ کر یہ دعویٰ کرے کہ اس نے اس کے ساتھ صحیح شرعی نکاح کیا ہے اور پہلا بھی یہی دعویٰ کرے تو کیا شرعی فیصلے کا یہ تقاضا نہیں کہ وہ دونوں میں سے تاریخی اعتبار سے پہلے شادی کرنے والے کے حق میں فیصلہ کرے، خواہ اس کی اس کے ساتھ شادی قانونی عمر تک پہنچنے سے پہلے ہی کیوں نہ ہوئی ہو؟

ایسی صورت میں حج کیا کرے گا؟ کیا وہ شریعت کے تقاضے کے مطابق پہلے کے حق میں فیصلہ دے گا، جس کے ساتھ اس کی شادی قانونی عمر تک پہنچنے سے پہلے ہوئی تھی اور اس کی مخالفت کرے گا جس کو وہ تخصیص مستحسن قرار دے رہی ہو یا اس نہی کی مخالفت کرے گا؟ جب کہ اس تخصیص کے تقاضے کے مطابق اس قانونی عمر تک پہنچنے سے پہلے کی شادی کے بارے میں فیصلہ دینے سے معذور ہو گا یا دوسرے خاوند کے حق میں فیصلہ دے گا، جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو پہلے کے حق میں فیصلہ کرنے کا حکم دیا ہے، کیوں کہ دوسرے کی شادی بالاجماع باطل ہے، تو کیا اس میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنا نہیں؟

جو بات ہم نے لڑکی کے بارے میں کہی ہے کہ اگر وہ نو سال کی ہو جائے اور اس کو حیض یا احتلام ہو جائے اور وہ شادی کرے، اس لڑکے کے بارے میں بھی یہی کہا جائے گا جو بارہ سال کا ہو جائے اس کو احتلام ہو جائے، وہ شادی کرے اور اپنی بیوی کو حاملہ کرے، پھر کوئی دوسرا دعویٰ کرے کہ یہ بیوی تو اس کی ہے جو دعویٰ کرنے والا ہے وہ اٹھارہ سال کا ہو جب کہ پہلا اس عمر کو نہ پہنچا ہو اور لڑکی بھی سولہ سال کی نہ ہوئی ہو، بلکہ عمر کے بغیر ہی دیگر علامتوں کے ساتھ بالغ ہوئی ہو، تو قاضی کیا کرے گا؟ کیا شریعت کے فیصلے کے مطابق پہلے کے حق میں فیصلہ دے گا یا شریعت کے مخالف رائے کے فیصلے کے مطابق دوسرے کے حق میں فیصلہ دے گا؟

میرا خیال ہے، جو میں کہتا ہوں اس پر اللہ نگہبان ہے۔ آپ اور اصحابِ مذکرہ قاضی کے دوسرے کے حق میں فیصلے کے جواز کا نہیں کہیں گے، بلکہ پہلے کے حق میں فیصلہ دینے کے وجوب پر زور دیں گے، تم اس کی مخالفت نہیں کرو گے اور تم اس میں مخالفت کر بھی نہیں سکتے، کیوں کہ اس میں مخالفت کتاب و سنت اور اجماع کی مخالفت ہے۔

جو ہوا میں اس کے بارے میں صرف یہی کہوں گا جو ایک شافعی امام
صاحبِ الروض نے کہا تھا:

یہ ہماری نصیحت ہے جو ہم اربابِ اقتدار اور عام مسلمانوں کی خدمت
میں پیش کرتے ہیں۔

اللہ ہم سب کو سیدھی راہ پر چلائے اور ہماری غلطیاں معاف فرمائے۔

محمد نجیٹ، سابقہ مفتی مصر^①

① مجلۃ المنار ۲۵/۱۲۵-۱۴۸ (مسألة تحديد الزواج بقانون ومسلك الحكومتين

العثمانية والمصرية فيه).

(6) علامہ احمد بن محمد شاہ رحمہ اللہ کا بیان

موضوع: عباس محمود عقاد کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی
رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چھ سال کی عمر میں شادی
اور نو سال کی عمر میں رخصتی کے انکار کی تردید

جاننا چاہیے کہ قول، فعل اور تقریر پر مشتمل سنت نبوی اسلامی قانون سازی
کا عظیم الشان مصدر ہے۔ یہ قرآن کریم کے بعد دوسرا مصدر تشریح ہے، جو اس
کی تفسیر اور بیان ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ﷺ سے کہا ہے:
﴿لَتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾ یہ احادیث جن کا عباس محمود نے اپنی تحریف
اور تاویل کے ساتھ انکار کیا ہے اور ان کے متضاد مفہوم کو ثابت کرنے کی کوشش
کی ہے، ان میں کئی اہم شرعی احکام پر دلالت ہے، جیسے:

- ✿ کم عمر لڑکی کا بڑی عمر کے آدمی کے ساتھ شادی کرنا۔
- ✿ کم عمر کی شادی کرنے کا معاملہ اس کا ولی طے کرے گا، کیوں کہ وہ اپنے
نفس کی مالک نہیں۔
- ✿ کم عمر کے ساتھ خلوت کرنا جائز اور حلال ہے۔

یہ اور ان کے علاوہ کئی دیگر احکام ہیں جو ان سے ثابت ہوتے ہیں، ان کا
انکار ان سے استنباط کے علمی طریقوں کے مطابق استنباط کیے جانے والے تمام

احکام کا انکار کرنا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف ایسی چیزوں کی نسبت کرنا ہے جو اثبات اور استدلال کے صحیح طریقوں کے ساتھ ثابت نہیں، بلکہ صحیح استنباط کے ذریعے اس کے عکس ثابت ہے۔ اگر اس کو ان تمام باتوں کا علم اور ادراک نہیں تو ہم نے اس تک یہ باتیں پہنچا دی ہیں، اب ہم پر اس کا کوئی بوجھ نہیں رہا۔

ایک مرتبہ پھر یہ کہنا چاہوں گا کہ ہماری شریعت اسلامیہ نے کم عمر لڑکیوں کی شادی کرنا جائز قرار دیا ہے اور ان کے اولیا کو ان کی شادی کا اختیار دیا ہے۔ اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کرنا، دس سال سے کم عمر میں ان کے ساتھ خلوت کرنا اور یہ قرآنی آیت ہے:

﴿وَالَّذِي يَأْتِي مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنْ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةَ أَشْهُرٍ وَالَّذِي لَمْ يَحِضْنَ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا﴾ [الطلاق: ٤]

”اور وہ جو حیض سے مایوس ہو جائیں تمہاری (طلاق یافتہ) عورتوں میں سے، اگر تم شک میں پڑو تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور (اسی طرح) ان کی بھی جنھیں (ابھی) حیض نہیں آیا۔ اور حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل تک ہے اور جو شخص اللہ سے ڈرے تو وہ اس کے لیے اس کے کام میں آسانی فرماتا ہے“

وہ جن کو حیض نہیں آیا، وہ ایسی کم عمر ہیں جو ابھی نابالغ ہیں اور ان کو حیض آنا شروع نہیں ہوا، ان کو اگر طلاق دے دی جائے تو ان کی عدت تین ماہ ہوگی اور طلاق اور عدت شادی کے بعد ہی ہوتی ہے۔ کیا ایسا نہیں ہوتا؟ لہذا جو اس شریعت پر راضی ہے وہ اس کا انکار نہیں کرتا اور مفاد پرست کیڑے نکالنے

والوں کی پروا نہیں کرتا، لیکن جو انکار کرتا ہے تو کیا آپ دوسرے لوگوں کو مومن بنانے کے لیے مجبور کر سکتے ہیں؟ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ﴾ [یونس: ۹۹]

”پھر کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے حتیٰ کہ وہ مومن ہو جائیں؟“^①

① کلمة الحق (ص: ۲۰۸-۲۱۰) للشيخ العلامة أحمد بن محمد شاكرت ۱۳۷۷ھ۔
دار الكتب السلفية.

(7) علامہ محمد شاذلی حنفی

(ت 1398ھ) کا بیان

موضوع: کوڈ آف پرسنل لاء (Personal Statute) پر تنقید

(تیونس میں 1957ء میں اس کا اطلاق ہوا)

علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”چودھویں فصل کہتی ہے: زوجین کا بالغ ہونا ضروری ہے۔“ اور اکیسویں فصل میں ہے: ”اگر زوجین میں سے کوئی ایک فریق نابالغ ہو تو اس کا نکاح فاسد ہو جائے گا۔“

یہ وجوب اور التزام اسلامی تشریح کے خلاف ہے، کیوں کہ عقد نکاح کے صحیح ہونے کے لیے اس کی شرط نہیں لگائی گئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَاللَّيْءُ لَمْ يَحِضْنَ﴾ یہ اس آیت: ﴿وَاللَّيْءُ يَيْسُنَ مِنَ الْمَحِيضِ﴾ پر عطف ہے، اس نے ان دونوں پر عدت فرض کی ہے، عورت پر صرف اس وقت عدت فرض ہوتی ہے جب وہ خاوند والی ہو۔

بچوں کے ساتھ جو احکام متعلق ہیں وہ بچپن میں عقد کے ساتھ خاص ہیں، لیکن رخصتی اور خلوت کو بلوغت تک موخر کیا جائے اور کچھ احکام ہیں جو بچپن میں بیوی کے ساتھ خلوت کرنے کے ساتھ خاص ہیں۔ لہذا بلوغت

سے قبل مطلقاً ممانعت اور بچے کے نکاح پر مطلقاً فاسد ہونے کا حکم لگانا
اسلامی تشریح کے خلاف ہے۔^①

① جریدة الاستقلال. (عدد ۴۹ تاریخ ۱۳۷۶/۲/۲۱). بواسطة: الفتاوى التونسية في
الفرقان الرابع العشر الهجري (۲/۸۹۰)

(8) علامہ عطیہ محمد عطیہ صقر رحمۃ اللہ علیہ (ت 1427ھ)

(سابقہ صدر فتویٰ کمیٹی مصر) کا فتویٰ

علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا: ”بعض علاقوں میں کم سن نابالغ بچیوں کی شادی کر دی جاتی ہے، خواہ قانون اس سے روکے یا اس کی اجازت دے، اگر لڑکی کا ولی اس کی شادی کر دے اور وہ اس پر متفق ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟“

جواب: عقدِ زواج کے صحیح ہونے میں دونوں عقد کرنے والوں کا صاحب تمیز (ذی شعور) ہونا شرط ہے، اگر ایک فریق پاگل ہو یا اتنا چھوٹا ہو کہ ذی شعور نہ ہو تو شادی کا عقد نہیں ہوتا۔ اس صورت میں ولی اس کا عقد کرنے کا حق رکھتا ہے، کم عمر بچی اگر ذی شعور ہو تو اس سے پوچھنا اور اس کا متفق ہونا ضروری ہے، لیکن اگر وہ ذی شعور نہ ہو تو باپ اور دادا اس کی اجازت کے بغیر اس کی شادی کر سکتے ہیں، کیوں کہ غالب امکان یہی ہے کہ وہ اس کا خیال رکھیں گے اور اس کے لیے بھلائی ہی چاہیں گے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی، ان سے پوچھے بغیر، چھ سال کی عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شادی کر دی، وہ اس وقت کم عمر تھیں یعنی اس عمر میں تھیں کہ جس میں اجازت معتبر نہیں ہوتی اور جب وہ بالغ ہو گئیں تو ان کے پاس اختیار نہیں تھا۔

اسی وجہ سے شافیہ کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ باپ یا دادا اس وقت تک لڑکی کی شادی نہ کرے، جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے اور وہ اس

سے اجازت نہ لے لے۔

جمہور کے نزدیک باپ یا دادا کے علاوہ کوئی دوسرا کم سن لڑکی کی شادی کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ اگر کوئی اس کی شادی کر دے تو وہ صحیح نہیں ہوگی، لیکن ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور سلف کی ایک جماعت نے تمام اولیا کے لیے اس کو جائز کہا ہے اور وہ اس نکاح کو صحیح قرار دیتے ہیں، لیکن جب وہ بالغ ہو جائے تب اس کے پاس اختیار ہوگا، کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امامہ بنت حمزہ کی شادی کر دی، وہ ابھی چھوٹی تھی اور اس کو بالغ ہونے پر اختیار دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی ہونے کے اعتبار سے اس کی شادی نہیں کی تھی، بلکہ قریبی اور عزیز ہونے کی وجہ سے کی تھی، کیوں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی بیٹی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ولی تھے، کیوں کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نبی ہونے کے اعتبار سے شادی کرتے تو پھر اس کے پاس اختیار نہ رہتا۔ جس طرح اللہ فرماتے ہیں:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا

أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ﴾ [الأحزاب: ۳۶]

”اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ

اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو ان کے لیے اپنے

معاملے میں ان کا کوئی اختیار (باقی) رہے۔“

حضرت عمر، علی، ابن مسعود، ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کی بھی یہی رائے ہے،

لیکن بڑی عمر کی لڑکی کو شادی پر مجبور کرنا جائز نہیں، جیسے پہلے ذکر ہو چکا ہے۔^①

① <http://www.kl.com/fat28?search=1> ۴۰۶۲

(9) الشيخ العلامة صالح بن فوزان الفوزان حفظه الله

(رکن مجلس علمائے کبار سعودی عرب)

موضوع: کم عمر لڑکی کی شادی کا حکم

ان دنوں اخبارات میں کم سن لڑکی کی شادی کی مذمت اور ناپسندیدگی پر بڑا شور مچایا جا رہا ہے۔ یہ غیر معقول شور ہے جو شرعی احکام سے ناواقف یا شریعت دشمن حضرات کی طرف سے مچایا جا رہا ہے۔ کم سن لڑکی کی شادی کرنا کتاب و سنت اور اجماع سے ثابت ہے:

قرآن کریم:

اللہ تعالیٰ نے طلاق کی وجہ سے عدت گزارنے والی خواتین کی اقسام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ حیض والی تین حیض تک عدت گزارے گی اور جس کو کم سنی یا سن یاس (بڑھاپے) کی وجہ سے حیض نہیں آتا، وہ تین ماہ تک عدت گزارے گی۔ ارشاد ہے:

﴿وَاللَّيْ يَأْسَنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنْ أَرْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ

ثَلَاثَةَ أَشْهُرٍ وَاللَّيْ لَمْ يَحِضْنَ﴾ [الطلاق: ٤]

”تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں حیض سے ناامید ہو گئی ہوں، اگر تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی بھی جنہیں

حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو۔“

وہ جن کو حیض نہیں آیا ان کی عدت تین ماہ ہے، لہذا یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ کم عمر کی شادی کی جاسکتی ہے، اس کو طلاق بھی ہو سکتی ہے اور وہ عدت بھی گزارے گی جس طرح بڑی عمر والی گزارتی ہے۔

سنت نبویہ:

صحیحین میں ثابت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی چھ سال کی عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شادی کی۔ یہ حدیث چھ سال سے بھی کم عمر لڑکی کی شادی کرنے کے جواز پر دلالت کرتی ہے، لیکن علما کہتے ہیں کہ یہ اس وقت جائز ہے جب اس کا ولی اس کا ہاتھ کسی نیک ہم پلہ کے ہاتھ میں دے، جس میں اس کی مصلحت ہو، لیکن جس میں اس کی مصلحت نہ ہو، اس کے ساتھ شادی کرنے کی اس کو اجازت نہیں، کیوں کہ وہ اس کی مصلحت کا خیال رکھنے کا پابند ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام ابن جریر فرماتے ہیں: ﴿وَاللّٰی لَمَّا یَحِضُّنَ﴾ ایسے ہی ان بچیوں کی بھی عدت ہے جن کو کم سنی کی وجہ سے حیض شروع ہی نہ ہوا ہو اور ان کو ان کے خاوند دخول کے بعد طلاق دے دیں۔

امام ابن کثیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ ناامید کی، جس کا حیض بڑھاپے کی وجہ سے منقطع ہو چکا ہو، عدت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہ حیض آنے والی عورت کے تین حیض کے عوض میں تین ماہ ہے، جس طرح سورت بقرہ میں موجود ہے۔ ایسے ہی وہ چھوٹی عمر کی لڑکیاں جو حیض کی عمر کو نہیں پہنچیں، ان کی عدت ناامید کی عدت کی طرح

تین ماہ ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَالَّذِي لَمْ يَحِضْنَ﴾

اجماع:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں یہ باب قائم کیا ہے: ”باب: آدمی کا اپنے کم عمر بچوں بچیوں کی شادی کرنا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَالَّذِي لَمْ يَحِضْنَ﴾ پس بلوغت سے پہلے ان کی عدت تین ماہ قرار دی ہے، اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ شادی کی تو ان کی عمر چھ سال کی تھی اور نو سال کی عمر میں ان کے ساتھ خلوت کی۔“

علامہ ابن بطلال شرح بخاری میں اس کی شرح میں کہتے ہیں کہ مہلب کا قول ہے: علما کا اجماع ہے کہ اس آیت ﴿وَالَّذِي لَمْ يَحِضْنَ﴾ کے عموم کی وجہ سے باپ ایسی کم عمر بیٹی کا نکاح کرنے کا حق رکھتا ہے، جس جیسی کے ساتھ مجامعت نہیں کی جاتی اور اس کا نکاح بھی جائز ہے جس کو پیدائشی طور پر حیض نہ آتا ہو۔ انتھیٰ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور باب باندھا ہے: ”باب: چھوٹوں کی بڑوں کے ساتھ شادی کرنا“ علامہ ابن بطلال اس کی شرح میں کہتے ہیں: علما کا اجماع ہے کہ باپ کے لیے اپنی کم عمر بچیوں کا نکاح کرنا جائز ہے، خواہ وہ گود میں ہوں، لیکن ان کے خاوندوں کے ساتھ خلوت کرانا اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک وہ مجامعت کے قابل اور مردوں کو برداشت کرنے کے لائق نہ ہو جائیں، اس سلسلے میں ان کے حالات ان کی خلقت اور طاقت کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شادی ہوئی، تب ان کی عمر چھ سال تھی اور نو سال کی عمر میں ان کی رخصتی ہوئی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اس کے بعد: ”باب: آدمی کا اپنے چھوٹے بچوں کی شادی کرنا“ میں بھی ذکر کیا ہے۔

امام ابن المنذر کا قول ہے: ”اس حدیث میں دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا کنواری کا اس کی اجازت کے بغیر نکاح کرنے سے منع کرنا اس بالغ کے بارے میں ہے جس کی اجازت معتبر ہوتی ہے، کیوں کہ سنت نے ایسی کم عمر لڑکی کی شادی کرنے کی باپ کو اجازت دی ہے جس کی اجازت معتبر نہیں ہوتی۔“

موفق نے المغنی میں خرقی کے اس قول: ”جب آدمی اپنی کنواری لڑکی کی شادی کرے اور اس کو ایسے شخص کے ہاتھ میں دے جو اس کا ہم پلہ ہو تو نکاح ہو جائے گا خواہ وہ ناپسند کرے اور خواہ چھوٹی ہو کہ بڑی۔“

موفق کا کہنا ہے: ”کم عمر کنواری میں تو کوئی خوف نہیں۔ ابن المنذر کا قول ہے: ان تمام اہل علم نے، جن کا اجماع ہمیں یاد ہے، اس پر اجماع کیا ہے کہ باپ کا اپنی کم عمر کنواری لڑکی کا نکاح کرنا جائز ہے، جب وہ اس کی شادی اس کے مناسب آدمی کے ساتھ کرے، اس کی ناپسندیدگی اور غیر آمادگی کے باوجود اس کو اس کی شادی کرنے کا اختیار ہے۔ کم عمر کی شادی کے جواز پر یہ فرمان الہی دلالت کرتا ہے:

﴿وَالَّذِي يَأْتِي مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنْ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ

ثَلَاثَةَ أَشْهُرٍ وَالَّذِي لَمْ يَحِضْنَ﴾ [الطلاق: ٤]

پس وہ عورتیں جن کو حیض آنا شروع نہیں ہوا، ان کی عدت تین ماہ قرار دی اور عدت نکاح کے بعد طلاق کی وجہ سے ہوتی ہے یا فسخ نکاح کی وجہ سے، یہ اس کی دلیل ہے کہ اس کی شادی کی جاتی ہے، اس کو طلاق بھی دی جاتی ہے اور اس کی اجازت معتبر نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

« تَزَوَّجَنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَنَا ابْنَةٌ سِتِّ سِنِينَ، وَبُنِي بِي وَأَنَا

ابْنَةٌ تِسْعٍ» (متفق علیہ)

”رسول اللہ ﷺ نے جب میرے ساتھ شادی کی تب میری عمر چھ سال تھی اور جب میرے ساتھ خلوت کی تب میری عمر نو سال تھی۔“
 اور یہ معلوم ہے کہ وہ اس وقت ان میں سے نہیں تھی جن کی اجازت معتبر ہوتی ہے۔

اس مسئلے کو اچھالنے والوں کا یہ رد بالکل واضح ہے اور اسی قدر کافی بھی ہے۔
 و صلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وآلہ وصحبہ^①

① صحیفۃ الجزیرۃ (عدد ۱۳۴۳۸ تاریخ ۲۱/۷/۱۴۳۰)

(10) الشیخ العلامة عبدالرحمن بن ناصر البراک حفظہ اللہ

(سابقہ پروفیسر امام محمد بن سعود اسلامک یونیورسٹی، الریاض)

کم عمر لڑکیوں کی شادی کے بارے میں قانون سازی کرنے

کے متعلق ہیومن رائٹس آرگنائزیشن سعودی عرب

کے نائب صدر کے بیان پر تبصرہ

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله نبينا محمد

وعلى آله وصحبه أجمعين، أما بعد.

10/8/1430 کے ”الجزیرہ“ اخبار میں ”انسانی حقوق کی ایک نئی تنظیم

جو کم عمر لڑکیوں کی شادی کی قانون سازی کر رہی ہے“ کے عنوان سے ایک

مضمون چھپا، جو ہیومن رائٹس آرگنائزیشن کے نائب صدر ڈاکٹر زید الحسن کی ان

وضاحتوں پر مبنی تھا کہ تنظیم اور وزارت عدل کم عمروں کی شادی کے موضوع پر

شرعی علما کی نگرانی میں سنجیدہ تحقیقات اور بحث کر رہی ہیں۔

بیان میں ذکر ہوا ہے کہ انسانی حقوق کمیشن کا موقف اس شادی کے بارے

میں پختہ اور ثابت ہے اور تبدیل نہیں ہوگا، کیوں کہ اس کے نتیجے میں بہت سارے

نقصانات سامنے آتے ہیں۔ لہذا ایک نیا نظام تیار کیا جا رہا ہے جو مملکت سعودی

عرب میں کم عمر لڑکیوں کی شادی کے بارے میں قانون سازی کرے گا۔

وزارتِ عدل اور نام نہاد انسانی حقوق کمیشن کی طرف سے کم عمروں اور ناسمجھوں کی شادی کے بارے میں یہ توجہ کوئی نئی بات نہیں نہ معروف علما کے شرعی اجتہاد کا ثمرہ ہے، بلکہ کم عمروں کی شادی کی ممانعت اور لڑکی کی عمر سولہ سال یا اس سے زیادہ مقرر کرنے کی یہ دعوت عرب ممالک میں بہت قدیم ہے، جس کا آغاز نوے سال پہلے ہوا تھا۔ اس سلسلے میں کئی کانفرنسوں میں کئی فیصلے اور قراردادیں پیش کی جا چکی ہیں، جیسے:

✿ انٹرنیشنل پاپولیشن کانفرنس میکسیکو 1404ھ

✿ بین الاقوامی کانفرنس برائے مساوات، ترقی اور امن، نیروبی، 1405ھ

✿ بین الاقوامی کانفرنس برائے آبادی و ترقی، قاہرہ 1415ھ

✿ چوتھی عالمی خواتین کانفرنس، پیکنگ، 1416ھ

اکثر عرب ممالک نے یہ قانون اختیار کر لیا ہے، لیکن سعودی عرب میں اس دعوت کو منہ کی کھانی پڑی اور اس سلسلے میں علمائے کرام کے فتوے جاری ہوئے، جو چھوٹوں اور بڑوں کے لیے شادی کی عمر متعین کرنے کی مخالفت پر مشتمل تھے۔

علما کے انہی بیانات میں سے علامہ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ کا وہ تبصرہ بھی ہے جو انھوں نے امارات کے پرسنل لاء پر کیا تھا اور وہ الریاض اخبار کے شمارہ نمبر 4974 میں شائع ہوا۔ انھوں نے کہا: یہ قانون اللہ تعالیٰ کی شریعت کے خلاف ہے، اس لیے میں نے حق بیان کرنے کے لیے یہ تنبیہ کرنی ضروری سمجھی۔ شادی کی عمر کم سنی یا بڑھاپے میں کسی متعین حد میں مقرر نہیں..... محض شریعت سے اخذ کرنے کا دعویٰ کافی نہیں، جب کوئی ایسی چیز پائی جائے جو اس کے خلاف ہو۔ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی مذمت کرتے ہوئے کہا ہے:

﴿اَفْتُوْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ﴾ [البقرة: ۸۵]

”کیا تم کتاب کے ایک حصے پر ایمان لاتے ہو اور دوسرے حصے کا انکار کرتے ہو؟“

یاد رہے کہ ہیومن رائٹس آرگنائزیشن کا نام مغربی اصطلاح ہے جس کا نظام انسان ہونے کے اعتبار سے انسانی حقوق کا خیال رکھنے پر قائم ہے، دینی اختلاف کا کوئی اعتبار نہیں اور سعودی عرب کی ہیومن رائٹس آرگنائزیشن کا نظام بھی انسانی حقوق کی بین الاقوامی تنظیموں کے نظام کے مطابق ہے، جس طرح تنظیم کا نظام واضح الفاظ میں بیان کرتے ہوئے کہتا ہے: اس کی پہلی شق میں ذکر ہوا ہے: ”اس کا ہدف تمام میدانوں میں بین الاقوامی انسانی حقوق کے معیاروں کے مطابق انسانی حقوق کی حمایت کرنا اور ان کو تقویت پہنچانا ہے..... الخ“

جب کہ سعودی عرب نے عورت کے خلاف امتیازی سلوک نہ کرنے کے اقوام متحدہ کے معاہدے پر بھی دستخط کیے ہوئے ہیں، اس لیے اس تنظیم کا کم عمروں کی شادی روکنے پر توجہ کرنا اور اس کے لیے قانون سازی کرنا اسی کا تسلسل اور نفاذ ہے جس کی طرف عرب ممالک آہستہ آہستہ جا رہے ہیں۔ یہ معاملہ باقاعدہ منصوبہ بندی سے آگے بڑھ رہا ہے اور یہ مغرب کی دست نگری اور عرب ممالک کو مغرب زدہ بنانے کی کوششوں کا ایک حصہ ہے۔ یہ بھی معلوم ہے کہ سعودی عرب کی انسانی حقوق کی تنظیم شرعی احکام نافذ کرنے کا کوئی ادارہ ہے نہ شرعی مسائل کا حل پیش کرنے والا کوئی ادارہ ہے، بلکہ یہ ایک قانونی ادارہ ہے۔ نائب صدر کی تصریح میں جو یہ ذکر ہوا ہے کہ کم عمروں کی شادی کا موضوع شرعی علما کے زیر تحقیق ہے، یہ الفاظ معاملے کو شرعی لبادہ پہنانے جیسے تقلیدی الفاظ کے مشابہ ہیں (یعنی جو شرعی احکام کے مخالف نہ ہو یا شرعی ضوابط کے مطابق

ہو) ان علما کو مبہم کیوں رکھا گیا ہے یا وہ غیر معروف ہیں؟ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت انسانی حقوق کی تنظیم اس مسئلے پر کیوں زور دے رہی ہے اور اصرار کر رہی ہے، جس طرح تنظیم کے نائب صدر کے بیان میں ذکر ہوا ہے: ”تنظیم کا موقف اس شادی کے بارے میں مضبوط ہے جو تبدیل نہیں ہوگا۔“

شاید یہ مناسبت ہو کہ آج کل شرعی احکام کی قانون سازی کا موضوع محل گفتگو بنا ہوا ہے۔

تاہم انسانی حقوق کی تنظیم اور وزارتِ عدل کی طرف سے اس مسئلے پر توجہ اور سعودی عرب میں نا سمجھوں اور کم عمریوں کی شادی کے بارے میں قانون سازی کرنے کے لیے ایک نیا نظام بنانے کی ان دونوں کی کوشش غلط سمت پر سفر اور باطل کوشش ہے، کیوں کہ اب قانون جاری کرنا جو کم عمریوں کی شادی سے روکے ان کی شادی کی عمر متعین کرے، یا بڑی عمر کی خواتین کی شادی کے بارے میں کوئی قانون جاری کرے، وہ کتاب و سنت اور اجماع صحابہ کے مخالف ہے، جس طرح ائمہ مذہب نے چاروں مذاہب کی اپنی اپنی کتابوں میں اس کو ثابت کیا ہے۔

ابن المنذر، نووی، ابن عبدالبر، موفق قدامہ اور کاسانی رحمۃ اللہ علیہم نے کم عمر لڑکی کی شادی کے جواز پر اجماع نقل کیا ہے۔

کم عمریوں کی شادی روکنے کے لیے یہ قانون جس کو بنانے کے لیے یہ تنظیم اور وزارتِ عدل تگ و دو کر رہے ہیں، حقیقت میں لڑکی اور لڑکے کی ابتدائی عمر میں شادی سے روکنے کی دعوت کے ہدف کو پورا کرنے کی ایک کوشش ہے۔ یہ دعوت اسلامی شریعت میں نکاح کے سب سے بڑے مقصد کے متضاد ہے اور وہ مقصد ہے نظر اور شرم گاہ کی حفاظت کے ذریعے حرام کاری سے بچنا۔

جب اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور عورتوں کو نظریں نیچی رکھنے اور اپنی

شرم گاہوں کی حفاظت کرنے کا حکم دیا تو اس کام کو پورا کرنے والے کام کا بھی حکم دیا اور وہ ہے غیر شادی شدہ آزاد مرد و عورت، غلام اور لونڈیوں کی شادی کرنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ﴾

[النور: ۳۲]

”تم میں سے جو مرد اور عورتیں بے نکاح کے ہوں ان کا نکاح کر دو اور اپنے نیک بخت غلام اور لونڈیوں کا بھی۔“

”ایم“ ہر اس کو کہتے ہیں جس کا خاوند نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغْضُ لِلْبَصْرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وَجَاءٌ)) (متفق علیہ)

”اے نوجوانوں کی جماعت! جو تم میں سے شادی کی (مادی اور معنوی) استطاعت رکھتا ہے، وہ ضرور شادی کرے، یہ آنکھ کو زیادہ نیچے رکھنے والی اور شرم گاہ کی زیادہ حفاظت کرنے والی ہے اور جو اس کی استطاعت نہ رکھے تو وہ روزہ رکھے، وہ اس کے لیے ڈھال ہوگا۔“

یہ حدیث اگرچہ نوجوان مردوں سے خطاب ہے، لیکن اس کا مفہوم عورتوں کو بھی شامل ہے، لہذا لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کو اس نبوی وصیت پر عمل کرتے ہوئے اور شادی کے شرعی فوائد حاصل کرنے کے لیے شادی میں جلدی کرنی چاہیے۔ ہر وہ قانون جو شریعت کے حکم اور مقصد کے متضاد ہو، وہ اس حکم میں شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے خلاف ہو۔ کم عمروں کی شادی سے روکنا اور

نکاح کی عمر متعین کرنا حلال کو حرام کرنا ہے، اس لیے اس قانون کی کوئی حرمت اور احترام نہیں، اس کی مخالفت جائز ہے اور اس کی مخالفت میں نکاح فاسد نہیں ہوتا۔

ابتدائی عمر میں شادی کرنے سے روکنا بدکاری میں مبتلا ہونے کا سب سے بڑا سبب ہے، بالخصوص اس زمانے میں جو شہوت بھڑکانے کے اسباب سے بھرا ہوا ہے۔ اسی لیے مکمل شریعت نے نکاح کے فوائد حاصل کرنے اور اس کو ترک کرنے کے مفاسد اور خرابیوں کو روکنے کے لیے اس کی ترغیب دی ہے۔

کم عمر لڑکیوں کی شادیوں یا ابتدائی عمر کی شادی کے جو نقصانات اور خرابیاں بیان کی جاتی ہیں یا بعض اولیا کی طرف سے جو ظلم کی شکایات موصول ہوتی ہیں، ان کا شرعی طریقوں سے حل نکالنا چاہیے نہ کہ خود ساختہ قوانین وضع کرنے کے ذریعے جو عقیدے و عمل میں سب سے بڑا فساد اور خطرناک نقصان ہے۔ اس سے وہ نقصان دور نہیں ہوتا جس کے بارے میں ڈرایا جاتا ہے۔ اصل میں مفاد پرست لوگ اپنے مفادات کے حصول کے لیے قوانین کے ساتھ کھلواڑ کرتے ہیں۔

مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر انسانی حقوق کی تنظیم اور وزارتِ عدل دونوں کو چاہیے کہ شادی کی عمر کی طرف انھوں نے جو توجہ اور اپنی کوششوں کا رخ کیا ہوا ہے اس سے باز آ جائیں اور معاملہ ایسے ہی چھوڑ دیں جس طرح مسلمانوں میں چل رہا ہے، کیوں کہ شریعت نے کوئی ایسی حد بندی یا قید نہیں لگائی۔ اس کے بعد جو مسائل جنم لیتے ہیں، ان کا شرعی عدالتوں کے ذریعے حل نکالا جائے جس طرح دیگر تمام مسائل میں ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں کو تمام امور میں شریعت کے نفاذ پر ثابت قدم

رکھے، ان کو اسلام کے دشمنوں سے محفوظ رکھے اور ہمارے بابرکت ملک کو
سازشیوں سے بچا کر رکھے۔

وصلیٰ اللہ وسلم علیٰ نبینا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم
علامہ عبدالرحمن بن ناصر البراک نے 6/9/1430 کو لکھوایا۔

(11) الشیخ العلامة عبدالحسن بن حمد العباد البدر حفظہ اللہ

(سابقہ وائس چانسلر مدینہ یونیورسٹی) کا بیان

اسلام میں شادی کی عمر کے آغاز یا انتہا کی کوئی عمر مقرر نہیں

الحمد لله الذي خلق الناس من نفس واحدة، وخلق منها زوجها،
وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً، وَأَكْمَلْ أَقْسَامَ خَلْقِ النَّاسِ الْأَرْبَعَةَ
بِخَلْقِ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ أَنْثَى وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا
إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ مَلِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ،
﴿يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إُنَاثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُورَ ﴿٥٠﴾
أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيمًا إِنَّهُ عَلِيمٌ
قَدِيرٌ﴾ [الشورى: ٥٠، ٤٩]

وَأَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ الْبَشِيرِ النَّذِيرِ وَالسَّرَاجِ الْمُنِيرِ ﷺ،
وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَكُلِّ مَنْ كَانَ عَلَى هَدْيِهِ يَسِيرُ. وَبَعْدُ:
شادی نبیوں کی سنت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس کا حکم
دیتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَ
ذُرِّيَّةً﴾ [الرعد: ٣٨]

”اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے کئی رسول بھیجے اور ہم نے

انھیں بیوی بچوں والے بنایا۔“

نیز فرمایا

﴿فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنِي وَ ثُلُثَ وَ رُبْعَ
فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ
أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا﴾ [النساء: ۳]

”تو ان کے بجائے ان عورتوں میں سے جو تمہیں اچھی لگیں، دو دو،
تین تین اور چار چار سے نکاح کرلو، پھر اگر تمہیں ڈر ہو کہ تم انصاف
نہ کر سکو گے تو ایک ہی سے (نکاح کرو) یا اپنی ملکیت کی لونڈیوں
سے (ازدواجی تعلق رکھو) یہ زیادہ بہتر ہے کہ اس طرح تم ناانصافی
کرنے سے بچے رہو گے۔“

مزید فرمایا:

﴿وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ
إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ [النور: ۳۲]

”اور تم اپنے بے نکاح مردوں، عورتوں کے نکاح کر دو اور (ان کے
بھی) جو تمہارے غلام اور لونڈیاں نیک ہوں، اگر وہ فقیر ہوں گے تو
اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے گا۔“

نکاح کو شادیوں اور لونڈیوں تک محدود کر دیا گیا ہے، جو شخص اس میں
عدمِ دل چسپی کی بنا پر، خواہ عبادت کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دینے کی
نیت ہی سے ہو، اس کو ترک کر دے اس کا یہ عمل قابلِ مذمت ہے، کیوں کہ
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

﴿فَمَنْ رَغِبَ عَنِ سُنَّتِي، فَلَيْسَ مِنِّي﴾¹

”جس نے میری سنت سے بے رغبتی دکھائی تو وہ مجھ سے نہیں۔“

جو اس کو چھوڑ کر کسی دوسری راہ پر چل نکلے، وہ حد سے گزرنے والا اور قابلِ

ملامت ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے سورت مومنون اور سورة المعارج میں فرمایا ہے:

﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِغُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ﴿٧٥﴾ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ

مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ﴿٧٦﴾ فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ

ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ﴿٧٧﴾﴾ [المؤمنون: ٧٥، ٧٦، ٧٧]

”اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ سوائے اپنی

بیویوں یا ان (کنیروں) کے جن کے مالک ہوئے ان کے دائیں ہاتھ،

تو بلاشبہ (ان کی بابت) ان پر کوئی ملامت نہیں۔ پھر جو شخص ان کے

علاوہ (راستہ) تلاش کرے تو ایسے لوگ ہی حد سے گزرنے والے ہیں۔“

نیز سنتِ مطہرہ میں بھی اس کی ترغیب دلائی گئی ہے، رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا:

﴿يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ

أَغْضُ لِلْبَصْرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ

فَإِنَّهُ لَهُ وَجَاءٌ﴾ (متفق علیہ)

”اے نوجوانوں کی جماعت! جو تم میں سے شادی کی (مادی اور

معنوی) استطاعت رکھتا ہے وہ شادی کرے، یہ نظر کو زیادہ نیچا

کرنے والی اور شرم گاہ کی حفاظت کرنے والی ہے، جو اس کی

استطاعت نہیں رکھتا، وہ روزہ رکھے، وہ اس کے لیے ڈھال ہوگا۔“

1 صحیح البخاری، رقم الحدیث (۵۰۶۳) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۴۰۱)

شریعت میں شادی کی عمر کی ابتدا اور انتہا کے اعتبار سے تحدید کا کوئی ذکر نہیں ہوا۔ آدمی چھوٹی عمر کی لڑکی کے ساتھ بھی شادی کر سکتا ہے اور بڑی عمر کی عورت کے ساتھ بھی، خواہ ان دونوں کی عمروں میں بہت زیادہ فرق ہو۔

مرد اور عورتیں جلدی یا دیر سے بالغ ہونے میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ جوان میں 15 سال کا ہو جائے وہ بالغ ہے، کیوں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ جب چودہ سال کی عمر میں ان کو جہاد کے لیے پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے اجازت نہ دی اور جب پندرہ سال کی عمر میں ان کو دوبارہ پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔^①

صحیح بخاری میں اس حدیث کے بعد نافع کا یہ قول ہے:

”میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس آیا درآنحالیکہ وہ اس وقت خلیفہ تھے، میں نے ان کو یہ حدیث سنائی تو انھوں نے کہا: یہ چھوٹے اور بڑے کے درمیان حد ہے، انھوں نے اپنے گورنروں کو یہ پیغام بھیجا کہ جس کی عمر پندرہ سال ہو جائے اس کے لیے (وظیفہ وغیرہ) مقرر کر دیں۔“

صحیح مسلم میں یہ اضافہ ہے:

”جو اس سے کم عمر کا ہو، اس کو عیال میں رکھیں۔“

مطلب یہ ہے کہ پندرہ سال کی عمر بلوغت کی ظاہری علامت ہے اور چھوٹے اور بڑے کے درمیان حد ہے، لیکن یہ اس کے منافی نہیں کہ چھوٹے اور بڑے کے درمیان اس سے پہلے مخفی علامتوں کے ذریعے حد قائم ہو جائے۔ وہ مخفی علامتیں یہ ہیں: احتلام ہونا، زیرِ ناف سخت بال اگنا اور حیض۔ مزید تفصیل

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۲۶۶۴) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۴۸۳۷)

آگے ذکر ہوگی۔ جس کو پندرہ سال کی عمر سے پہلے زیرِ ناف بال آ جائیں وہ بالغ ہے، اس کی دلیل بنی قریظہ کے واقعے کی حدیث ہے، جس میں بال اگنے کے ساتھ بالغ اور نابالغ کے درمیان فرق کر دیا گیا ہے۔^①

ایسے ہی جس کو اس عمر تک پہنچنے سے پہلے احتلام ہو جائے وہ بھی بالغ ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری (277/5) میں لکھتے ہیں:

”علماء کا اجماع ہے کہ مردوں اور عورتوں میں احتلام ہونے کی وجہ سے ان پر عبادتیں، حدود اور تمام احکام فرض ہو جاتے ہیں۔ احتلام کا معنی ہے۔ اچھلتے ہوئے پانی (منی) کا نکلنا، خواہ یہ جماع کے ساتھ ہو یا غیر جماع کے ساتھ، بیداری کی حالت میں ہو یا نیند میں اور سب کا اتفاق ہے کہ اگر نیند میں آدمی جماع کرے، لیکن انزال نہ ہو تو ایسے جماع کا کوئی اثر نہیں۔“

عورت میں بلوغت کی چوتھی علامت کا اضافہ ہے اور وہ حیض ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَلَاةَ حَائِضٍ إِلَّا بِخِمَارٍ))

”اللہ تعالیٰ حائضہ (بالغہ) کی نماز دوپٹے کے بغیر قبول نہیں کرتے۔“^②

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری (277/5) میں لکھتے ہیں:

”علماء کا اجماع ہے کہ حیض عورتوں کے حق میں بلوغت ہے۔“

① سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٤٠٤)

② سنن أبي داود، رقم الحديث (١٠٤١)

احتلام یا حیض کی وجہ سے جلدی بالغ ہونے کی چند مثالیں:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث نمبر (2664) سے پہلے مغیرہ بن مقسم الضبی سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا: ”مجھ کو بارہ سال کی عمر میں احتلام ہوا۔“
حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ عمرو بن عاص سے بھی اسی طرح کی بات منقول ہے۔ علما نے ذکر کیا ہے کہ ان کے اور ان کے بیٹے عبداللہ بن عمرو کی عمر کے درمیان صرف بارہ سال کا فرق تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حسن بن صالح نے کہا ہے: ”ہماری ایک پڑوسن تھی جو اکیس سال کی نانی تھی۔“

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ شرح میں لکھتے ہیں:

”امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ذکر کیا ہے کہ انھوں نے ایک اکیس سال کی نانی دیکھی، جو نو سال مکمل ہونے پر بالغ ہوئی اور گیارہ سال کی عمر میں اس نے ایک بیٹی کو جنم دیا اور اس کی بیٹی کے ساتھ بھی ایسے ہی ہوا جس طرح اس کے ساتھ ہوا تھا۔“

میرے چند جاننے والوں نے بتایا کہ ان کی بیٹیاں ابھی پرائمری سکول میں پڑھتی تھیں اور ان کی عمر بارہ سال سے زیادہ نہیں تھی کہ ان کو حیض شروع ہو گیا، اور ایک تو ان کو حج کا فریضہ ادا کرنے کے لیے بھی لے گئے۔

کتاب و سنت اور اجماع اہل علم بڑی عمر کے مرد کی چھوٹی عمر کی لڑکی کے ساتھ شادی کرنے پر دلالت کرتے ہیں، خواہ وہ نابالغ ہی ہو یا بالغ ہو چکی ہو اور ان کے درمیان عمر کا بہت زیادہ فرق ہو۔

ﷻ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِي يَأْتِي مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنْ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ

ثَلَاثَةَ أَشْهُرٍ وَاللَّيْءُ لَمْ يَحِضْنَ ﴿۴﴾ [الطلاق: ۴]

”تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں حیض سے ناامید ہو گئی ہوں، اگر تمہیں شبہہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی بھی جنہیں حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو۔“

یعنی اس کی عدت تین ماہ ہے، یہ سیاق کی دلالت کی وجہ سے مبتدایا خبر کے حذف کی مثال ہے۔ اس آیت کریمہ میں ہے کہ وہ عورت جس کو حیض نہ آتا ہو اگر اس کو طلاق مل جائے تو اس کی عدت تین ماہ ہوگی۔ یہ چھوٹی لڑکی کی حیض کے آنے سے پہلے شادی کر دینے کے جواز پر واضح دلالت ہے۔

ﷻ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿عَسَىٰ رَبَّةٌ إِنْ طَلَّقَنَّ أَنْ يُبْدِلَہَا أَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكَنَّ مُسْلِمَاتٍ مُّؤْمِنَاتٍ قَنَاتٍ تَّيِّبَاتٍ عِبَادَاتٍ سَّخِيَّاتٍ وَابْكَارًا﴾

[التحریم: ۵]

”اگر وہ (نبی) تمہیں طلاق دے دے تو شاید اس کا رب اس کو تم سے بہتر بیویاں بدلے میں دے، مسلمان، مومن، فرمانبردار، توبہ کرنے والی، عبادت گزار، روزہ دار، شوہر دیدہ اور کنواری عورتیں۔“

یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ وہ عورتیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لیے اپنی بیویوں کو طلاق دینے کی صورت میں متبادل کے طور پر قرار دیا، ان کی صفات میں کنواری اور غیر کنواری ہونا دونوں شامل ہیں اور یہ بڑی عمر کے آدمی کی چھوٹی عمر کی عورت کے ساتھ شادی کرنے کی دلیل ہے۔

ﷻ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ

لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنِي وَ ثُلْثٌ وَ رُبْعٌ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا
فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ آدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا ﴿۳﴾

[النساء: ۳]

”اور اگر تمہیں ڈر ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو ان کے بجائے ان عورتوں میں سے جو تمہیں اچھی لگیں، دو دو، تین تین اور چار چار سے نکاح کر لو، پھر اگر تمہیں ڈر ہو کہ تم انصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی سے (نکاح کرو) یا اپنی ملکیت کی لونڈیوں سے (ازدواجی تعلق رکھو) یہ زیادہ بہتر ہے کہ اس طرح تم نا انصافی کرنے سے بچے رہو گے۔“

صحیح بخاری (حدیث نمبر: 4574) میں عروہ بن زبیر سے مروی ہے کہ

انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس آیت ﴿وَ إِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَقْسِطُوا فِي
الْيَتَامَىٰ....﴾ کی تفسیر پوچھی تو انہوں نے جواب دیا:

”اے بھانجھے! یہ وہ یتیم بچی ہے جو اپنے سرپرست کی گود (سرپرستی) میں ہو تو وہ اس کے حسن اور مال میں رغبت رکھتا ہو، لیکن اس کے حق مہر میں کمی کا ارادہ رکھتا ہو، تو ان کو ان کے نکاح سے منع کر دیا گیا، بجز اس کے کہ وہ ان کو ان کا پورا حق مہر دینے میں انصاف سے کام لیں اور ان کو حکم دیا گیا کہ ان کے علاوہ دیگر عورتوں کے ساتھ شادی کر لیں۔“

اس حدیث میں بھی دلالت ہے کہ یتیمہ کا ولی جب اس کے حق مہر میں انصاف کرے اور اس کو اتنا مہر دے جتنا اس کی مثل حق رکھتی ہیں تو اس کے لیے اس کی شادی جائز ہے۔

یتیمہ نابالغ کو کہتے ہیں، قاموس میں ہے: وهو یتیم ویتیمان (جب تک

بالغ نہ ہو وہ یتیم ہے)

✽ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے:

«إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ، وَأُدْخِلَتْ عَلَيْهِ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ، وَمَكَثَتْ عِنْدَهُ تِسْعًا»^①

”ان کی شادی چھ سال کی عمر میں اور رخصتی نو سال کی عمر میں ہوئی اور وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس نو سال تک رہیں۔“

یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ آنحضرت ﷺ کا خاصا تھا، کیوں کہ اصل عدم خصوصیت ہے، بلکہ وہ سورت طلاق کی پہلے ذکر کردہ آیت میں عموم حکم اطلاق پر دلالت کرتا ہے۔

✽ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا اپنے والد کی وفات کے بعد شادی کا واقعہ۔

«هَلْ تَزَوَّجْتَ بَكَرًا أَمْ ثِيبًا؟ فَقُلْتُ: تَزَوَّجْتُ ثِيبًا، فَقَالَ: هَلَّا تَزَوَّجْتَ بَكَرًا تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ؟ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ! تُؤَفِّي وَالِدِي أَوْ اسْتَشْهَدَ وَلِي أَخْوَاتٍ صَغَارٍ فَكَرِهْتُ أَنْ أَتَزَوَّجَ مِثْلَهُنَّ، فَلَا تُؤَدِّبُهُنَّ وَلَا تَقُومَ عَلَيْهِنَّ، فَتَزَوَّجْتُ ثِيبًا لَتَقُومَ عَلَيْهِنَّ وَتُؤَدِّبُهُنَّ»^②

”رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: کنواری کے ساتھ شادی کی ہے کہ

شوہر دیدہ کے ساتھ؟ انہوں نے کہا: شوہر دیدہ کے ساتھ، آپ ﷺ

نے فرمایا: کنواری کے ساتھ شادی کرتے، تم اس کے ساتھ کھیلتے، وہ

تمہارے ساتھ؟ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ میرے والد جب

① صحیح البخاری، رقم الحدیث (۵۱۳۳) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۳۴۷۹)

② صحیح البخاری، رقم الحدیث (۲۹۶۷) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۳۶۳۲)

شہید ہوئے تو میری چھوٹی چھوٹی بہنیں تھیں، میں نے انہی کی ہم عمر کے ساتھ شادی کرنا نامناسب خیال کیا، جو ان کا خیال رکھ سکے نہ تربیت ہی دے سکے، اس لیے میں نے شوہر دیدہ کے ساتھ شادی کی ہے، تاکہ وہ ان کا خیال رکھ سکے اور ان کی تربیت بھی کر سکے۔“

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو بتایا ہے کہ شادی کرنے میں کنواری کو ترجیح دینی چاہیے، لیکن انھوں نے اپنی مصلحت کو اپنی بہنوں کی مصلحت پر قربان کرتے ہوئے ایسا نہ کیا۔

✽ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اثر: انھوں نے اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا نکاح کے لیے ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کو پیش کی اور وہ دونوں اس سے بڑے تھے۔⁽¹⁾

✽ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا:

”اے ابو عبد الرحمن! کیا ہم تمھاری کسی کنواری کے ساتھ شادی نہ کر دیں، وہ تم کو عہدِ رفتہ کی یاد دلا دے؟“⁽²⁾

اس میں بیان ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو، جو بوڑھے ہو چکے تھے، کسی کنواری کے ساتھ شادی کرنے کی آفر کی، تاکہ وہ ان کو جوانی کے ایام یاد دلا دے۔

✽ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بیٹی ام کلثوم کے ساتھ اہل بیت کے ساتھ رشتے داری قائم کرنے کی نیت سے شادی کرنا، حالاں کہ وہ ان کے باپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی بہت زیادہ بڑے تھے۔

(1) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۵۱۲۲)

(2) صحیح البخاری، رقم الحدیث (۵۰۶۵) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۶۳۶۳)

ہجرت کے سال ان کی عمر چالیس سال تھی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شادی ہجرت کے بعد ہوئی۔

باپ کے اپنی چھوٹی عمر کی بیٹی کا نکاح کرنے پر اجماع:

علماء کی ایک جماعت نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ چنانچہ محمد بن نصر مروزی "اختلاف الفقہاء" (ص: 125) میں لکھتے ہیں:

"اہل علم کا اجماع ہے کہ باپ کے لیے اپنے کم عمر بیٹے اور کم عمر بیٹی کی شادی کرنا جائز ہے اور جب ان کو ادراک ہو جائے تو ان کے پاس اختیار نہیں ہوگا۔"

امام محمد بن منذر "الإجماع" کے صفحہ (91) پر کہتے ہیں:

"علماء کا اجماع ہے کہ باپ کا اپنی چھوٹی عمر کی بیٹی کا نکاح کرنا جائز ہے جب وہ اس کو اس کے مناسب شخص کے ہاتھ میں دے۔"

امام نووی شرح مسلم (9/206) میں لکھتے ہیں:

"مسلمانوں نے اس حدیث کی وجہ سے باپ کے اپنی چھوٹی عمر کی بیٹی کی شادی کے جواز پر اجماع کیا ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی حدیث۔"

امام ابن رشد نے بدایۃ المجتہد (2/6) میں اور ابن قدامہ نے مغنی

(9/398) میں بھی اس کو نقل کیا ہے۔

جس طرح مذکورہ بالا دلائل بڑی عمر کے آدمی کے چھوٹی عمر کی لڑکی کے

ساتھ نکاح کے جواز پر دلالت کرتے ہیں، خواہ وہ نابالغ ہو یا بالغ اور ان دونوں

کی عمروں میں بہت زیادہ فرق ہی کیوں نہ ہو، ایسے ہی قدیم و جدید ہر دو ادوار

میں لوگوں کا عمل بھی اس پر رہا ہے، جیسے:

ہمارے اساتذہ کے استاذ شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ اپنے زمانے میں سعودی عرب کے مفتی اعظم اور قاضی القضاة نے بڑی عمر میں دو کنواری لڑکیوں کے ساتھ یکے بعد دیگرے شادی کی، جب وہ فوت ہوئے تو دوسری ان کے عقد میں تھی۔

ہمارے استاذ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز نے بھی جب وہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر میں بوڑھے تھے، دوسری شادی کی اور اس کے بطن سے دو بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

زرکلی کی کتاب ”الأعلام“ (5/162) میں شیخ فوزان رحمۃ اللہ علیہ کے، جو پہلے گزر چکے ہیں، حالات میں لکھا ہے:

”وہ پہلے دمشق میں، پھر قاہرہ میں (سعودی عرب کے فرمان روا) شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے معتمد خاص تھے، وہ تقریباً 80 سال کے تھے کہ ان کا ایک بیٹا پیدا ہوا، بادشاہ نے ان کو تار بھیجی: ”پاک ہے وہ ذات جو بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کرتا ہے!؟“ ان کی پیدائش 1275 میں ہوئی اور وفات 1373 میں، اس بنا پر ان کی عمر 98 سال بنتی ہے۔ جس سال وہ فوت ہوئے اسی سال شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بھی فوت ہوئے۔ بادشاہ کی اس تار میں ان کے ساتھ مزاح اور دل لگی بھی کی گئی ہے۔“

قریب قریب یہی معاملہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی ہوا، ان کا آخری بیٹا 74 سال کی عمر میں پیدا ہوا۔

یہ ہر کسی کو معلوم ہے کہ عورتیں حیض بند ہونے سے پہلے پہلے ہی جنم دے سکتی ہیں اور عام طور پر پچاس سال کی عمر میں عورتوں کو حیض آنا بند ہو جاتا ہے۔

شادی کی عمر متعین کرنے کے نقصانات:

۱] لڑکی کے لیے مناسب رشتے کا موقع کھودینا۔

۲] اس ناجائز قید سے بچنے کے لیے جھوٹ اور حیلے بازیوں کا سہارا لینے کا خدشہ۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایک آدمی نے ایک لڑکی کو پیغام نکاح بھیجا، جو اس سے کئی گنا چھوٹی تھی، اس کے گھر والوں نے اس کا شناختی کارڈ بنوایا اور اس میں ان دونوں کی عمروں کے درمیان صرف ایک دہائی کا فرق رکھا۔ اس کی اس کے ساتھ شادی ہوئی اور اس سے اولاد بھی ہوئی۔

۳] اس میں اس حکم کو مقید رکھا گیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے سورت طلاق میں

مطلق رکھا ہے اور جو اللہ تعالیٰ نے وسعت رکھی ہے اس کو تنگ کیا گیا ہے۔

یہ اعتراض نہیں کیا جاسکتا کہ اس جیسی قید لگانا کسی جائز کام کی تنظیم کے

لیے جائز ہے۔ ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کرنا بھی ایسے ہی ہے، اس میں

کسی کو ایسا نظام جاری کرنے کا اختیار نہیں جو اس سے روکے، یا دوسری یا تیسری، یا

چوتھی، شادی سے منع کرے، کیوں کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کی شریعت پر اعتراض ہے۔

وہ لوگ جو ایسا نظام بنانے کے لیے آوازیں بلند کرتے ہیں، ان کے

پاس چھوٹی عمر کی ناکام شادیوں کی صرف چند ایک مثالیں ہیں، جو طلاق پر ختم

ہوئیں، حالانکہ بہت کم، کم عمر لڑکیوں کی شادی کی جاتی ہے۔ لہذا ان معدودے

چند مثالوں کو سامنے رکھ کر کم عمروں کی شادی سے منع نہیں کرنا چاہیے، کیوں کہ

پوری عمر کی عورتوں کے ساتھ شادیوں میں ناکامی کا تناسب کم عمروں کی نسبت بہت

زیادہ ہے۔ اب یہ مسئلہ کہ آدمی کا اپنے سے بڑی عمر کی عورت کے ساتھ شادی کرنا

تو اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کرنا ہے،

کیونکہ جب آنحضرت ﷺ کی ان کے ساتھ شادی ہوئی تب آپ ﷺ کی عمر 25 سال اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر 40 سال تھی۔ آپ ﷺ کی ابراہیم کے سوا ساری اولاد انھی کے بطن سے پیدا ہوئی۔ آپ ﷺ نے فاطمہ بنت قیس کو، جب اس کے خاوند ابو حفص بن مغیرہ نے اس کو آخری طلاق دے دی، اسامہ بن زید کے ساتھ شادی کرنے کا حکم دیا، جن کی عمر 20 سال سے کم تھی۔^①

اب اگر بڑی عمر کے آدمی کی چھوٹی عمر کی لڑکی کے ساتھ شادی، جس پر کتاب و سنت اور اجماع امت دلالت کرتے ہیں، ہیومن رائٹس آرگنائزیشن اور اس کے اندھے مقلدوں کی آنکھوں میں نہیں چھتی، جس کی بنیاد مغرب کی جھوٹی جمہوریت ہے تو اس کی کوئی اہمیت نہیں، کیوں کہ مسلمانوں کے دینی احکام کی بنیاد اور ماخذ ان کے رب کی کتاب اور ان کے نبی کی سنت ہے۔ لیکن مغربی جمہوریت کا ماخذ لوگوں کی خواہشات کی پیروی ہے، جب کہ مسلمانوں کو کتاب و سنت کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے اور خواہشات کی پیروی سے روکا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ
الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾^① إِنَّهُمْ لَن يُغْنُوا عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَإِنَّ
الظَّالِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ ﴿

[الحاثیة: ۱۸، ۱۹]

”پھر ہم نے (اے نبی!) آپ کو دین کے (واضح) راستے پر لگا دیا، لہذا آپ اس کی پیروی کریں اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کریں جو علم نہیں رکھتے بلاشبہ وہ اللہ (کے عذاب) سے آپ کے کچھ بھی کام نہیں آئیں گے اور بے شک ظالم لوگ ایک دوسرے کے

① صحیح مسلم، رقم الحدیث (۳۷۰۶)

دوست ہیں اور اللہ متقین کا دوست ہے۔“

﴿وَلَنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصْرَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ إِنْ هَدَىٰ اللَّهُ هُوَ الْهُدَىٰ وَلَئِنْ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ﴾ [البقرة: ۱۲۰]

”کہہ دیجیے: بے شک اللہ کی ہدایت ہی حقیقی ہدایت ہے اور آپ کے

پاس جو علم آ گیا اس کے بعد اگر آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو آپ کو اللہ سے (بچانے والا) نہ کوئی حمایتی ہوگا اور نہ کوئی مددگار۔“

﴿وَلَئِنْ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذًا لِّمِنَ الظَّالِمِينَ﴾ [البقرة: ۱۴۵]

”اور اگر آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی، اس علم کے بعد جو آپ کے پاس آچکا ہے تو یقیناً اس وقت آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔“

﴿فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ﴾ [المائدة: ۴۸]

”پس آپ ان کے آپس کے معاملات میں اسی اللہ کی اتاری ہوئی کتاب کے ساتھ فیصلہ کیجیے۔“

﴿وَأَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ﴾

[المائدة: ۴۹]

”اور (اے نبی!) آپ ان لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے (آپ پر) نازل کیا ہے اور ان کی خواہشات کی

پیروی نہ کریں اور ان سے ہوشیار رہیں، کہیں وہ آپ کو کسی ایسے حکم سے ادھر ادھر نہ کر دیں جو اللہ نے آپ پر اتارا ہے۔“

﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ﴾

[القصص: ۵۰]

”اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف سے ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرے۔“

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يَرُدُّوكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خَسِرِينَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ اللَّهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ خَيْرُ النَّاصِرِينَ ﴿۱۵۰﴾﴾ [آل عمران: ۱۴۹، ۱۵۰]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم کافروں کی باتیں مانو گے تو وہ تمہیں پلٹا کر مرتد بنا دیں گے، پھر تم خسارہ پانے والے ہو گے، بلکہ اللہ تمہارا مولا ہے اور وہ بہترین مدد کرنے والا ہے۔“

میں نے: ”عدل اسلامی شریعت میں ہے، مزعومہ جمہوریت میں نہیں۔“ کے عنوان سے ایک کتابچہ تحریر کیا، جو 1426ھ میں علاحدہ چھپا اور 1428ھ میں میری کتابوں اور کتابچوں کے مجموعے (6/329/377) کے ضمن میں چھپا، میں نے اس میں ”اسلامی عدل انسانی حقوق کو شامل ہے“ کے عنوان سے ایک بحث درج کی، جس کے آخر میں کہا:

”باوجودیکہ اسلام نے سب سے پہلے انسانی حقوق، بلکہ جانوروں کے حقوق بھی بیان کیے ہیں، آج وہ جو طاقت و قوت کا مرکز ہیں، انسانی حقوق کا اس زور و شور سے بیان اور دفاع کر رہے ہیں گویا یہ اس زمانے کی کوئی کامیابی ہے۔ انہوں نے ان حقوق کے دفاع کے

لیے اپنے آپ کو وقف کیا ہوا ہے، لیکن اپنی خواہشات کے مطابق، جس حق کو پائمال کرنا چاہتے ہیں پائمال کر دیتے ہیں اور جس حق کا دفاع کرنا چاہتے ہیں دفاع کرتے ہیں۔ ہمیشہ سے طاقت ور کمزوروں کے ساتھ اور غالب مغلوبوں کے ساتھ ایسا ہی کرتے آئے ہیں۔ انھوں نے جو حقوق متعین کیے ہیں وہ ان کے ناقص ہونے کی وجہ سے ناقص ہیں، لیکن جو حقوق شریعت نے پیش کیے ہیں وہ شریعت کے کامل ہونے کی وجہ سے کامل اور انسان کی تمام ضروریات کو پورا کرنے والے ہیں، کیوں کہ وہ علم اور حکمت والے خدا کی طرف سے نازل کردہ ہے۔“

اللہ سے دعا ہے کہ وہ مسلمانوں کو کتاب و سنت پر چلنے کی توفیق دے، گمراہ کن خواہشات سے بچائے، دنیا اور آخرت میں ضرر رساں کاموں سے بچائے، بلادِ حریمین کے امن، ایمان، اسلام اور سلامتی کی حفاظت فرمائے اور حکومت اور عوام کو دنیا اور آخرت کی سعادتوں کی توفیق دے۔

وصلی اللہ وسلم وبارک علی عبدہ ورسولہ نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ.

عبدالمحسن بن حمد العباد البدر

3/9/1430

(12) علامہ عبدالمحسن بن حمد العباد البدر حفظہ اللہ

کا ایک دوسرا بیان

میں نے پہلے ”اسلام میں شادی کرنے کی عمر کے آغاز یا انتہا کی کوئی عمر مقرر نہیں“ کے موضوع پر ایک مضمون لکھا تھا، جو 3/9/1430 کو شائع ہوا، اس میں میں نے کہا تھا: شریعت میں شادی کی عمر کی ابتدا اور انتہا کے اعتبار سے تحدید کا کوئی ذکر نہیں ہوا، آدمی چھوٹی عمر کی لڑکی کے ساتھ بھی شادی کر سکتا ہے اور بڑی عمر کی عورت کے ساتھ بھی، خواہ ان دونوں کی عمروں میں بہت زیادہ فرق ہو۔ مرد اور عورتیں جلدی یا دیر سے بالغ ہونے میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

میں نے اس میں ذکر کیا تھا کہ عمر کے اعتبار سے بلوغت پندرہ سال کی عمر سے ہوتی ہے اور یہ مردوں اور عورتوں میں سے چھوٹوں اور بڑوں کے درمیان حدِ فاصل ہے۔ بلوغت اس عمر سے پہلے بھی مخفی علامات کے ساتھ شروع ہو سکتی ہے، جیسے: احتلام ہونا، زیرِ ناف سخت بال اگنا اور حیض آنا۔ جس میں پندرہ سال کی عمر سے پہلے ان علامتوں میں سے کوئی علامت ظاہر ہو جائے، وہ بالغ ہو جاتا ہے۔

میں نے اس کے دلائل بھی ذکر کیے اور یہ بھی ذکر کیا کہ کتاب و سنت اور اجماع امت بڑی عمر کے آدمی کی چھوٹی عمر کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے کے جواز پر دلالت کرتے ہیں، خواہ وہ نابالغ ہو یا بالغ ہو، لیکن ان دونوں کی عمروں میں بہت زیادہ فرق ہو۔

اس کے بعد میں نے دلیل کے طور پر تین آیات، دو احادیث اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے دو اثر نقل کیے، پھر محمد بن نصر مروزی، ابن المنذر اور نووی رحمہم اللہ سے اہل علم کا اجماع بھی نقل کیا۔

کم عمر کی شادی سے ممانعت کے جو نقصانات ہو سکتے ہیں ان کا ذکر بھی کیا اور یہ کہ وہ لوگ جو ایسا نظام بنانے کے لیے آوازیں بلند کر رہے ہیں، ان کے پاس چھوٹی عمر کی ناکام شادیوں کی صرف چند ایک مثالیں ہیں، جو طلاق پر ختم ہوئیں، حالانکہ بہت کم، کم عمر لڑکیوں کی شادی کی جاتی ہے، لہذا ان چند مثالوں کو سامنے رکھ کر کم عمروں کی سے منع نہیں کرنا چاہیے، کیوں کہ پوری عمر کی عورتوں کے ساتھ شادیوں میں ناکامی کا تناسب کم عمروں کی نسبت بہت زیادہ ہے۔ اسی طرح ایک کم زور سی علت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ بعض نشہ کرنے والے اپنی چھوٹی بچیوں کی اس وجہ سے شادی کرتے ہیں کہ وہ ان کے حق مہر کے طور پر ملنے والی رقم سے نشہ کا سامان خرید سکیں۔

لہذا جب کتاب و سنت اور اجماع شادی کی عمر کی عدم تعیین پر دلالت کرتے ہیں تو اس میں کوئی تبدیلی یا درستی کرنے کی کوئی بھی کوشش کرنا جائز نہیں، بلکہ دلائل کی روشنی میں جو حکم ثابت ہوتا ہے، اس کو کسی بھی طرح کے اعتراض یا تقیید کے بغیر قبول کرنا فرض ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلًّا مُّبِينًا﴾ [الأحزاب: ۳۶]

”اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ

اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو ان کے لیے اپنے معاملے میں ان کا کوئی اختیار (باقی) رہے اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو وہ یقیناً کھلم کھلا گمراہ ہو گیا۔“

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [النور: ۶۳]

”لہذا چاہیے کہ جو لوگ اس (اللہ اور اس کے رسول) کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں، اس (بات) سے ڈریں کہ انہیں کوئی آزمائش آپڑے یا انہیں دردناک عذاب آئے۔“

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ [الحشر: ۷]

”اور اللہ کا رسول تمہیں جو کچھ دے تو وہ لے لو اور جس سے منع کرے تو اسے چھوڑ دو اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔“

﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾

[النور: ۵۱]

”بس مومنوں کی تو بات ہی یہ ہے جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں، تاکہ وہ ان کے مابین فیصلہ کرے، تو وہ کہتے ہیں: ہم نے سنا اور اطاعت کی اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“

میں نے سابقہ مضمون اس بنا پر لکھا تھا کہ اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ سعودی عرب کا انسانی حقوق کمیشن وزارت عدل کے اشتراک اور معاونت سے

شادی کی عمر متعین کرنے کے لیے کوئی نظام وضع کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ کمیشن ابھی تک شادی کی عمر متعین کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔ یہ غلط اور برے مقصد کو حاصل کرنے کی مسلسل کوشش ہے، چاہیے تو یہ تھا کہ یہ کمیشن انسانی حقوق کے متعلق اسلامی تعلیمات اور نور ہدایت کو ساری دنیا میں برآمد کرتا نہ یہ کہ اندھیرے اور اندھے پن کو درآمد کرتا، کیوں کہ شادی کی عمر مقرر نہ کرنے پر کتاب و سنت اور اجماع امت دلالت کرتے ہیں اور شادی کی عمر مقرر کرنا ان دلائل کی مخالفت ہے۔ یہ چودھویں صدی ہجری کی بدعات میں سے ہے۔ مجلس علمائے کبار کے فیصلہ نمبر 179، میں جو 23/3/1415 کو جاری ہوا، اس حد بندی کی مخالفت کی گئی ہے، ایسے ہی مجلس افتاء کے بیان نمبر 18734 میں بھی اس کا انکار کیا گیا ہے۔

ہمارے استاذ علامہ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ نے شادی کی عمر کی حد بندی کرنے والے کو اپنی جان پر ظلم کرنے والا اور اللہ کی اجازت کے بغیر لوگوں کے لیے قانون اور شریعت بنانے والا قرار دیا ہے۔

امارات پر سنل لاء پر تبصرہ کرتے ہوئے ان کا بیان الریاض اخبار کے شمارہ نمبر 4974 پر چھپا تھا۔ (یہ تبصرہ اس کتاب میں الگ سے مذکور ہے) شادی میں عمر کی حد متعین کرنا، جو مغرب سے درآمد شدہ ہے، کتاب و سنت اور اجماع امت کی مخالفت کی وجہ سے گناہ اور معصیت ہے۔

اہل مغرب کو نہ یہ کافی ہے، نہ بے پردگی اور نہ اختلاط مرد و زن ہی، ان کو صرف ایک ہی چیز کافی ہو سکتی ہے اور وہ، وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بتائی ہے:

﴿وَلَنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصْرَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ﴾

قُلْ إِنْ هَدَى اللَّهُ لِلْهُدَىٰ وَ لَئِنْ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَ هُمْ بَعْدَ
الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿١٢٠﴾

[البقرة: ١٢٠]

”اور یہودی اور عیسائی آپ سے ہرگز راضی نہ ہوں گے یہاں تک
کہ آپ ان کی ملت کی پیروی کریں۔ کہہ دیجیے: بے شک اللہ کی
ہدایت ہی حقیقی ہدایت ہے اور آپ کے پاس جو علم آ گیا اس کے
بعد اگر آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو آپ کو اللہ (کی
پکڑ) سے (بچانے والا) نہ کوئی حمایتی ہوگا اور نہ کوئی مددگار۔“

اگر انسانی حقوق کمیشن شادی کی عمر متعین کرنے کے حوالے سے کسی نئی قانون
سازی کا حکم نامہ جاری کروانے میں کامیاب ہو جاتی ہے تو یہ خادم الحرمین والشریفین
کنگ عبداللہ بن عبدالعزیز کے عہد میں جاری ہونے کی وجہ سے ان کے نام پر بٹہ ہو
گا، اس لیے اس کمیشن کو یہ ناقابل تعریف کوشش ترک کر دینی چاہیے، تاکہ وہ برائی
کی چابی بننے سے بچ جائے اور خادم الحرمین بھی اس بدنامی سے محفوظ رہ جائیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ خادم الحرمین ان کی حکومت اور رعایا کو ایسے
کاموں کی توفیق دے جو دنیا اور آخرت میں قابل تعریف ہوں اور ہر اس کام
سے بچائے جو سب کے لیے جلد یا بدیر نقصان کا باعث بن سکتا ہو۔

وصلی اللہ وسلم وبارک علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ.

عبدالحسن بن حمد العباد البدر

15/2/1431ھ

(13) کم عمر بچیوں کی شادی سے روکنے اور شادی کی

عمر مقرر کرنے کے لیے قانون جاری کرنے
کے حکم کے بارے میں علمائے یمن کا بیان

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلًّا مُّبِينًا﴾ [الأحزاب: ۳۶]

”اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو ان کے لیے اپنے معاملے میں ان کا کوئی اختیار (باقی) رہے اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو وہ یقیناً کھلم کھلا گمراہ ہو گیا۔“

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾ [الروم: ۲۱]

”اور (یہ بھی) اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں، تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی، بلاشبہ

اس میں ان لوگوں کے لیے عظیم نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔“
نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ
أَغْضُ لِلْبَصْرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ
فَإِنَّهُ لَهُ وَجَاءٌ)) (متفق علیہ)

”اے نوجوانوں کی جماعت! جو تم میں سے شادی کی استطاعت رکھتا ہے وہ ضرور شادی کرے، یہ آنکھ کو زیادہ نیچے رکھنے والی اور شرم گاہ کی زیادہ حفاظت کرنے والی ہے اور جو اس کی استطاعت نہ رکھے تو وہ روزہ رکھے، وہ اس کے لیے ڈھال ہوگا۔“ (متفق علیہ)

ہمارے ملک کی پارلیمنٹ میں 18 سال سے کم عمر کی شادی پر پابندی لگانے، ایسا کرنے والے کو مجرم قرار دینے اور جو عقد کرے یا گواہی دے، اس کو قید اور مالی جرمانے کی سزا دینے کے بارے میں قانون جاری کرنے کے لیے جو بحث ہو رہی ہے، علمائے یمن نے اس کا متواتر جائزہ اور بغور مطالعہ کیا ہے۔ بنا بریں علمائے یمن درج ذیل امور کی وضاحت کرتے ہیں:

اول:

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے کئی عظیم الشان شرعی مقاصد کے پیش نظر شادی کو قانونی طور پر جائز قرار دیا ہے، جیسے: نسل کی حفاظت اور اس کا خیال رکھنا، انسان کی خوشی اور قرار اور اپنے آپ کو اور اپنی بیوی کو پاک دامن رکھنا۔
خاندان کو معاشرے میں اصل الاصول اور اس کی تعمیر و تشکیل میں بنیاد کی حیثیت دی گئی ہے، اس لیے معاشرت میں اس خاندانی ڈھانچے اور عمارت کو

مضبوط اور مربوط رکھنے کے عوامل متعین کیے گئے ہیں، اس کے آداب و احکام بیان کیے گئے ہیں، خاندانی نظام کو تباہ کرنے والے تمام اسباب سے خبردار کیا گیا ہے، محبت اور رحم دلی کو خاندانی مضبوطی کے قوی ترین روابط اور وسائل میں شمار کیا گیا ہے اور اس کے مقابلے میں فحاشی کی تمام صورتوں اور مقدمات (ترغیبات) کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان شرعی آداب و احکام کے ذریعے خاندان اور مسلم معاشرے کی حفاظت کا بندوبست فرما دیا، جبکہ باقی قومیں اور معاشرے جو فطرت کی صحیح راہ سے ہٹ گئے، وہ آج خاندانی تباہی، بے راہ روی اور اخلاقی بگاڑ کا رونا رو رہے ہیں۔ چہ جائیکہ یہ معاشرے اور وہاں کی تنظیمیں اپنے علاقوں میں اس خلل کی اصلاح اور اس بیماری کے علاج کے لیے اپنی توجہ مبذول کرتے، ان بعض غیر ملکی تنظیموں نے اس معاشرتی بگاڑ اور خراب صورت حال کو مسلمانوں کے ممالک میں منتقل کرنے کے لیے تمام وسائل بروئے کار لا کر کوششیں شروع کر دیں۔

مختلف ذرائع ابلاغ اور گمراہ معاہدوں کے ذریعے یہ کام کیا جا رہا ہے۔ اسلامی حکومتوں کو ان بد صورت معاہدوں کا پابند بنانے کے لیے مشروط قرضوں اور وظائف کا لالچ دیا جاتا ہے، جو آخر کار امت کی شناخت، اس کا دین اور اخلاق سلب کرنے کا باعث بن جائیں گے۔

ان بین الاقوامی معاہدوں میں سرفہرست معاہدہ سیڈاو (Cedaw) ہے:

(Convention to eliminate all forms of
discrimination against women)

یہ معاہدہ، جو عورتوں کے متعلق ہے، خطرناک ترین ہے، کیوں کہ یہ معاہدہ

دین کو عورت کے خلاف تعصب کی ایک شکل سمجھتا ہے، اس میں عورت کے حقوق کے بارے میں مغربی نقطہ نظر کے مطابق عورت کے لیے زندگی کے مختلف میدانوں میں زندگی گزارنے کا نمونہ متعین کیا گیا ہے اور اس کو حقوق نسواں کا نام دیا گیا ہے۔ جس طرح خواتین کانفرنس بلین 1995ء کے فیصلوں اور 2002ء میں اقوام متحدہ کی طرف سے جاری کردہ حقوق اطفال کی دستاویز کے بندوں میں واضح الفاظ میں کہا گیا ہے۔

یہ دستاویز بچوں کو جنسی آزادی یعنی زنا اور ہم جنس پرستی کی دعوت دیتی ہے، جب کہ اس کے ساتھ ہی یہ دستاویز بند نمبر 40 میں روایتی جنسی تعلقات قائم کرنے سے روکتی ہے، جیسے 18 سال سے کم عمر میں شادی کرنا۔

پھر یہ بھی دیکھیے کہ اقوام متحدہ کے مرکز خواتین کی کمیٹی کے مارچ 2007ء میں ہونے والے اجلاس نمبر 51 میں 18 سال سے پہلے شادی کرنے سے منع کرنے اور اس سے پہلے جنسی تعلقات اور سرگرمیاں جاری رکھنے (یعنی زنا کاری اور ہم جنس پرستی) کی اباحت کے بارے میں بیان جاری کیا گیا۔

ان تمام باتوں سے واضح ہوتا ہے کہ ان تمام معاہدوں کا مقصد اسلامی معاشرے میں پاک دامنی کا خاتمہ کرنا اور زنا کاری اور بد اخلاقی پھیلانا ہے۔

دوم:

شادی سے روکنا، اس کی عمر متعین کرنا، جو اس عمر سے پہلے اپنے بیٹے یا بیٹی کو شادی کر کے پاک دامن بنانا چاہے، اس کو قید اور مالی جرمانے کی سزا دینا (جس کا مطالبہ ایسے ماحول میں کیا جا رہا ہے جہاں جنسی انگیزت کا سامان بکھرا پڑا ہے) جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال کیا ہے اس کو حرام کرنا ہے۔ جو فعل اللہ کے

رسول ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم نے کیا، اس کو جرم قرار دینا ہے، یہ بہت بڑی برائی ہے جو کتاب و سنت اجماع اور صحابہ کے عمل سے ثابت ہونے والے قطعی دلائل کی روشنی میں شرعی طور پر ناجائز ہے۔ یہ دلائل (شرعی ضوابط کے مطابق) جو نقصان روکنے کے ضامن ہیں اور علما نے اجماع کے باب میں ان کا ذکر کیا ہے (اس عمر سے پہلے شادی کے جواز پر دلالت کرتے ہیں۔ یہ دلائل حسب ذیل ہیں:

قرآن کریم:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَالَّذِي يَتَسَنَّ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنْ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةَ أَشْهُرٍ وَالَّذِي لَمْ يَحِضْنَ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا﴾

[الطلاق: ٤]

”اور وہ جو حیض سے مایوس ہو جائیں تمہاری (طلاق یافتہ) عورتوں میں سے، اگر تم شک میں پڑو تو ان کی عدت تین ماہ ہے، اور (اسی طرح) ان کی بھی جنھیں (ابھی) حیض نہیں آیا۔ اور حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل تک ہے۔ اور جو شخص اللہ سے ڈرے تو وہ اس کے لیے اس کے کام میں آسانی فرماتا ہے۔“

یہ آیت کم عمر لڑکی کی شادی کے صحیح ہونے میں، جس کو حیض آنا شروع نہیں ہوا، کتاب اللہ سے دلیل ہے۔ اگر کم عمر کی شادی جائز نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس آیت میں اس کی عدت ذکر نہ کرتے، فرمایا: ﴿وَالَّذِي لَمْ يَحِضْنَ﴾ یعنی چھوٹیاں، تمام مفسرین کا بلا اختلاف یہی موقف ہے۔

سنت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

((إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ، وَأُدْخِلَتْ عَلَيْهِ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ، وَمَكَثَتْ عِنْدَهُ تِسْعًا))^①

”نبی مکرم ﷺ نے ان کے ساتھ چھ سال کی عمر میں شادی کی، نو سال کی عمر میں خلوت کی اور وہ آپ ﷺ کے پاس نو سال تک رہیں۔“

امام داؤدی کا قول ہے: ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھر پور جوان ہو چکی تھیں۔“
عروہ بن زبیر سے مروی ہے:

((توفيت خديجة ﷺ قبل مخرج النبي ﷺ إلى المدينة بثلاث سنين فلبث سنتين أو قريباً من ذلك ونكح عائشة ﷺ وهي بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ، ثُمَّ بَنِي بِهَا وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِينَ))^②

”حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے ہجرت کرنے سے تین سال پہلے فوت ہو گئیں، آپ ﷺ تقریباً دو سال ایسے ہی رہے، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کیا، اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی، جب وہ نو سال کی ہوئیں، تب ان کے ساتھ خلوت کی۔“

اجماع:

علمائے امت کا کم عمر لڑکی کی شادی کے جواز پر اجماع ہے، اس میں کسی

① صحیح البخاری (۱۹۷۳/۵)

② صحیح البخاری: (۱۴۱۵/۳)

نے بھی مخالفت نہیں کی، جس طرح امام نووی، ابن بطلال، المہدی نے البحر الزخار میں، ابن ہبیرہ، ابن رشد، المہلب، ابن عبدالبر، ابن المنذر اور ابن قدامہ رضی اللہ عنہم نے نقل کیا ہے۔

امام ابن المنذر کا قول ہے:

”تمام اہل علم جن کا اجماع ہمیں یاد ہے، انہوں نے اس پر اجماع کیا ہے کہ باپ کا اپنی چھوٹی بچی کا نکاح کرنا جائز ہے، جب وہ اس کی شادی اس کے مناسب شخص کے ساتھ کرے۔“

امام ابن البطلال کا قول ہے:

”علماء کا اجماع ہے کہ باپوں کے لیے اپنی چھوٹی بیٹیوں کا نکاح کرنا جائز ہے، لیکن ان کے خاوندوں کا ان کے ساتھ اس وقت تک خلوت کرنا جائز نہیں جب تک وہ مجامعت کے قابل اور مردوں کو برداشت کرنے کے لائق نہ ہو جائیں، اس معاملے میں ان کے حالات ان کی طاقت اور خلقت کے اعتبار سے مختلف ہیں۔“

امام ابن قدامہ کا قول ہے:

”جہاں تک لڑکیوں کا معاملہ ہے تو باپ اپنی نو سال سے کم عمر کنواری بیٹی کی شادی کرنے کا بلا اختلاف حق رکھتا ہے، جب وہ اس کی شادی ہم پلہ شخص کے ساتھ کرے۔“^①

عمل صحابہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی نابالغ بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے

① الشرح الكبير (۱۱۹/۲۰)

ساتھ شادی کی۔^①

امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ شادی کی، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تین سال پہلے پیدا ہوئی، جب انھوں نے اس کی شادی کی تو وہ کم عمر اور نابالغ تھی۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی چھوٹی سی بیٹی کی شادی کی۔ (سعید بن منصور نے اپنی سنن اور ابن ابی شیبہ نے مصنف میں صحیح سند کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے)۔
امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”کئی اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چھوٹی عمر کی بچیوں کی شادیاں کیں۔“ (کتاب الأم)

اسلامی ممالک میں ہر زمانے میں جن تمام مذاہب کی پیروی کی جاتی رہی ہے ان سب کا بھی یہی موقف ہے۔ اسی طرح شریعت اسلامیہ جوازِ مجامعت اور جوازِ عقد میں فرق کرتی ہے، اس وقت تک اس کے ساتھ مجامعت نہیں کی جائے گی، جب تک وہ اس کے لائق اور خاوند کو برداشت کرنے کے قابل نہ ہو جائے۔ اس لیے اگر اسلام میں کم عمر بچی کے نکاح کا جواز ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اگر وہ مجامعت کے قابل یا اپنے خاوند کو برداشت کرنے کے لائق نہیں تو پھر بھی اس کے ساتھ مجامعت کی جائے اور اس کی خاوند کے ساتھ خلوت کرادی جائے۔

امام نووی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

① الطبقات الکبریٰ: (۸/۴۶۳)

”جس کم عمر کی شادی کر دی جاتی ہے، اس کو خاوند کے پاس بھیجنے اور خاوند کا اس کے ساتھ دخول کرنے کا وقت کیا ہونا چاہیے، اس میں یہ ہے کہ اگر ولی اور خاوند کسی ایسی چیز سے متفق ہوں جس میں اس بچی کے لیے کوئی نقصان نہ ہو تو اس پر عمل کیا جائے گا۔“

لہذا انھوں نے زفاف کے لیے عدم ضرر کی شرط عائد کی ہے۔ ایسے ہی شریعت نے واضح کیا ہے کہ باپ کی بیٹی پر ولایت، ولایتِ خاصہ ہے جو ولایتِ عامہ سے مقدم ہے اور اقویٰ ہے، کیوں کہ باپ اپنی بیٹی کے لیے زیادہ خیر خواہ، رحم دل اور شفیق ہوتا ہے، اس لیے کوئی باپ کو اپنے بیٹے یا بیٹی کو پاک دامن رکھنے کی نیت سے مناسب عمر کے انتخاب سے روکنے کا حق نہیں رکھتا۔

مذکورہ امور کی بنا پر علمائے یمن بڑی تاکید کے ساتھ کہتے ہیں کہ کسی مسلمان یا کسی قانون ساز یا قانون نافذ کرنے والے ادارے کے لیے یہ قانون بنانا یا کوئی دوسرا قانون بنانا جو اسلامی شریعت، کتاب و سنت اور اجماع امت کے خلاف ہے۔ ہم یمن کے حکمرانوں اور عوام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ شریعت کی حفاظت کے سلسلے میں اپنی ذمے داری ادا کریں۔ 18 سال سے کم عمر کی شادی روکنے کے لیے قانون سازی کرنے کے بل کو رد کر دیں اور اس کو پاس نہ ہونے دیں۔

اس کے لیے متعلقہ اداروں کو خط لکھیں، درخواستیں دیں اور ان تک یہ پیغام پہنچائیں۔ پارلیمنٹ کے ممبران سے مطالبہ کریں کہ وہ اپنی شرعی قانونی ذمے داری نبھائیں، کتاب و سنت کو اختیار کرنے کی پاسداری کریں، اس جیسی شریعت مخالف قانون سازی کی مخالفت کریں اور پارلیمنٹ ہاؤس میں شرعی احکام کے مطابق قانون سازی کرنے والی کمیٹی کی سفارشات کے مطابق عمل کریں جو 18 سال سے

کم عمر کی شادی کو جرم قرار دینے اور اس سے روکنے کے اس قانون کی مخالف ہے۔
والحمد لله رب العالمین۔ وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى
آله وصحبه أجمعين.

علمائے یمن

صنعا یکم ربیع الاول 1431ھ^①

<http://www.al-yameen.org/vb/showthread.php>^①

اس پر 140 سے زیادہ یمنی علما کے دستخط ہیں۔

(14) الشیخ ڈاکٹر عمر بن سلیمان اشقر اردنی کا بیان

بعض معاصر فقہاء کا موقف ہے کہ کم عمروں کے اولیا کو ان کی شادی سے روک دینا چاہیے، اکثر اسلامی ممالک کے شخصی احوال کے قوانین میں بھی یہی موقف اختیار کیا گیا ہے۔

یہ رجحان کم زور اور جمہور اہل علم کے موقف کے خلاف ہے، بلکہ ان کے اجماع کے بھی خلاف ہے۔ یہ شاذ قول ہے جس پر اعتماد کرنا جائز نہیں۔

محققین اور علما کی ایک جماعت نے، ولی کے کم عمر لڑکی اور کم عمر لڑکے کی شادی کے جواز پر اہل علم کا اجماع نقل کیا ہے، اجماع کو نقل کرنے والے علما میں ابن المنذر، ابن قدامہ اور ابن حجر رحمہم اللہ کا نام آتا ہے۔

جنھوں نے ولی کے لیے کم عمر لڑکی کی شادی کرنے کو ناجائز قرار دیا ہے، ان کے اقوال کو ان نامور علما کی صفوں میں نہیں رکھا جاسکتا جن کے اختلاف کی اہمیت ہوتی ہے۔

ان اختلاف کرنے والوں میں معتزلی فقیہ ابو بکر الاصم کا نام آتا ہے، جب علماے اہل سنت کسی ایک قول پر متفق ہوں تو اس وقت علماے اہل سنت کے نزدیک معتزلہ کا اختلاف کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

اہل سنت میں سے صرف خلیفہ منصور کے عہد میں کوفہ کے ایک قاضی ابن شبرمہ کا یہ موقف ہے کہ ولی کے لیے کم عمر کی شادی کرنا جائز نہیں۔

اب ابن شبرمہ کے قول پر اعتماد کرنا اور ائمہ اربعہ اور تمام فقہائے امت

کے مذہب کو ترک کرنا کس طرح روا ہے؟ بالخصوص ابنِ شبرمہ کے مذہب کی تحقیق کی گئی ہے نہ تہذیب (وہ غیر مدون ہے) اور یہ مسئلہ بھی اسی سے ہے۔

اس سے ایک قول مطلقاً منع کا نقل ہوا ہے۔ اس سے یہ بھی منقول ہے کہ جو ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ اس نے اس کی شادی سے منع کیا ہے جو مجامعت کے قابل نہ ہو، کم عمر کی شادی سے منع نہیں کیا۔

ابنِ قدامہ نے ابنِ شبرمہ سے نقل کیا ہے کہ اس نے تمام اولیا کے لیے خواہ وہ باپ ہو یا اس کے علاوہ کوئی دوسرا، کم عمروں کی شادی کرنا جائز قرار دیا ہے اور جب وہ بالغ ہو جائیں تو ان کو اختیار ہوگا۔

ابنِ شبرمہ کا مذہب نقل ہونے میں یہ اضطراب ہے جس کے ہوتے ہوئے بغیر تحقیق کسی مذہب کو یقین کے ساتھ اس کا مذہب قرار دینا جائز نہیں۔^①

① أحكام الزواج في ضوء الكتاب والسنة (ص: ۱۲۱/۱۲۲) للشيخ عمر الأشقر. دار

النفايس ط ۱ عام ۱۴۱۸ھ۔

(15) الشیخ ڈاکٹر عبدالملک بن حسین تاج یمنی

(استاذ اصول فقہ ولغت، ایمان یونیورسٹی، یمن) کا بیان

ابتدائی عمر کی شادی کے خلاف محاذ آرائی کا پس منظر اور اسباب

ابتدائی عمر کی شادی کا جائز ہونا اجماعی مسئلہ ہے۔ امت کا چودہ صدیوں سے لے کر آج تک اس پر اجماع اور اتفاق ہے۔ کتاب و سنت کی نصوص اور صحابہ اور خلفائے راشدین کا عمل بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”مسلمانوں کا اجماع ہے کہ باپ کے لیے اپنی کم عمر بیٹی کی شادی کرنا جائز ہے.....“

امت کا اپنی ساری تاریخ میں اس مسئلے سے سامنا نہیں ہوا، جس کا نام ابتدائی عمر کی شادی ہے۔ آج اس کو کیوں اچھالا جا رہا ہے؟ اس کے پیچھے کون کھڑا ہے اور اس کے اسباب کیا ہیں؟ یہ قابل ملاحظہ امر ہے کہ اٹھارہ سال سے پہلے شادی سے روکنے کے لیے قانون جاری کرنے کا فیصلہ مقامی فیصلہ تھا نہ یہ علمائے اسلام اور فقہائے شریعت کی طرف سے جاری کیا گیا، بلکہ یہ درجہ اول کا غیر ملکی فیصلہ ہے جو 1962ء میں نیویارک کے مغربی کچن میں پکایا گیا، جہاں اقوام متحدہ کے دفتر میں شادی کی کم از کم عمر متعین کرنے کے لیے ایک معاہدہ تیار ہوا جو اقوام متحدہ کی مختلف کانفرنسوں سے گزرتا رہا، میکسیکو کانفرنس 1984ء،

نیروبی کانفرنس 1985ء، آبادی کانفرنس قاہرہ 1994ء اور پیکنگ کانفرنس 1995ء ان سب میں اس کا تذکرہ ہوا اور یہ تمام معاہدے کھلے الفاظ میں کہتے ہیں کہ شادی کی عمر بڑھانا، اس کے لیے قانون سازی کرنا اور ان قوانین کو سختی کے ساتھ نافذ کرنا ضروری ہے۔

پیکنگ کانفرنس 1995ء کی دستاویز ابتدائی عمر کی شادی کو بڑا غلط فعل قرار دیتی ہے اور اس نے مساواتِ مرد و زن کے نام پر عورت کو زنا کاری، اسقاطِ حمل اور اپنا نظامِ تناسل خراب کرنے تک کی ترغیب دی ہے، لیکن عجیب بات یہ ہے کہ یہ دستاویز کسی ایک جگہ پر بھی زنا کاری یا ابتدائی عمر میں جنسی تجربہ کرنے پر اعتراض نہیں کرتی، جو نوخیز لڑکے اور لڑکیاں نکاح کے دائرے سے باہر رہ کر کرتے ہیں۔

تازہ ترین پیش وقت کے مطابق اقوامِ متحدہ کے مرکز خواتین کی کمیٹی کے مارچ 2007ء کے اجلاس میں یہ فیصلہ صادر ہوا کہ 18 سال سے پہلے شادی کو لڑکی کے خلاف تشدد کی ایک صورت قرار دیا جائے اور اس کو جرم قرار دینے کے لیے کام کیا جائے۔

یہ مطالبہ رپورٹ میں 11 مرتبہ دہرایا گیا۔ دوسری طرف یہ بچے کو کسی بھی عمر میں جنسی تجربہ کرنے کی آزادی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

سمجھ نہیں آتا یہ لوگ کس طرح اپنے قوانین مسلمانوں پر نافذ کرنا چاہتے ہیں جو عفت، پاک دامنی اور پاکیزگی کی راہ روکتے ہیں؟ جب کہ یہ خود ابتدائی عمر ہی میں جنسی جرائم میں ڈوب جاتے ہیں۔ ایک امریکی رپورٹ کے مطابق 44% زنا بالجبر کے شکار 18 سال سے کم اور 15%، بارہ سال سے کم ہیں۔ یہ 12 سال سے چھوٹی لڑکیوں کے ساتھ جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں۔

برطانیہ میں ہر سال 60 ہزار نوخیز لڑکیاں (Teenager) حاملہ ہوتی ہیں، نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ برطانیہ کے سابقہ وزیر اعظم ٹونی بلیئر کو یہ کہنا پڑا: ”کسی تہذیب یافتہ معاشرے کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہاں بچے بچوں کو جنم دینا شروع کر دیں۔“

2009ء کے آغاز کا شاید یہ آخری واقعہ تھا کہ ایک چودہ سالہ برطانوی بچی نے ایک تیرہ سالہ برطانوی بچے کے ساتھ زنا کے نتیجے میں اپنے پہلے بچے کو جنم دیا۔ اس دردناک صورت حال کے سائے میں وہ ہم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ہم ایسے قوانین جاری کریں جو 18 سال سے پہلے شرعی شادی کو روکیں؟ جب ہم ان کے ان قوانین پر غور کرتے ہیں جو ہم پر لاگو کرنا چاہتے ہیں اور ان کی عملی صورت حال کو دیکھتے ہیں جو ہم تک پہنچتی ہے تو ہم اس نتیجے تک پہنچتے ہیں کہ ابتدائی عمر میں شادی سے روکنے کے دو بڑے اہداف ہیں:

اول: مسلمانوں کے بچوں کی تعداد کم کرنا۔

دوم: عفت، طہارت اور حلال راہ میں رکاوٹیں ڈال کر اسلامی معاشروں میں بدکاری اور بد اخلاقی پھیلانا اور دوسری راہ کے دروازے مکمل کھول دینا۔ ہم ان دونوں پر قدرے تفصیل کے ساتھ گفتگو کریں گے:

پہلا ہدف: مسلمانوں کے بچوں کی تعداد کم کرنا:

کیوں کہ اسلامی ممالک میں بچوں کی کثرت کے ساتھ پیدائش اور کثرت تعداد مغرب کو پریشان کر رہی ہیں اور اس کی نیند چرا رہی ہے۔

گر جاگھروں کی بین الاقوامی کتاب کے مطابق مسلمانوں کی تعداد ہر روز اوسطاً 82 ہزار بڑھ رہی ہے اور 2058ء میں یہ دنیا کا پہلا دین ہو جائے گا۔

اقوام متحدہ نے 1989ء کو ایک رپورٹ شائع کی جس میں شمالی ممالک، یورپ اور امریکا کے ممالک کو متنبہ کیا گیا کہ ان کے پیدا ہونے والے بچوں کی تعداد کم ہو رہی ہے، اس میں ذکر کیا گیا کہ 1950ء میں یورپ کی آبادی کا دنیا کی آبادی کے ساتھ تناسب 15.6% تھا اور 2025ء میں یہ نسبت صرف 6.4% تک کم ہو جائے گی۔ جزائر، مراکش اور سوڈان جیسے چھوٹے ممالک کی آبادی یورپ کے بڑے بڑے ممالک، جیسے جرمنی اور انگلینڈ کے برابر ہو جائے گی اور پچاس سال بعد دنیا کی آبادی سوانو بلین ہو جائے گی، جس طرح 2000ء میں یہ دنیا کی آبادی تھی۔ یہ اضافہ تیسری دنیا کے ممالک میں ہوگا، جب کہ صنعتی ممالک کی تعداد بلین کا 12% ہی رہے گی، شاید اس سے بھی کم ہو جائے۔ اس خطرے سے نپٹنے کے لیے یورپ اور مغرب نے دو جہتوں میں کام کیا۔

اول:

یورپ میں بچے پیدا کرنے اور خاندان تشکیل دینے کی حوصلہ افزائی اور ہر اس خاندان کو وظیفہ دینا جو نئے بچے کو قبول کرے۔ یوکرائن میں یہ وظیفہ 1600 ڈالر ہے اور سپین میں 2500 یورو۔

اسپین کے وزیراعظم خوسہ لوئیس روڈر نے سپینی پارلیمنٹ میں کہا تھا: ”سپین کو اپنا ترقی کا سفر جاری رکھنے کے لیے زیادہ خاندانوں اور زیادہ بچوں کی ضرورت ہے۔ خاندان بچے پیدا کرنے اور ان کی تربیت کے لیے مدد اور وسائل کے محتاج ہیں۔“

جرمنی اپنے خزانے سے گھر سے باہر بچے کی تربیت کے اخراجات کے لیے اخراجات کا 25% حصہ مہیا کرتا ہے جو اڑھائی لاکھ یورو بنتے ہیں۔

اٹلی کی حکومت نیا بچہ پیدا کرنے والے خاندان کو 3 ہزار یورو دیتی ہے، ہر بچے کا ماہانہ خرچہ متعین کیا جاتا ہے، جو 70 یورو سے زیادہ بنتا ہے۔ یہ 18 سال تک جاری رہتا ہے، ٹیکسوں میں بھی کمی ہو جاتی ہے اور رہائش کے لیے بھی مدد دی جاتی ہے۔ اس طرح یہ اپنے علاقوں میں پیدائش کا تناسب بڑھانے کے لیے کام کر رہے ہیں۔

دوم:

مسلمانوں کے ممالک میں بڑھتی ہوئی بچوں کی تعداد کے خلاف اعلانِ جنگ، لیکن مختلف پردوں کے پردے میں، جیسے صحتِ تولید، ماں اور بچے کی صحت، وسائل کا ناکافی ہونا۔

بچوں کی تعداد کم کرنے کے لیے درج ذیل اسالیب اختیار کیے جاتے ہیں:

✿ ابتدائی عمر میں شادی سے روکنا، کیوں کہ عورت جب ابتدائی عمر میں شادی کرتی ہے تو اس میں بار آوری کی نسبت بہت بلند سطح پر ہوتی ہے، اس وجہ سے بچے زیادہ ہوتے ہیں۔

مثلاً یمن کی سنیے: یمن کے اخبار ”المیشاق“ کے شمارہ نمبر 1038 میں یہ رپورٹ شائع ہوئی: یمن میں ہر پانچ منٹ کے بعد ایک بچہ جنم لیتا ہے، جس کی وجہ سے ہر سال 6 لاکھ افراد کا اضافہ ہو رہا ہے، یہ تمام ترقی کی راہ میں بالکل رکاوٹ نہیں، جس طرح یہ لوگ دعویٰ کرتے نہیں تھکتے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور اس نے اس کا بالکل اندازہ کیا ہوا ہے، اس نے زمین پیدا کی اور اس میں مخلوق کی روزی رکھی۔ ارشاد ہے:

﴿وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا﴾ [حم السجدہ: ۱۰]

”اور اس میں اس کی غذاؤں کا (ٹھیک) اندازہ کیا۔“

﴿وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا
وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُبِينٍ﴾ [ہود: ۶]

”اور زمین پر چلنے والے ہر جاندار کا رزق اللہ کے ذمے ہے اور وہ
اس کی قرار گاہ اور اس کے دن ہونے کی جگہ کو جانتا ہے۔ ہر چیز
واضح کتاب میں (تحریر) ہے۔“

بچہ ابھی ماں کے پیٹ میں چالیس دن کا نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ ایک
فرشتہ بھیج دیتے ہیں جو اس کا رزق، عمر اور کام متعین کر دیتا ہے، لیکن غربت اور
ضرورت کے حالات کا اصل سبب وسائل ہے، وگرنہ ہم فٹ بال کے ایک کوچ
کو ستر ہزار ڈالر ماہانہ تنخواہ کس طرح دے سکتے ہیں، قومی ٹیم کو خلیج کی چیمپین شپ
کے لیے تیار کرنے کے لیے 700 ملین یمنی ریال کیوں خرچ کر سکتے ہیں۔ ہم
دیکھتے ہیں کہ ایک عرب صاحب ثروت صرف اپنی گاڑی کا تیل بدلوانے کے لیے
اس کو لندن بھیجتا ہے اور اس پر 47 ہزار امریکی ڈالر خرچ کر دیتا ہے! اس کے بعد
بھی اگر ہم دعویٰ کریں کہ وسائل ناکافی ہیں تو عجیب بات ہے۔

بہت سارے بے مقصد کاموں میں خیالی رقم لوٹائی جاتی ہے، لوٹی جاتی
ہے اور صرف کی جاتی ہے، حالانکہ ہم غریب ممالک ہیں، جس طرح کہا جاتا ہے!
ساری دنیا کی زمین جو کاشت کی جاتی ہے، وہ قابل کاشت زمین کے
خشک حصے کا صرف 0.09% ہے۔

✿ مانع حمل گولیوں کی دست یابی: جسے بچوں کی تعداد کم کرنے اور
خاندانی افزائش میں تخفیف کرنے کے لیے خاندانی منصوبہ بندی کے ذرائع کہا

جاتا ہے۔ اسی وجہ سے دیکھا جاتا ہے کہ اس سلسلے میں ہم پر چاروں طرف سے مالی امداد کی بوچھاڑ ہوتی ہے۔

الحدیدہ بندرگاہ ہالینڈ کی طرف سے مدد کا ایک جہاز آیا، جو تین ملین ڈالر کے طبی ساز و سامان اور منصوبہ بندی کے ذرائع کے ساتھ لدا پھدا تھا۔

”الثورہ“ اخبار نے واضح الفاظ میں لکھا تھا:

”خاندانی منصوبہ بندی کے محرکات آبادی کی افزائش میں کمی لانا ہے۔ پھر اس کی یہ وجہ بیان کی کہ ملکی اور بین الاقوامی دلچسپیوں کو مد نظر رکھتے ہوئے، جن کا ہدف 56% شادی شدہ عورتوں کو پیدائش کی عمر تک لانا ہے، اس لیے ان کو اقوام متحدہ کی مالی امداد کے ساتھ تین سال کے لیے منصوبہ بندی کے وسائل مفت فراہم کیے جا رہے ہیں۔“

✿ عورت کو نوکری میں مشغول کرنا:

مستقبل کی تعمیر کا دھوکا دینا اور شادی اور پیدائش کی قیمت پر ان کو مارکیٹ اور کاروباری سرگرمیوں میں گھسیٹنا، کیوں کہ جیسے جیسے عورت کی عمر بڑھتی جائے گی اس میں بارآوری کا تناسب کم ہوتا جائے گا اور پھر بچے بھی کم پیدا ہوں گے۔ سائنسی تحقیقات ثابت کرتی ہیں کہ وہ عورت جو گھر سے باہر کام کرتی ہے، اس میں بارآوری کی نسبت کم ہو جاتی ہے۔ اس لیے عورت کا، اپنے خاندان کے اندر اور خاندانی معاشی سرگرمیوں کے دائرے میں رہ کر کام کرنے کے عکس گھر سے کام کے لیے نکلنا، خاندانی منصوبہ بندی اور بچے کم پیدا کرنے کا مضبوط ترین ذریعہ ہے۔

✿ بچوں کے درمیان 4-5 سال کا وقفہ ڈالنے کے لیے غیر معمولی ابلاغی مہم:

جس کا پرچہ اسلوب میں یہ مطلب ہوا کہ نسل کو دو یا تین بچوں تک

محدود کر دیا جائے۔ اٹھارہ سال سے پہلے شادی منع ہے اور عورت کے خلاف تشدد ہے۔ 18 سال مکمل ہونے کے بعد لڑکی کو یونیورسٹی کی تعلیم جاری رکھنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ گریجویشن کرنے اور مستقبل کی منصوبہ بندی کے بہانے شادی میں مزید تاخیر کر دی جاتی ہے۔ جب لڑکی یونیورسٹی سے فارغ ہوتی ہے تو اس وقت کم از کم اس کی عمر 23 سال ہو جاتی ہے، پھر اگر اس کی شادی ہو جائے اور وہ بچے کو جنم دے تو اس کو ہر دو بچوں کے درمیان چار سال وقفہ کرنے کا مشورہ دیا جاتا ہے، تاکہ آخر کار وہ صرف دو بچوں کو جنم دے سکے۔

کیوں کہ وہ کہتے ہیں کہ 30 سال کے بعد بچے پیدا کرنا ماں کے لیے کئی امراض اور پیچیدگیوں کا باعث بن جاتا ہے۔ اگر لڑکی کی عمر 18 سال ہونے پر فوراً اس کی شادی کر دی جائے اور ہر چار سال بعد بچے کو جنم دے تو صرف تین بچوں کو جنم دے سکے گی۔

یہ آخر میں مسلمانوں کے بچوں کی تعداد کم کرنے کا وسیلہ ثابت ہوتا ہے، جن کی کثرت مسلمانوں کی قوت کی نمائندگی کرتی ہے اور وہ شمال کے ممالک کے لیے پریشانی کا منبع ہے۔

جس طرح جرمن متشرق اشمید کہتا ہے:

”مشرق کی قوت تین چیزوں میں ہے: دین میں، بار آوری اور بچے پیدا کرنے کے اوسط تناسب میں بلندی، اور طبعی ذرائع (نیچرل ریسورسز) کی کثرت۔“

سوم:

زنا کاری، بداخلاقی کا پھیلاؤ، خاندانی نظام کی تباہی اور جرائم کی کثرت:

ابتدائی عمر میں شادی سے روکنے کے لیے قائم کردہ مغربی انجمنوں اور تنظیموں کا دوسرا ہدف مسلم معاشرے میں فحاشی بدکاری اور بد اخلاقی پھیلانا ہے، وگرنہ اقوام متحدہ کے مرکز خواتین کی کمیٹی کا اپنے مارچ 2007ء کے اجلاس میں 18 سال سے پہلے شادی سے روکنے کا اس کے علاوہ اور کیا مطلب ہے؟ اس کے مقابلے میں بچی کو کسی بھی عمر میں جنسی تجربہ کرنے کا حق دیا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی پیکنگ کی دستاویز ابتدائی عمر میں شادی کی مذمت بھی کرتی ہے، جب کہ اپنی کسی شق میں ابتدائی عمر میں زنا کاری یا جنسی تعلقات کے حوالے سے کچھ بھی نہیں کہتی۔ حقیقی صورت حال یہ ہے کہ شہوت بھڑکانے والے ذرائع ہمارے نوجوانوں کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں اور طرہ یہ ہے کہ ابتدائی عمر میں شادی سے روکا جا رہا ہے، لیکن یونیورسٹیوں میں، سکولوں میں، دفاتر میں، ٹریننگ ورکشاپوں میں، تفریحی دوروں میں اور مخلوط اداروں میں اختلاط مرد و زن کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ رسالوں، حیا باختہ ٹی وی چینلوں سے بے حیائی اور اخلاق سوزی کے مظاہر اخذ کرنے، ناچنے والیوں اور اخلاق سے گری ہوئی ٹی وی سیریز کو درآمد کرنے، بھڑکیلے اور شہوت خیز مشہوریاں پیش کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔

اگر ابتدائی عمر میں شادی سے منع کر دیا جائے تو یہ تمام اسباب مل کر شہوت کی آگ کو خوب بھڑکاتے ہیں۔

اگر نوجوان کو شرعی طریقے سے اپنے نفس کو پاک رکھنے سے روک دیا جائے تو وہ دین سے دوری کے مظاہر اور ماحول میں ناجائز دوستیاں لگانے اور تعلقات قائم کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔ اس کے بعد آپ اطمینان سے کہہ سکتے ہیں کہ اخلاقی تباہی اور انحطاط کی وجہ سے معاشرے میں تباہی کے خطرات

منڈلاتے نظر آ رہے ہیں، کیوں کہ تاریخ میں کئی ایسی تہذیبوں کی تباہی کا ذکر ہے، جو اخلاقی بگاڑ کی وجہ سے تباہ اور برباد ہوئیں۔ مورخ آرنلڈ توینی کا قول ہے:

”انسانی تاریخ کی 30 تہذیبیں، جن کی تاریخ نے گواہی دی، ان میں سے 19 صرف ان میں فحاشی پھیلنے کے بعد تباہ ہو گئیں۔“

اگر انھوں نے ابتدائی عمر میں شادی کرنے سے روکا ہے تو کیا اس کے مقابلے میں فتنے کے اسباب، بے حیائی بدکاری کے مظاہر اور تمام میدانوں میں اختلاط مرد و زن سے بھی روکا ہے؟ انھوں نے آج جو کیا ہے وہ اس کے بالکل عکس ہے، وہ حلال سے روکنے اور بے راہ روی اور فتنے کی حوصلہ افزائی کی کوشش ہے۔ ان کی جرأت دیکھیے کہ شادی کی عمر متعین کرنے کی دعوت دینے والی ایک خاتون نے صنعا یونیورسٹی میں ایک غیر ملکی مہمان کو دعوت دی کہ وہ طلبہ کے سامنے اپنا جنسی تجربہ بیان کرے اور بتائے کہ بعض دستاویزات کی روشنی میں عورتوں کے ساتھ ناجائز جنسی تعلقات کس طرح قائم کیے جاسکتے ہیں۔

معلوم نہیں کہ عورت سفارت خانوں اور غیر ملکی تنظیموں کے ساتھ کثرتِ روابط کی بنا پر بھول چکی ہے یا بھولنے کا بہانہ کر رہی ہے کہ یہ ملک یمن ہے؟ یہاں کے بسنے والے یمنی مسلمان ہیں؟ جو ان اسباب سے واقف ہے، پھر بھی اپنے ہاتھ دشمنوں کے ہاتھ میں اور اپنا سر ان کی گود میں دیتا ہے، تاریخ اس پر کبھی رحم نہیں کرے گی اور نہ آئندہ نسلیں ہی اس کو معاف کریں گی۔

ان اقدامات، منصوبوں، سازشوں اور کانفرنسوں کے بعد جو نیو یارک سے میکسیکو، میکسیکو سے نیروبی، نیروبی سے پاپولیشن کانفرنس قاہرہ، قاہرہ سے پیکنگ، پیکنگ سے نیروبی، نیروبی سے پاپولیشن کانفرنس قاہرہ، قاہرہ سے پیکنگ، پیکنگ سے نیو یارک کی طرف سفر ہے، اب ان کو

یمن میں نافذ کرنے کی باری آئی ہے، لیکن امریکن میرینز افواج کے ذریعے نہیں، بلکہ قومی کمیٹی برائے خواتین کے ذریعے جس نے غیر ملکی کانفرنسوں کے فیصلوں ہی کو قبول کیا ہے۔ جن میں سرفہرست معاہدہ (Cedaw) ہے، جس کا اقوام متحدہ کی عمومی جمعیت نے 18/2/1979 کو اقرار کیا تھا، جو عورت کے متعلقہ تمام معاہدوں میں سب سے زیادہ خطرناک معاہدہ گنا جاتا ہے۔ اس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

❁ یہ دین کو عورت کے خلاف تعصب کی ایک صورت سمجھتا ہے۔

❁ اس میں مغربی نقطہ نظر کے مطابق زندگی کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی تمام شعبوں میں زندگی گزارنے کے ایک نمونے کی خاکہ کشی کی گئی ہے، جسے عورت کے حقوق کا نام دیا گیا ہے، جو مکمل آزادی اور مطلق مساوات کے دو بنیادی ارکان پر قائم ہیں، اس لیے اس کے بعد جتنی بھی خواتین کانفرنسیں ہوئیں، وہ تمام اسی معاہدے کو بنیاد بناتی ہیں اور اس کو اپنا دستور اعلیٰ خیال کرتی ہیں۔

❁ اس لیے کہ یہ وہ اکیلا معاہدہ ہے، جو ملک اس کی شقوں کو نافذ کرنے لیے دستخط کرے گا، یہ اس پر لازمی ہو جاتا ہے کہ وہ اس کے کسی بند یا شق پر تحفظ کا اظہار نہیں کر سکتا، خواہ وہ شریعت اسلامیہ اور ملکی قوانین اور دستاویز کی تباہی ہی پر کیوں نہ مشتمل ہو۔

قومی کمیٹی برائے خواتین نے اقوام متحدہ کے مقرر کردہ یہ ضوابط من و عن قبول کیے ہیں، تاکہ یمنی قانون سازی کے عمل میں اس کے نفاذ کی نگرانی کر سکے اور یہ شریعت اسلامیہ سے ماخوذ بعض قوانین کی جگہ لے لیں۔ یہ کمیٹی ان ضوابط کے نفاذ کے لیے شریک کار، نگران اور یمنی حکومت پر زور دینے والے کا کردار ادا

کرے گی اور باہر پورٹیں بھیجے گی کہ یمنی حکومت نے ان معاہدوں اور ضوابط کے نفاذ میں کتنی پیش رفت کی ہے۔

دباؤ ڈالنے، نگرانی کرنے اور نافذ کرنے میں اس کمیٹی کے ساتھ کئی دیگر عورتوں کی تنظیمیں بھی شامل ہوں گی، جن کی امریکی سفارت خانے، دیگر دوسرے سفارت خانوں اور غیر ملکی تنظیموں کی طرف سے مدد کی جاتی ہے، جس طرح معتبر ذرائع اور دستاویزات سے ثابت ہوتا ہے۔

قومی کمیٹی برائے خواتین جن فیصلوں اور ضوابط کے نفاذ کی نگرانی کرے گی، ان میں اقوام متحدہ کے مرکز خواتین کی سفارشات اور ابتدائی عمر کی شادی سے روکنے، اس کی حد مقرر کرنے اور اس کے بارے میں قانون سازی کرنے کے متعلق دیگر کانفرنسوں میں جو قراردادیں پیش کی گئی، وہ سب شامل ہیں۔

اس کے لیے چند خواتین نے بعض ماہرین کے ساتھ مل کر یمنی قوانین پر نظر ثانی اور بلاد مغرب کی طرف سے آنے والے ان معاہدوں کے ساتھ ان قوانین کی مطابقت کا جائزہ لیا، تاکہ وہ خواتین کے لیے قانونی ترمیمات کا نمونہ اور ماڈل پیش کر سکیں۔

عورت کے لیے جو قانونی ترمیمات کی گئیں، ان کے ضمن میں ایک یہ بھی ہے: پرسنل لاء کی شق نمبر 15: ”اس میں 18 سال سے پہلے شادی کرنا منع ہے، جو اس فیصلے سے تجاوز کرے گا، اس کو قید اور مالی جرمانے کی سزا دی جائے۔“

یہ سارے کام مغربی تنظیموں کو خوش کرنے کی کاوش ہے، خواہ یہ شریعت اور اجماع کی مخالفت کی قیمت ہی پر ہو، اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ ان جیسی قانونی دفعات میں اصلاح و ترمیم کا جواز بھی، جو قومی کمیٹی برائے خواتین کی

طرف سے پیش کردہ (قانونی ترمیمات کے نمونے میں مذکور ہے) معاہدہ (Sedaw) کو بنیاد بنا کر اور بین الاقوامی معاہدوں میں اس کی مشروعیت سے حاصل کیا جاتا ہے۔

اس لیے ان عورتوں، عربی و اسلامی ممالک میں ان کی ہم نواؤں اور اس کام کی بنا رکھنے والوں کو علمائے اسلام اور کتاب و سنت سے رجوع کرنا چاہیے، Sedaw اور غیر ملکی یہودی و عیسائی ماہرین سے نہیں، جو بہت ساری سرگرمیوں میں ان عورتوں کے ساتھ ساتھ نظر آتے ہیں، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ مِّنْ رَبِّكُمْ﴾ [البقرة: ۱۰۵]

”اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے کفر کیا وہ نہیں چاہتے اور نہ مشرکین ہی چاہتے ہیں کہ تم پر تمہارے رب کی طرف سے کوئی خیر نازل کی جائے۔“

دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَلَنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصْرَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ إِنْ هَدَىٰ اللَّهُ هُوَ الْهُدَىٰ وَلَئِنْ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ﴾

[البقرة: ۱۲۰]

”اور یہودی اور عیسائی آپ سے ہرگز راضی نہ ہوں گے یہاں تک کہ آپ ان کی ملت کی پیروی کریں۔ کہہ دیجیے: بے شک اللہ کی ہدایت ہی حقیقی ہدایت ہے اور آپ کے پاس جو علم آچکا ہے اس کے بعد اگر آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو اللہ (کی پکڑ) سے

(بچانے والا) آپ کا نہ کوئی حمایتی ہوگا اور نہ کوئی مددگار۔“

مسئلہ ہماری بیٹیوں پر شفقت کرنے، ان پر رحم کھانے اور ان کی صحت کا خیال رکھنے کا نہیں۔

چھوٹی عمر کی شادی عورت کو چھاتی کے کینسر اور زہائمر کی بیماری سے بچاتی ہے، جس طرح امریکی ڈاکٹر سٹانوے اور بعض طبی اداروں کی تحقیق ہے، بلکہ غیر ملکی تنظیموں کے ڈالروں کا مسئلہ ہے جو صرف عورتوں کے ایک مخصوص گروہ کو دیے جاتے ہیں جو یمن میں مغرب کی ترجمان ہیں، یمنی عورتوں کی ترجمان نہیں۔

اس لیے امت کے شانہ بشانہ کھڑے ہوں، اس کے دشمنوں کی صفوں میں نہیں، ان کی یہ خواہش ان شاء اللہ کبھی پوری نہیں ہوگی، کیوں کہ اللہ تعالیٰ امریکا یورپ اور تمام تنظیموں سے زیادہ طاقتور ہے، خواہ تم جیسی مرضی ٹیکنالوجی لے کر آ جاؤ۔ ﴿وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ﴾

والحمد لله رب العالمين، وصلى الله وسلم على سيدنا محمد
وعلى آله وصحبه أجمعين.

① بقلم عبدالملك حسين التاج

(16) پروفیسر ڈاکٹر عدنان بن حسن باحارث کا بیان

(شعبہ ایجوکیشن اینڈ سیکالوجی، ٹیچرز کالج، مکہ مکرمہ)

موضوع: میاں بیوی کے درمیان عمر میں برابری

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على نبينا وسيدنا محمد
وعلى آله وصحبه أجمعين. أما بعد:

مرد و عورت کا رشتہ ازدواج میں منسلک ہو کر نوع انسانی کی افزائش کا باعث بننا مشیتِ الہی کا تقاضا ہے، اس لیے اس نے دونوں جنسوں میں ایک ساتھ نفسیاتی، جذباتی اور جسمانی ضروریات رکھ دی ہیں، جن کو پورا اور آسودہ کرنا مرد و عورت کے درمیان مکمل امتزاج کے بغیر ناممکن ہے۔ شرعی شادی کے دائرے میں رہ کر دونوں اپنی اپنی ضرورت پوری کرتے ہیں، اپنے نفس کو آرام پہنچاتے ہیں اور اپنی خواہش کو آسودہ کرتے ہیں: ﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ﴾ اس کے نتیجے میں اولاد پیدا ہوتی ہے، جس کے ساتھ نسل جاری رہتی ہے، زندگی آباد رہتی ہے اور نکاح کی مشروعیت کا بلند مرتبہ مقصد پورا ہو جاتا ہے۔

جب میاں بیوی کا تعلق انتہائی زیادہ گہرا اور باہم پیوستہ ہے، اتنا گہرا ہے کہ دونوں اپنے نفس، عادت اور مزاج کے تمام حجاب اتار کر ایک دوسرے کی گہرائی میں اتر جاتے ہیں، ایک ایسے سفر کے ضمن میں جس کا دو انسانوں کے

درمیان وقوع پذیر ہونا ناممکن ہوتا ہے، بلکہ وہ مطلقاً ناجائز ہے، خواہ تعلقات کتنے گہرے اور سنجیدہ ہوں، اگر یہ مداخلت اتنا قوی ہے تو اس کا محرک وہ شدید اور قوی جبلت ہے جس سے صرف نظر کرنا یا اس کو بجھانے کی کوشش کرنا مشکل اور بے سود ہوتا ہے، حتیٰ کہ عمر رسیدہ آدمی بھی اپنے صحت کے مسائل اور جنسی کمزوری کے باوجود بعض اوقات نئی شادی کرنے کا سوچ سکتا ہے، تاکہ اپنے گزرے ہوئے ایام کی یاد تازہ کر سکے اور اپنی سرگرمیوں کی تجدید کرے۔ ممکن ہے بیس سال سے چھوٹی کنواری کے خواب دیکھے اور اپنے آپ کو اس کے قابل سمجھے۔ ممکن ہے اپنے نفس کے عشق میں مبتلا ہو کر اپنے حسن و جمال کے قصیدے پڑھے اور اتنا بوڑھا ہو چکا ہو کہ پلکیں آنکھوں پر گر چکی ہوں، مگر جھک گئی ہو اور جلد پر جھریاں پڑ چکی ہوں۔

اس طرح کا بچوں جیسا رویہ بوڑھی عورت سے بھی ظاہر ہو سکتا ہے، وہ بے پردہ ہو کر اپنے وقار کی حد سے باہر نکل آئے، زرق برق لباس پہنے اور بھرپور نوجوان مرد کی خواہش کرنے لگے۔ اگر عورتوں کی اپنے آپ کو سمیٹ کر رکھنے کی فطرت نہ ہوتی تو معاشرہ بعض بوڑھی عورتوں کے عجیب چلن ملاحظہ کرتا۔

ان جیسے عجیب و غریب رویوں کا اکثر باعث اور محرک نفسیاتی ہوتا ہے، عضوی نہیں۔ انسانی نفس بوڑھا نہیں ہوتا (دل بوڑھا نہیں ہوتا) نہ اس کو بڑھاپا ٹھنڈا ہی کر سکتا ہے، یہ کئی سال گزر جانے کے باوجود بھڑکتا رہتا ہے اور تازہ بہ تازہ ہوتا رہتا ہے، بلکہ عمر اس آگ میں مزید اضافہ کر دیتی ہے، خواہ بدن ساتھ دینے سے عاجز آجائے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں جنسوں میں ایک دوسرے کی طرف میلان کا جو فطری محرک ہے وہ کس قدر بڑا، منہ زور اور طاقتور ہے۔

یہ جو ہم دیکھتے ہیں کہ کئی بوڑھے آخری عمر میں کم عمر لڑکیوں کے ساتھ

شادی کرنے کی آرزو کرتے ہیں، اگرچہ وہ کلی یا جزوی طور پر از کار رفتہ ہو چکے ہوں تو شاید اس کی یہی وجہ ہو جو ہم نے بیان کی ہے۔ اگرچہ بعض ایسے بوڑھے بھی ملتے ہیں جو نو جوانوں جیسی قوت رکھتے ہیں لیکن یہ نادر ہے۔

یہاں عموماً محرک نفسیاتی ہوتا ہے۔ انسانی نفس دنیا کی طلب میں ہمیشہ جوان رہتا ہے، اس کی لذتوں سے زیادہ سے زیادہ لطف اندوز ہونا چاہتا ہے، خواہ قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہو۔ بعض بوڑھوں کے کم عمر لڑکیوں کے ساتھ شادی کرنے کے رجحان کی جو نفسیاتی وجہ اور قانون بیان کیا گیا ہے، اس کو سامنے رکھتے ہوئے چند مسائل ذکر کیے جاتے ہیں جن کو اس بحث میں مد نظر رکھنا نہایت ضروری ہے۔

✿ باپ کے لیے اپنی نابالغ بیٹی کی شادی کے جواز اور اس کو دخول کے قابل ہونے سے پہلے اس کے خاوند کے پاس بھیجنے کے درمیان فرق کرنا ضروری ہے۔ عقد بالا جماع جائز ہے، بالخصوص جب لڑکی بالغ ہونے کے بعد اس کا اقرار کر لے، لیکن جب تک وہ طبی طور پر مجامعت کے قابل نہ ہو جائے، تب تک اس کے خاوند کو اس کے ساتھ مجامعت کرنے کا موقع دینا منع ہے۔

بچپن میں جو عقد کیا جاتا ہے وہ عموماً لڑکی کے مستقبل کی بہتری کے لیے کیا جاتا ہے، بالخصوص قبائلی لڑکیوں کے لیے جو اپنے قریبی عزیزوں کے لیے محبوس ہوتی ہیں، اگر اس کے ہاتھ سے اپنے رشتے دار کے ساتھ شادی کرنے کا موقع نکل جائے، تو پھر باہر سے اس کا کوئی رشتہ نہیں آتا اور وہ کنواری ہی رہتی ہے، لہذا جب کوئی مناسب رشتہ آ جائے، پھر بلوغت سے پہلے عقد کر دیا جائے اور بلوغت کے بعد رخصتی کر دی جائے تو اس کی مصلحت پوری ہو جاتی ہے۔

✽ کنواری لڑکی کی رضا مندی شرعی طور پر معتبر ہے، مگر یہ کہ اس کا باپ اس کی شادی کر دے۔

باپ کو بیٹی کے لیے مناسب رشتہ دیکھنے اور اس کے ساتھ شادی کرنے کا اختیار ہے، کیوں کہ وہ اس کی مصلحت کو زیادہ جانتا ہے، ایسے ہی اگر وہ اس کی شادی ایسے شخص کے ساتھ کرنے سے انکار کر دے جو دین دار اور بااخلاق ہو تو یہ شرعاً ناجائز ہے، کیوں کہ ولی کے اپنی زیرِ سرپرستی کے متعلق تصرفات اس کی مصلحت کے حصول اور اس کو نقصان نہ دینے کے ساتھ منسلک ہیں، وگرنہ اس کی ولایت اس کے کسی دوسرے عصبہ (باپ کی طرف سے رشتے دار) کی طرف منتقل ہو جائے گی۔

✽ ولیوں کے متعلق اصل یہی ہے کہ وہ امانت دار ہیں اور تہمت زدہ نہیں، بالخصوص باپ اور دادا میں، کیوں کہ ان میں فطری شفقت ہوتی ہے اور وہ اپنی اولاد کے مفادات کے تحفظ کے زیادہ آرزو مند ہوتے ہیں۔

اس لیے ان کے تصرفات کو عموماً برے اور گھٹیا مقاصد سے براءت پر محمول کیا جاتا ہے، جب تک اس کے خلاف کوئی یقینی بات ثابت نہ ہو جائے۔

✽ عموماً دونوں جنسوں میں جماع کی صلاحیت تناسل کی صلاحیت سے قدرے پہلے پیدا ہو جاتی ہے، اس لیے بلوغت کے قریب دونوں جنسوں میں جماع اور لذت کے حصول کے امکان کے لیے بلوغت کی شرط نہیں، خواہ اس کے نتیجے میں حمل بھی نہ ہو۔ اس کے باوجود خاوند کا اپنی بیوی سے لذت اٹھانا سلامتی اور نقصان نہ پہنچانے سے مشروط ہے، خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی، کمزور ہو یا طاقتور، وگرنہ وہ نقصان بھرنے کا خود ذمے دار ہوگا۔

وہ نقصان جس کا خاوند کی طرف سے پہنچنا ممکن ہے وہ صرف بوڑھوں تک محدود نہیں، بلکہ بعض نوجوانوں سے اس کا پہنچنا زیادہ قریب ہے، کیوں کہ

ان کے جسم تو انا اور شہوت بھرپور ہوتی ہے۔

✿ میڈیا کا کم عمروں کی شادی کے موضوع پر گفتگو پھیلانا، اس کو بچیوں کے ساتھ زنا بالجبر قرار دینا اور کم عمروں کے حق میں جرم قرار دینا شریعت اور حقیقت دونوں سے تجاوز ہے۔ شریعت سے اس طرح تجاوز ہے کہ علما کا اجماع ہے کہ بڑی عمر کے مرد کا چھوٹی عمر کی لڑکی کے ساتھ شادی کرنا جائز ہے، خواہ وہ نابالغ ہو، لیکن دخول اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک وہ اس کے لائق نہ ہو جائے۔

حقیقت سے تجاوز اس طرح ہے کہ کم عمر بچیوں کی شادی کے اصل حجم اور ان کی اصلیت کے لحاظ سے غلط بیان کی جاتی ہے۔ اس کے باوجود کئی ایسے درد ناک واقعات حقیقت میں رونما ہوئے ہیں، لیکن معاشرہ قدیم اور جدید زمانے میں کبھی اس قدر گھمبیر صورت حال سے آشنا نہیں ہوا، جس کو آج کل بڑھا چڑھا کر اور ہوادے کر بیان کیا جاتا ہے۔ ایسی بہت ساری مثالیں ہیں جن میں بڑی عمر کے مردوں نے چھوٹی عمر کی لڑکیوں کے ساتھ شادیاں کی اور وہ کامیابی سے ہم کنار ہوئیں۔ اس کا زیادہ دار و مدار مرد کے عقل مند ہونے، کم عمر لڑکی کا مزاج سمجھنے اور اس کی عمر کا لحاظ کرتے ہوئے اس کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرنے پر ہے۔ اگر بڑی عمر کے مردوں کا چھوٹی عمر کی لڑکیوں کے ساتھ مجامعت کے نتیجے میں پہنچنے والے جسمانی نقصانات اور تجاوزات کے واقعات کا ڈاکٹروں کی ان غلطیوں اور تجاوزات کے واقعات کے حجم کے ساتھ تقابل کیا جائے، جو غفلت، جرات یا جہالت کی بنا پر گزرتے ہیں تو بہت زیادہ فرق نظر آئے گا۔

✿ اللہ تعالیٰ نے مرد کو اجازت دی ہے کہ اس کو جو عورت اچھی لگتی ہے

وہ اس کے ساتھ شادی کر سکتا ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنِي وَ ثُلُثًا وَ رُبْعًا﴾

[النساء: ۳]

”تو ان کے بجائے ان عورتوں میں سے جو تمہیں اچھی لگیں، دو دو،

تین تین اور چار چار سے نکاح کرلو۔“

کنواری تمام عورتوں سے زیادہ پسندیدہ ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے

اس کے ساتھ شادی کرنے کی ترغیب دی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

«هَلَّا جَارِيَةٌ تُلَاعِبُهَا وَ تُلَاعِبُكَ»

”تم کسی کنواری لڑکی کے ساتھ شادی کرتے تو تم اس کے ساتھ کھیلتے

اور وہ تمہارے ساتھ کھیلتی۔“

دوسری جگہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«عَلَيْكُمْ بِالْأُبْكَارِ»

”کنواریوں کے ساتھ شادی کرو۔“

محدثین نے باب باندھے ہیں: ”باب استحباب البکر“ ”کنواری

کے ساتھ شادی کرنا مستحب ہے۔

یہ عام حکم ہے اس میں جس طرح نوجوان شامل ہیں، اسی طرح بڑی عمر

کے مرد بھی شامل ہیں۔ بوڑھوں کو چھوڑ کر نوجوانوں کے ساتھ اس کی تخصیص کرنا

بلا دلیل فیصلہ ہے۔ مرد ہمیشہ سے یہی پسند کرتے آئے ہیں کہ وہ اپنی عورتوں کی

زندگی میں پہلے مرد ہوں۔

✿ بعض نفسیاتی تحقیقات ثابت کرتی ہیں کہ مرد اور عورت دونوں اپنے

ازدواجی تعلقات میں ایک حد تک جنسی تشدد کو پسند کرتے ہیں، کیوں کہ اس کو

جنسی ترغیب اور تشویق کی ایک صورت سمجھا جاتا ہے اور یہ فطری طور پر جائز اور

لذت اندوزی کا ایک درجہ ہے، جب تک یہ شاذ اور بیمار پر تشدد جنسی سرگرمیوں کی حد میں داخل نہ ہو جائے جس کو Sadism کہا جاتا ہے۔

✿ عورت کی جنسی فطرت تکلیفوں اور طرح طرح کے عوارض سے مربوط ہے اور یہ اس کی فطرت کا ایک لازمی حصہ بن چکے ہیں۔

حیض کا آنا، پردہ بکارت کا پھٹنا، حمل، ولادت اور نفاس، یہ تمام جنسی سرگرمیاں ہیں جو تکلیف اور پریشانی سے عبارت ہیں، اس لیے کنواری کے ساتھ مجامعت کے نتیجے میں ہونے والی تھوڑی بہت تکلیف اس فطرت سے خارج نہیں، بلکہ بڑی عمر کی بھرپور جوان اور صحت مند عورتیں بھی بعض اوقات جماع کی وجہ سے جس کی وہ عادی ہوتی ہیں، تکلیفیں محسوس کرتی ہیں، لہذا تکلیف عورت کی فطرت کا ایک حصہ ہے جو اس کی نسوانی شخصیت کے خمیر میں شامل ہے۔

✿ بہت ساری عملی اور میدانی تحقیقات (Feild Studies) ثابت کرتی ہیں کہ اس عہد کے بچے جلد نوخیز ہو رہے ہیں اور ان میں بلوغت کی علامتیں پہلے ادوار کی نسبت جلد ظاہر ہونے لگی ہیں، اس کے کئی اسباب ہیں، مثلاً: معلومات کی بھرمار، تصویروں اور معلومات کے ذریعے جنسی جذبات کا بھڑکنا اور دونوں جنسوں کے درمیان میل ملاپ کے دائرہ کار کا وسیع ہونا، یہ سارے اسباب ہارمونز سے بھرپور غذا کے ساتھ شامل ہو کر دونوں جنسوں میں بلوغت کے آثار جلد پیدا کر رہے ہیں۔

ایسی صورت حال کا تقاضا تو یہ ہے کہ شادی کی عمر زیادہ نہیں، بلکہ کم کی جائے۔

✿ زوجین کا ہم عمر یا قریب قریب ایک عمر کا ہونا مستحسن ہے اور وہ ان دونوں میں الفت اور ایک دوسرے کو جلد سمجھنے کا باعث بھی ہے۔

”امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کو پتا چلا کہ ایک نوجوان لڑکی کی ایک بہت بوڑھے مرد کے ساتھ شادی کر دی گئی تو اس نے اس کو قتل کر دیا، اس وقت انھوں نے کہا: اے لوگو! اللہ سے ڈرو، آدمی اس عورت کے ساتھ شادی کرے جو اس کے زیادہ مناسب ہو اور عورت اس آدمی کے ساتھ شادی کرے جو اس کے زیادہ مناسب اور مشابہ ہو۔“

تا کہ الفت اور محبت دائمی رہے، تاہم دونوں کی عمروں کا فرق خواہ عورت کے حق میں ہو یا مرد کے حق میں، ضروری نہیں کہ خاندانی بدبختی کی علامت ہو۔ کیوں کہ ایک حد تک پدری شفقت جو بڑے کی طرف سے چھوٹے کے لیے ظاہر کی جاتی ہے، اس کی انسان کو ضرورت ہوتی ہے، خواہ وہ مرد ہو کہ عورت اور اس کے سائے میں ایک حد تک استقرار اور سکون نصیب ہوتا ہے۔ بالخصوص میاں بیوی میں سے جو بڑا ہو وہ ازدواجی زندگی کو باقی اور جاری رکھنے کا زیادہ فکر مند ہوتا ہے اور خانگی زندگی کے استقرار کے لیے اپنے بعض حقوق چھوڑ دینے کی زیادہ صلاحیت رکھتا ہے۔ جب کہ آج طلاق کے زیادہ تر واقعات نوجوان اور ہم عمر میاں بیوی کی طرف سے سامنے آ رہے ہیں۔

شرعی عدالتوں میں نوجوان جوڑوں کے طلاق دینے کا تناسب، وہ بھی شادی کے ابتدائی ایام میں، بہت بلند سطح پر ریکارڈ کیا گیا ہے۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ میاں بیوی کا ہم عمر ہونا ازدواجی خوشی اور خانگی استقرار کی کوئی شرط نہیں۔

✿ خوبصورت کنواری لڑکی بعض غریب خاندانوں کے لیے مالی آمدن کا سبب سمجھی جاتی ہے اور وہ اس کے لیے خطیر حق مہر کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ممکن ہے بعض غریب خاندان اپنی خوبصورت کنواری بچیوں کو اپنی مالی مشکلات حل

کرنے کے لیے استعمال کریں۔ اگر لڑکی ایسے رشتے پر خوش دلی سے راضی ہو تو یہ جائز ہے، بلکہ بعض ضرورت مند لڑکیاں مالدار بوڑھوں کو غریب نوجوانوں پر ترجیح دیتی ہیں، کیوں کہ بعض عورتوں کی صرف یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ عیش و آرام اور امیرانہ ٹھاٹھ کی زندگی گزاریں۔ اس سے زیادہ ان کی کوئی آرزو نہیں ہوتی، جب کہ کچھ دوسری معاشرے کے مشہور نامور اور صاحب حیثیت لوگوں کے ساتھ نکاح کر کے شہرت کی طلب گار ہوتی ہیں، خواہ ان کی عمریں زیادہ ہی ہوں۔

مختصراً عرض ہے کہ لڑکیوں کے نکاح کے مقاصد مختلف ہوتے ہیں، وہ کسی ایک نقطے پر متفق نہیں ہوتیں۔

✿ بعض خاندانوں کا اپنی بیٹیوں کے زفاف کے قابل ہونے سے پہلے ہی ان کی رخصتی کر دینا، یہ مسئلہ بہت محدود ہے اور عام معاشرتی رویہ نہیں۔ اس کے باوجود میڈیا بڑے وسیع پیمانے پر اس کا ڈھنڈورا پیٹ رہا ہے اور اس سے روکنے کے لیے متعلقہ اداروں سے سرکاری فیصلے اور شرعی فتوے جاری کروانے پر زور دے رہا ہے، جب کہ معاشرے نے بڑھتی ہوئی عمر کی گھر بیٹھی ہوئی کنواری عورتوں کے مسئلے پر کوئی توجہ نہیں دی جو ابھرتا ہوا پریشان کن معاشرتی مسئلہ بن رہا ہے۔

باوجودیکہ شادی کے انتظار میں گھر بیٹھی ہوئی لڑکیوں کے حق اور اس مسئلے کی خطرناکی کے بارے میں کئی شرعی فتوے موجود ہیں، لیکن بیورو کریسی کے فیصلے اور اس مسئلے کا خاتمہ کرنے کے منصوبے ابھی تک بالکل ابتدائی مرحلے میں ہیں، ان کا اثر بڑا محدود ہے، یہ ابھی تک بحران کی سطح تک نہیں پہنچا، تاہم اس کے معاشرتی نتائج بڑے خطرناک ہیں۔

✿ ذرائع ابلاغ کم عمروں کی شادی کے مسئلے پر تو ضرور بات کرتے ہیں لیکن بالغ لڑکوں اور لڑکیوں کی جلد شادی کرنے کی اہمیت پر بات نہیں کرتے

جو پہلے مسئلے سے زیادہ اہم اور قابلِ ترجیح ہے۔

یونیورسٹی تو ایک طرف رہی، سکول کالج میں پڑھنے والے لڑکے اور لڑکیوں کے آپس میں غیر شرعی تعلقات آج اتنے عروج پر ہیں کہ معاشرہ ان سے بھرا پڑا ہے۔ ان کو خلوت کے عام مواقع میسر ہیں، موبائل فون اور انٹرنیٹ کے ذریعے محبت بھرے مکالمات کا تبادلہ ہوتا ہے، عشقیہ گفتگو کی جاتی ہے۔ بازاروں اور پارکوں میں نوخیز لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان جذباتی اور عشقیہ مناظر دیکھے جاسکتے ہیں، یہ مسئلہ اس حد تک گھمبیر ہو چکا ہے کہ اس کا حل مشکل نظر آ رہا ہے، صرف ایک ہی حل ہے اور وہ ہے جلدی شادی کو رواج دینا اور شادی نہ کرنے کے منفی اثرات سے معاشرے کو آگاہ کرنا۔

✿ بعض خاندان جو اپنی لڑکیوں کی بڑی عمر کے مردوں کے ساتھ شادی کرنے میں جلدی کرتے ہیں اور ان کے مستقبل کو محفوظ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، تو اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ نوجوان شادی کے لیے دیر سے تیار ہوتا ہے، جو لڑکیوں کے لیے دھمکی ہے کہ وہ گھر بیٹھی رہیں اور شادی کے انتظار میں بوڑھی ہو جائیں۔ موجودہ نظامِ تعلیم نے نوجوان کو ایسا جکڑا ہے کہ اس کو تعلیم و تربیت، فنی تعلیم اور نوکری حاصل کرنے میں کئی سال صرف کرنے پڑتے ہیں، تا کہ وہ خاندان کی کفالت کا بوجھ اٹھانے اور شادی کے اخراجات برداشت کرنے کے قابل ہو سکے، جب کہ لڑکی کو بلوغت کے علاوہ کسی دوسری چیز کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کچھ امور خانہ داری سیکھ کر وہ شادی کے قابل ہو جاتی ہے، اس لحاظ سے وہ نوجوانوں سے کئی سال پہلے شادی کے قابل ہو جاتی ہے۔ اب اگر وہ نوجوان کے اہل ہونے تک انتظار میں بیٹھی رہے تو اس کی مصلحتیں بھی معلق اور معطل رہیں گی۔

یہ ہے معاشرتی اور معاشی صورت حال، جو جدید تمدنی اور صنعتی معاشرت کی پیدا کردہ ہے۔

اس لیے موجودہ حالات میں خاندان کو دو فیصلوں میں سے ایک کرنا پڑتا ہے: (1) اپنی مرضی کا رشتہ ملنے تک انتظار، لیکن اس میں بڑھتی ہوئی عمر اور گھر بیٹھے رہنے کا خطرہ روز بروز بڑھتا جائے گا۔ (2) بڑی عمر کے مرد کے ساتھ خوشی خوشی رشتہ کر دینا جو شادی کا خواہش مند بھی ہو اور اہل بھی ہو۔

✽ معاشرے کو ایک مقررہ عمر میں شادی کرنے کا پابند بنانا اور اس قانون کی مخالفت کرنے والوں کا محاسبہ کرنا، صدیوں سے شریعت کے جاری کردہ فیصلے اور اجماع کی مخالفت ہے۔ تاہم جو شخص اپنے اس فیصلے کو لازمی قرار دینے کے لیے اس کے جواز کے لیے کوئی فتویٰ جاری کروانے کی کوشش کرے تو اس کو ناکامی نہیں ہوگی، لیکن فیصلہ جتنا مضبوط اور سخت ہو وہ اس پریشانی کو جڑ سے ختم نہیں کر سکتا۔ ہمارے پڑوس میں کتنے ایسے معاشرے ہیں جنہوں نے ایسے قوانین جاری کیے ہیں، اس کے باوجود معاشرتی غلطیاں اور زیادتیاں اتنی زیادہ ہیں کہ ان کو روکنا مشکل ہے۔ ایسے ہی ان قانون شکنیوں کی سزاؤں کے اثرات عموماً کم عمر لڑکی اور اس کی اولاد کو برداشت کرنا پڑیں گے۔

اسی طرح یہ قانون ان لڑکیوں کے لیے بھی نقصان دہ ہے، جو اپنے کسی مفاد کے پیش نظر بڑی عمر کے مرد کے ساتھ شادی کرنے کی خواہش مند ہوں۔

اگر معاشرہ سچ میں اپنی غریب لڑکیوں کو مالدار بوڑھوں کے فائدہ اٹھانے سے محفوظ رکھنا چاہتا تو غریب خاندانوں کو مال دار کرنے اور ان کی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے کام کرتا اور غریب لوگ غربت اور محتاجی کی بنا پر اپنی

لڑکیوں کی تجارت کرنے پر مجبور نہ ہوتے۔

✽ شادی کے لیے کوئی عمر مقرر کرنے پر اتفاق کرنا انتہائی مشکل امر ہے، کیوں کہ لڑکوں کے بالغ ہونے کی کم از کم عمر دس سال ہے اور لڑکیوں کے بالغ ہونے کی کم از کم عمر نو سال۔

بلوغت سلسلہ نسل چلانے کی صلاحیت کا اعلان ہے، تمام ممالیہ جانور جب بالغ ہوتے ہیں تو تناسل کا سلسلہ شروع کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لڑکا اور لڑکی جوں ہی بالغ ہوتے ہیں ان میں جنس مخالف کی طرف میلان کی بڑی شدید اور سرکش رغبتیں جنم لیتی ہیں، اشواق پیدا ہوتے ہیں اور ذہن جنس مخالف میں کھویا رہتا ہے، نفس پیاس محسوس کرتا ہے اور ملاپ کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اگر شادی کے اسباب پر پہرہ بٹھا کر جنس مخالف کی طرف میلان کی فطری خواہش کی راہ میں روڑے اٹکائے جائیں تو شہوانی رجحانات ہم جنس کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں، ایک دوسرے سے متاثر ہونے، ساتھ لگانے اور توجہ حاصل کرنے کی مختلف صورتیں نظر آتی ہیں، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر جنسی انحرافات کے مظاہر دیکھنے میں آتے ہیں کہ آج معاشرے میں اس کی خبریں روز بروز بڑھتی جا رہی ہیں۔

مثال کے طور پر اگر شادی کی عمر پندرہ سال مقرر کی جائے اور چودہ سال کا بالغ لڑکا تیرہ سال کی صحیح بالغ لڑکی کے ساتھ شادی کا خواہاں ہو، دونوں خاندان بھی راضی ہوں تو اس جیسے نکاح سے کس حق کی وجہ سے منع کیا جائے گا، جب کہ علما کا اس کے صحیح ہونے پر اجماع ہو چکا ہے؟ یہ سب کو معلوم ہے کہ حکام کا اختیار وہاں اختلاف کو ختم کرنا ہے جہاں فقہاء کے درمیان کسی مسئلے میں

اختلاف ہوا ہو، لیکن جس مسئلے پر ان کا اجماع ہو، اس کی مخالفت کسی کے لیے جائز نہیں، خواہ وہ کوئی بھی ہو۔

ایسے ہی حاکم کے تصرفات شرعی مصلحت کے حصول کے ساتھ مقید اور مربوط ہیں۔ اب ایسے زمانے میں کہ جس میں فتنوں کی کثرت ہے، فساد کا دائرہ وسیع ہو چکا ہے اور دونوں جنسوں کے میل ملاپ کے میدان بہت زیادہ ہو چکے ہیں، کون سی مصلحت ہے جو شادی کی عمر میں تاخیر کرنے سے حاصل ہوگی؟ بالخصوص جلدی شادی کرنا، نسل کی حفاظت اور اس کے تسلسل کے شرعی مقصد کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

اگر شادی میں رغبت رکھنے والوں کو قانونی عمر تک نہ پہنچنے کی وجہ سے قانون شادی سے روک دے اور وہ اپنی جنسی جبلت سے مجبور ہو کر بدکاری کر لیں تو ان کا گناہ کس کے سر پر ہوگا؟!

ڈاکٹر عدنان حسن باحارث

ماہر امور خاندان^①

(17) سعودی عرب کی فتویٰ کمیٹی کا کم عمر لڑکی

کی شادی کے جواز کا فتویٰ

سوال: (18734) کیا یہ صحیح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کی کم عمری میں شادی کرنا آپ ﷺ کا کوئی خاصا تھا یا امت کے لیے قانون سازی ہے؟ کیا نابالغ کے ساتھ دخول کرنا جائز نہیں؟ اگر دخول ناجائز ہے تو وہ تین ماہ عدت کیوں کر گزارے گی؟

جواب: نبی اکرم ﷺ نے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام بھیجا تب ان کی عمر چھ سال تھی اور مدینہ طیبہ میں نو سال کی عمر میں ان کے ساتھ خلوت کی۔ یہ نبی ﷺ کا خاصا نہیں، نابالغ لڑکی کے ساتھ عقد کرنا جائز ہے اور اس کے ساتھ بلوغت سے پہلے دخول کرنا بھی جائز ہے، اگر وہ اس عمر میں ہو جس جیسی کے ساتھ مجامعت کی جاسکتی ہے۔

جہاں تک نابالغ کی عدت کا سوال ہے تو اللہ تعالیٰ نے حیض سے مایوس اور جس کو بچپن کی وجہ سے حیض آنا شروع نہیں ہوا، ان کی عدت تین مہینے مقرر کی ہے۔ ارشاد ہے: ﴿وَالَّذِي يَأْتِي مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنْ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَالَّذِي لَمْ يَحِضْنَ﴾ یعنی اس طرح ان کی عدت بھی تین مہینے ہے، اور نابالغ اس آیت: ﴿وَالَّذِي لَمْ يَحِضْنَ﴾ میں داخل ہے۔

وبالله التوفيق، وصلى الله على نبينا محمد وآله وصحبه وسلم.

اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء^①

عضو	عضو	عضو	عضو	عضو
عبدالعزیز بن	عبدالعزیز آل	عبدالله بن	صالح	بكر أبو زيد
عبدالله بن باز	الشيخ	غديان	الفوزان	

① فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء ١٨/١٢٤-١٢٥ فتوى رقم ١٨٧٣٤ من المجموعة الأولى. ط ١ عام ١٤٢٣ هـ طبع و نشر: رئاسة إدارة العلمية والإفتاء.

خاتمہ

ہر طالبِ ہدایت کے سامنے واضح ہو چکا ہے کہ اٹھارہ سال سے چھوٹی لڑکیوں کی شادی سے منع کرنے کے لیے قانون سازی کی دعوت، شادی کے آغاز اور انتہا کی عمر کی تعیین اور اٹھارہ سال سے پہلے شادی کرنے کو جرم قرار دلوانے کے لیے قانون جاری کروانے کی آواز کتاب و سنت، صحابہ اور تابعین کے عمل اور صحابہ اور علمائے امت کے اجماع کے مخالف ہے۔

ان قوانین کو جاری کرنے کا مطالبہ کرنے والوں اور اس مطالبے کو رواج دینے والوں کو چاہیے کہ وہ شریعت کی نصوص سے ثابت شدہ حکم سے رجوع کریں۔ ان سے جو سرزد ہوا، امت کی خیر خواہی کی خاطر اور ذمے داری سے عہدہ برآ ہوتے ہوئے اس کی اصلاح کے لیے کوشش کریں۔

ان کا یہ اقدام ان شاء اللہ قابلِ تعریف ہوگا اور یہ ایمان کی قوت اور جب حق ظاہر ہو جائے اس کو ترجیح دینے کی دلیل ہے۔ آخر میں اللہ کے اسما و صفات کے وسیلے سے دعا گو ہوں کہ وہ ہم تمام مسلمانوں کو حق کی پہچان اور اتباع کی توفیق دے، ہم سب کو اپنی اور اس کے بندوں کی خیر خواہی کی ہمت دے، ہم سب کو ہدایت یافتہ گروہ میں شامل کرے اور ہم سب کو ہمارے نفسوں کی برائیوں

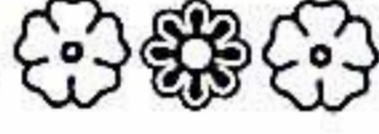
اور برے اعمال سے بچا کر رکھے، وہ جواد اور کریم ہے۔

ولله الحمد والمنة، وصلى الله على محمد وآله وصحبه وسلم.

مؤلف

عبدالرحمن بن سعد الشثري

18 رمضان 1430ھ



100

حرام کاروبار اور تجارتی معاملات

تالیف

ابراہیم بن فتحی بن عبدالمقندر

نظر ثانی

حافظ شاہ محمود

فاضل مدینہ یونیورسٹی

ترجمہ

فضیلۃ ایچ حافظ محمد

فاضل جامعہ سلفیہ فیصل آباد

مکتبہ بیت السلام

ریاض۔ لاہور

اٹھارہ سال سے کم عمر لڑکیوں کی شادی کی روک تھام اور شادی کی عمر
متعین کرنے کے لیے قانون سازی کی شرعی حیثیت

کم عمر لڑکی کی شادی

شریعت اسلامیہ اور بین الاقوامی قانون کی روشنی میں ایک تجزیاتی مطالعہ



تالیف

ترجمہ: ڈاکٹر عبدالحق عیسیٰ صاحب مدظلہ العالی
فاضلہ اسلامیات، یونیورسٹی آف اسلام آباد

فزیلہ ایف، عبدالرحمن بن ناصر البرکات
نظر ثانی

تقدیم: حافظ انعام الہی ظہیر

فزیلہ ایف، عبدالرحمن بن ناصر البرکات

مکتبہ بیت السلام

لاہور / ریاض